الذین اٰتینٰھم الکتٰب یتلونہ حق تلاوتہ (القران)
أنزل القران علی سبعة أحرف فاقرءوا ما تیسر منه (الحدیث)

فن تجوید و قراءت
مکالمات کے آئینہ میں

(اضافہ شدہ)

تالیف

حضرت مولانا حافظ قاری محمد صدیق صاحب فلاحی سانسرودی

خادم القراءۃ والتجوید

دار العلوم فلاح دارین ترکیسر، سورت، گجرات

www.KitaboSunnat.com

لجنۃ القراء

دار العلوم فلاح دارین، ترکیسر، گجرات، الھند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

الذین اٰتینٰھم الکتٰب یتلونہ حق تلاوتہ (القران)

أنزل القران علی سبعة أحرف فاقرءوا ماتیسر منه (الحدیث)

فن تجوید وقراءت

مکالمات کے آئینہ میں

(اضافہ شدہ)

تالیف

حضرت مولانا حافظ قاری محمد صدیق صاحب فلاحی سانسرودی

خادم القراءۃ والتجوید

دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر، سورت، گجرات، الھند

ناشر

لجنۃ القراء

دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر، گجرات، الھند

Scanned with CamScanner

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کل الحقوق محفوظۃ

نام کتاب : فن تجوید وقراءات مکالمات کے آئینہ میں (اضافہ شدہ)

مؤلف : حافظ قاری محمد صدیق سانسرودی دامت برکاتہم

سن اشاعت : ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۰۱۲ء

صفحات : ۱۷۵

طباعت : باردوم

تعداد : ۱۱۰۰

ناشر لجنۃ القراء، دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر، سورت، گجرات، الھند

کمپوزنگ : قاسم عمر فلاحی (ترکیسر)

ملنے کا پتہ

لجنة القراء

دارالعلوم فلاح دارین، ترکیسر،

سورت، گجرات، الھند ۳۹۴۱۷۰

Ph.9879825967-9879464947

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست

نمبر شمار	عناوین	صفحات
۱	فہرست	۱
۲	پیشِ لفظ	۳
۳	تقریظِ مفکرِ ملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب	۵
۴	جمع عثمانی ومصاحب عثمانیہ میں باہم اختلاف	۸
۵	کیا رسم عثمانی کی اتباع ضروری ہے	۱۹
۶	علمِ رسم کی تاریخ وغیر قیاسی رسم کی توجیہات	۲۸
۷	رسم مصاحف قراءت متواترہ کی حفاظت کا باعث	۳۶
۸	انزل القرآن علی سبعۃ احرف	۴۶
۹	قراءاتِ ثلثہ کا تواتر	۵۳
۱۰	تاریخ جمع الجمع	۶۵
۱۱	اذان	۷۶
۱۲	الٓمٓ جیسے نون غیر مرسوم میں ادغام مع الغنہ	۸۶
۱۳	ابتدائے براءت میں بسملہ	۹۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۴	قرآنِ کریم کی تعریب وتنقیط	۱۰۱
۱۵	قراءت ترتیل	۱۱۱
۱۶	علمِ تجوید کی شرعی اور تاریخی حیثیت	۱۲۱
۱۷	اختلافِ مخارج	۱۲۸
۱۸	حسنِ صوت	۱۳۴
۱۹	علاماتِ وقف اور ان کی شرعی حیثیت	۱۴۲
۲۰	معرفتِ وقف	۱۵۰
۲۱	علامتِ وقف "لا" و "م"	۱۵۸
۲۲	تکبیر بین السورتین	۱۶۷

﴿اللہ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

علوم دینیہ کی نشرواشاعت کیلئے علماء امت نے تقریری وتحریری مختلف انداز اختیار فرمائے ہیں منجملہ ان کے ایک دلچسپ انداز "مکالمہ" ہے جس میں کسی مسئلہ پر کم ازکم دو شخص سوال وجواب کے انداز میں مسئلہ مبحوث عنھا سے متعلق اپنی اپنی تحقیقات پیش کرتے ہیں، اس طرح کے مکالمات ومحادثات کے مواقع خاص طور سے مدارس میں منعقد ہونے والے تجوید وقراءت کے سالانہ اجلاس ہوا کرتے ہیں جن میں دیگر پروگراموں کے ساتھ کسی مسئلہ تجوید سے متعلق ایک مکالمہ بھی پیش کیا جاتا ہے، مذکورہ رسالہ اسی طرح کا ایک مجموعہ ہے جس میں وقتاً فوقتاً پیش کئے گئے مکالمات کو یکجا کرلیا گیا ہے جس میں خاص طور سے ان مسائل پر گفتگو کی گئی ہے جو عام طور پر عوام ہی نہیں بلکہ خواص کے مابین بھی آج کل (اس فن سے عام بے توجہی کی وجہ سے) موضوع بحث بنے ہوئے ہیں جس کی طرف محترم رئیس الجامعہ دامت برکاتہم نے اپنے کلمات قیمہ میں نشاندہی فرمائی ہے، مقصد ان مکالمات کو پیش کرنے سے صرف یہی رہا کہ مسائل اپنی اصل شکل میں ہر ایک کے سامنے آجائیں، خصوصا اس موقع پر چونکہ قراء وعلماء کرام کا ایک مؤقر اجتماع ہوتا ہے تو ان حضرات کے سامنے اپنی حقیر کاوش پیش کرکے تصدیق بھی حاصل کی جاسکتی ہے چنانچہ یہ مکالمات اس طرح پیش کئے جاتے رہے، قراء واساتذۂ کرام ودیگر علماء کی طرف سے کوئی اصلاح طلب بات کہی گئی اس کو دیکھ لیا گیا اور ضرورت محسوس ہونے پر اصلاح بھی کرلی گئی۔

خدا جزائے خیر دے ان حضرات کو جنہوں نے اس پر ہماری حوصلہ افزائی فرمائی اور موقع پر اصلاح کرکے صحیح رہنمائی فرمائی، خصوصا اس باب میں قابل ذکر حضرت الاستاذ مولانا سید ابرار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی ہے جنہوں نے باوجود استاذ الاساتذہ ہونے کے ہمارے ساتھ پدرانہ شفقتیں سے کام لیتے ہوئے ہر موقع پر بہت ہی مؤقر تحسینی کلمات ارشاد فرمائے، جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

نیز حضرت رئیس الجامعہ دامت برکاتہم جن کے سایۂ عاطفت میں ابتداء ہی سے پڑھے اور کچھ لکھنا بولنا شروع کیا یہ سب انہی کا فیض ہے، آپ بھی ان مکالمات کو سن کر بڑی حوصلہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

افزائی فرماتے رہے حتی کہ آپ ہی نے ان کو کتابی شکل میں ترتیب دیکر چھپوانے کا حکم دیا (اللہ تعالی آپ کو اس خوردنوازی کے بدلے بے حد جزائے خیر عطا فرمائے)

آپ ہی کے ایماء وامر پر اسکو مرتب کیا، نظر ثانی کی اور پھر آپ ہی کی خدمت میں بغرض اصلاح روانہ کردیا، حضرت والا نے اپنے مصروف اوقات کے باوجود اس کو حرف بحرف ملاحظہ فرمایا اور اپنی قیمتی آراء اور ایک قیمتی حوصلہ افزا تقریظ عنایت فرما کر مزید احسان فرمایا۔

اسی طرح اس کی ایک کاپی مشفق ومربی حضرت مولانا قاری احمد اللہ صاحب دامت برکاتہم (صدر شعبۂ تجوید جامعہ اسلامیہ ڈابھیل) کی خدمت عالیہ میں پیش کی، آنجناب نے بھی اس مجموعہ کو اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود بغور ملاحظہ فرمایا، اور اپنی قیمتی آراء سے نوازا جو ہمارے لئے مفید ثابت ہوئیں۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

اور ہم کیسے فراموش کر سکتے ہیں اپنے محسن ومربی ومشفق مہربان حضرت الاستاذ جناب مولانا قاری انیس احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جن کے نہ صرف مجھ پر بلکہ واسطہ بلا واسطہ ہند وبیرون ہند کے قراء پر احسان ہیں جن کی شخصیت علمی کی بدولت فن تجوید وقراءت کو حیات نو ملی، ورنہ گجرات میں لوگ سبعہ عشرہ کے نام سے بھی ناواقف ہو چکے تھے۔

آپ کی توجہات بابرکات نے تجوید وقراءت کا ذوق بخشا، خصوصا مسائل قراءات کی طرف توجہ ہوئی، اور اس کو موضوع بنا کر اس پر کچھ لکھنے بولنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

یہ مکالمات اور دیگر فن تجوید کے متعلق جو کچھ کد وکاوش ہو رہی ہے یہ سب کا سہرا آپ ہی کے سر ہے، اللہ تعالی حضرت الاستاذ رحمہ اللہ کو جزائے خیر عطا فرمائے، نور قرآن سے آپ کی مرقد مبارک کو منور فرمائے اور اپنے قرب خاص وجوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے۔

آمین ! یارب العالمین !

محمد صدیق سانسرودی

خادم التجوید والقراءات، دارالعلوم فلاح دارین

ترکیسر، سورت، گجرات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تقریظ

از: مفکر ملت، رئیس الجامعہ حضرت مولانا عبداللہ کاپودروی دامت برکاتہم

حامداومصلیاومسلما.....أما بعد

کسی مشکل مسئلہ کی تفہیم وتشریح کیلئے قدیم زمانے سے اسلوب الحوار یعنی محادثات ومکالمات کا طریقہ اختیار کرنے کا رہا ہے، قرآن پاک میں بھی ذات وصفات باری کی تفہیم کیلئے مکالماتی انداز میں آیات نظر آتی ہے، مثلاً حضرت سیدنا ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام اور نمرود کے قصہ میں یہی مکالماتی انداز ہے نیز ماہرین تعلیم نے بچوں کی نفسیات کا مطالعہ کرکے مختلف مضامین کی تفہیم کرنے اور اس کو آسانی سے یاد کرانے کیلئے سوال وجواب کے اسلوب ہی کو زیادہ پسند کیا ہے، اور تجربہ شاہد ہے کہ اس طریقہ سے مسائل کو سمجھانے اور ذہن نشیں کرانے میں واقعی آسانی ہوتی ہے۔

ہر فن کی طرح علم تجوید وقراءۃ کے بھی بہت سے مسائل ایسے ہیں جس کو عام فہم زبان میں سمجھانے، اور فن کے بعض مشکل مسائل کو حل کرنے، اور شبہات کو دور کرنے کی ضرورت محسوس ہورہی تھی، ہمارے زمانہ میں اس قسم کے شبہات کے پیدا ہونے کی خاص وجہ تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ متقدمین علماء میں تو اس فن کا پورا ذوق موجود تھا اور تقریبا قرآن کریم اور حدیث شریف کا ہر عالم فن قراءۃ میں بھی مہارت رکھتا تھا جیسا کہ ان علماء کی سوانحات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے، مگر بعد کے زمانہ میں یہ تعلق باقی نہ رہا اور دینی درسگاہوں میں بھی اس کی طرف وہ توجہ باقی نہ رہی جس کا رہنا علم تفسیر اور استنباط مسائل کیلئے اشد ضروری تھا، اور جس کے حصول کے بغیر ان فنون میں کمال حاصل کرنا تقریباً ناممکن ہے، اسی قلت توجہ کے سبب فن قراءۃ کے بعض مسائل اہل علم کہلانے والوں کے نزدیک بھی اجنبی معلوم ہونے لگے، اور بعض مرتبہ ان کی مجلسوں میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس پر بحثیں ہونے لگے، اسلئے ان مسائل کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت تھی۔

اللہ تعالی کا شکر ہے کہ دارالعلوم فلاح دارین کے شعبۂ تجوید کے اساتذہ کی مساعی جمیلہ سے "لجنۃ القراءۃ والتجوید" کا قیام عمل میں آیا اور اس کے سالانہ جلسوں میں جہاں روایت حفص وسبعہ وعشرہ کی قرائتوں کے نمونے پیش کئے جاتے وہاں اس فن سے مختلف مسائل پُر پُر از معلومات علمی مکالمات بھی پروگرام میں شامل کئے جاتے رہے جس کو اہل علم نے بہت پسند کیا۔

اللہ تعالی جزائے خیر عطا فرمائے ہمارے عزیز محترم قاری محمد صدیق صاحب سانسرودی سلمہ تعالی کو کہ انہوں نے حالات کے تقاضوں خیال فرماتے ہوئے بہت ہی اہم مسائل پر مکالمات تیار فرمائے۔

اللہ تعالی نے موصوف کو اس فن سے خصوصی تعلق اور ذوق عطا فرمایا ہے اسلئے انہوں نے بہت توجہ اور محنت سے طلبہ میں اس فن کا ذوق پیدا کرنے اور اس کے مسائل کو آسان طریقہ سے سمجھانے کی سعی بلیغ فرمائی ہے۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء

ان مکالمات کی افادیت کے پیش نظر بہت سے علماء اور فن سے ذوق رکھنے والوں کا اصرار تھا کہ اس کو جمع کر کے کتابی شکل میں طبع کرادیا جائے تا کہ ہر طالب علم خصوصا اس فن کے طالب علم کو اس کا فائدہ پہونچ سکے، الحمد للہ قاری صاحب نے نظر ثانی فرما کر اس کی طباعت کا نظم کردیا ہے جس سے وہ ہم سب کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں۔

قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں گے کہ اس رسالہ میں حسن صوت، مخارج، أنزل القرآن علی سبعة احرف، تکبیر بین السورتین کی مشروعیت، قراءات ثلثہ، علم وقف کی اہمیت، تجوید کی ابتداء اور اس کی تاریخی ارتقاء وغیرہ بہت سے اہم مباحث پر بہت دلچسپ اور سلیس زبان میں مکالمات پیش کئے گئے ہیں، فن تجوید کے شائقین کیلئے اس میں بہت اچھی معلومات اور نادر تحقیقات موجود ہیں اس ناچیز نے ان تمام مکالمات کو پڑھا اور اس سے استفادہ کیا اور اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مطالعہ سے بعض مسائل کو سمجھنے میں مدد ملی، فجزاہ اللہ عنا خیر الجزاء۔

میری دلی دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالی قاری صاحب کی اس خدمت کو شرف قبولیت عطا فرمائے، اور طلبہ عزیز کو زیادہ سے زیادہ استفادہ کی توفیق نصیب فرمائے۔

نیز اللہ تعالی ہمارے دیگر فضلاء کرام کو بھی ایسی مفید خدمتوں اور علمی کاموں میں مشغول رہنے کی توفیق مزید عنایت فرمائے۔

آمین یارب العالمین

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد!

والسلام

احقر عبداللہ غفرلہ کاپودروی

الفلاح منزل کاپودر، ۴؍رجب المرجب ۱۴۱۵ھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جمع عثمانی ومصاحف عثمانیہ میں باہم اختلاف

اس مکالمہ میں قران کریم کو مصحف کے نام سے کیسے موسوم کیا گیا؟ سیدنا حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں دوبارہ جمع قرانی کی کیا ضرورت پیش آئی؟ پھر جب جمع عثمانی کا اصل محرک امت کے مابین قراءت میں پائے جانے والے اختلاف کا انسداد ہی تھا تو اس کا مقتضی تو یہ تھا کہ مصاحف متعددہ کے مابین کوئی اختلاف ہی نہ ہوتا اس کے باوجود اختلاف کیوں؟ نیز مصاحف میں اعراب ونقطے کب، کس نے اور کیوں لگائے؟

سائل: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجیب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سائل: بہت اچھا ہوا آپ وقت پر تشریف لائے گاڑی تیار ہے، ورنہ آج کل دوچار آدمیوں کا ساتھ سفر کرنا بڑا دشوار ہے ہمارے ایک دوست کہا کرتے ہیں کہ چند حضرات کو اپنی ذمہ داری پر کہیں جانے کیلئے جمع کرنا مینڈک تولنے سے کم مشکل نہیں ہے۔ آیئے تشریف لایئے، وقت کی پابندی سے اگلا سفر بھی آسان ہوگا۔

مجیب: ارے! وقت کی پابندی سے سارے کام آسان ہوجاتے ہیں، حضرت اقدس تھانویؒ فرماتے ہیں کہ میں یہ جو تھوڑا بہت کام کررہا ہوں وہ سب نظام الاوقات کی پابندی کی برکت سے ہے۔

سائل: جناب قاری صاحب! بڑی خوشی ہوئی جب معلوم ہوا کہ ایک طویل سفر میں آپ کی رفاقت رہے گی، کئی سوالات ہیں اور کئی مسائل تحقیق طلب ہیں، بہت چاہا کہ آپ سے ملکر ان مسائل پر گفت وشنید ہو مگر اسباق کی ہمہ ہمی کی وجہ سے وقت ہی نہیں نکلتا تھا کہ مستقل اس سلسلہ میں کہیں بیٹھ کر بات کریں۔

مجیب: جناب والا! یہ آپ کی محبت ہے، حسن ظن ہے، آپ تو ماشاء اللہ بڑی نظر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکھتے ہیں، میں تو چاہتا ہی ہوں کہ اہل علم سے ملاقات ہو اوران سے استفادہ کروں، آپ کی تحقیقات وحاصل مطالعہ سے مجھے بھی فائدہ ہوگا۔

سائل: خیر تو جناب! ویسے تو سارے علوم میں الحمدللہ لوگوں نے کافی محنت کی، کافی لکھا، کتابوں کے انبار لگادئے، عقل حیران ہے، مگر یہ علم رسم الخط یعنی مصاحف عثمانیہ کا رسم الخط مجھے لگتا ہے کہ اس پر جتنا لکھا جانا چاہئے تھا نہیں لکھا گیا، اور رسم المصحف کے بارے میں جتنی وضاحت کرنی چاہئے تھی نہیں کی گئی ، اسلئے بہت سے گوشے اب بھی نامکمل رہ گئے ہیں، مثلاً یہ لفظ مصحف جو قرآن کے واسطے استعمال ہوتا ہے یہ نام اس کا کس نے رکھا؟ جیسا کہ مجھے معلوم ہے علامہ سیوطیؒ نے الاتقان میں تحریر فرمایا ہے کہ دور صدیقی میں جب قرآن کریم کو مختلف چیزوں سے اوراق میں یکجا کرلیا گیا تو حضرت ابوبکر صدیق ﷺ نے صحابۂ کرام ﷺ سے رائے طلب فرمائی کہ اس کا کیا نام تجویز کیا جائے؟ تو جیسا کہ علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ ابن اشتہ سے نقل فرماتے ہیں کہ کسی نے کہا "السفر" نام رکھا جائے تو آپ نے فرمایا کہ یہ نام تو یہودی رکھتے ہیں لہذا مناسب نہیں ہے، تو کسی نے انجیل نام رکھے جانے کی رائے دی مگر اس پر بھی اطمینان نہ ہوا، بالآخر حضرت عبداللہ ابن مسعود ﷺ نے فرمایا کہ میں نے حبشہ میں ایک کتاب دیکھی جسکو لوگ مصحف کہتے تھے چنانچہ صدیق اکبر ﷺ نے اس رائے سے اتفاق فرمایا اور اس کا نام مصحف رکھا گیا (الاتقان جلد ۱، ص ۵۱)

لیکن مجھے اس پر یہ اشکال ہے کہ جب لفظ سفر کو ناپسند کیا گیا اس وجہ سے کہ یہ یہودیوں کی اصطلاح ہے تو پھر حبشہ کے لوگ بھی تو نصرانی تھے ان کا یہ نام قرآن کیلئے کیسے استعمال کیا گیا؟

مجیب: خوب! ماشاءاللہ! بات بہت صحیح اور آپ کا سوال بھی موزوں ہے، اس مسئلہ کی کافی تحقیق ابھی ایک نئی کتاب "رسم المصحف ونقطه" میں نظر سے گزری، شاید اس سے یہ اشکال حل ہوجاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ مصحف نام صرف اسی لئے تجویز نہیں پا گیا، بلکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ نام تو جمع ابوبکرؓ سے پہلے احادیث میں بھی پایا جاتا ہے، چنانچہ فیض القدیر میں مرفوعاً الی النبی ﷺ منقول ہے(۱) عن أبی هريرة ؓ أن النبی ﷺ قال: الغرباء فی الدنيا أربعة (وعد منها)مصحفا فی بيت لا يقرأ فيه (فيض القدير ص۴۰۹/،ج۴/) (۲) ابن ماجہ وغیرہ نے بھی حضرت انس بن مالکؓ سے مرفوعا روایت کیا ہے کہ سات چیزیں ایسی ہیں جن کا اجر وثواب مرنے کے بعد بھی قبر میں جاری رہتا ہے ان میں سے (من ورّث مصحفا) کو شمار کیا گیا ہے (رواه ابن ماجه..من طرق أبی هريرةؓ باب ثواب معلم الناس الخير) (۳) امام نافع اور حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے دشمنوں کی آبادیوں والے ملک میں مصحف لیکر سفر کرنے سے منع فرمایا مخافة أن ينالوها رواه ابن ماجه (۴) مجمع الزوائد کی ایک روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا"قراء ة الرجل فی غير المصحف ألف درجة وقرائته فی المصحف تضاعف علی ذلك بألفیٰ درجة" شواہد مذکورہ سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ یہ نام اور یہ لفظ جمع اول سے پہلے بھی مستعمل تھا۔

سائل آپ نے مسئلہ کو خوب مدلل فرمایا میں تو علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ کی تحقیق کو حرف آخر سمجھ رہا تھا، مگر علم وتحقیق پر کسی کی اجارہ داری نہیں، وفوق كل ذی علم عليم، اچھا! قاری صاحب ایک بات اور یاد آ گئی، ابھی ایک قراءت کے جلسہ میں جانا ہوا، کافی ارباب علم وفضل جمع تھے، دوران گفتگو ایک ایسا مسئلہ زیر بحث آ گیا کہ مسلسل کلام دراز سے دراز تر ہوتا چلا گیا، میں نے اپنی بساط کے مطابق جواب دینے کی کوشش کی مگر میں کیا اور میرا علم کیا؟ مگر ان حضرات کی باتوں سے میں تو واقعی شکوک وشبہات میں مبتلا ہو گیا اور آج تک اسی تذبذب کے عالم میں چل رہا ہوں۔

مجیب: واقعی صحیح فرمایا، مسئلہ چاہے چھوٹا ہو یا بڑا، جب تک پوری طرح دیکھ نہ لیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے یا کسی سے سن نہ لیا جائے عجیب خلجان رہتا ہے، تو کیا پھر آپ نے کتابوں کی مراجعت کی یا نہیں؟ اور وہ مسئلہ ہے کیا جس نے آپ کو اس قدر پریشان کر رکھا ہے؟

سائل: جی ہاں! کتابیں تو دیکھیں مگر اب اپنے ساتھ دوسرے جھمیلے ایسے لگے ہوئے ہیں کہ یکسوئی کم نصیب ہوتی ہے

دل ڈھونڈھتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن بیٹھے رہیں گوشے میں کتابیں لئے ہوئے

بس جانے دیجئے قاری صاحب! بات کہیں سے کہیں چلی جائے گی، اصل مسئلہ جو میں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ بات اس پر چلی وہ صاحب اپنے خطاب میں یہ فرما رہے تھے کہ تاریخ جمع قرآن کی یہ ایک واضح اور روشن حقیقت ہے کہ جمع صدیقی کے بعد حضرت عثمان غنی ؓ کے دور خلافت میں بار دیگر جمع کی نوبت یوں پیش آئی کہ آرمینیہ اور آذربیجان کی جنگ کے موقع پر عراقی اور شامی فوجیوں میں بوقت تلاوت قراءات اور وجوہ اداء مختلفہ سے متعلق اختلاف ہوا اور اختلاف ایسی شدت پکڑ گیا کہ وہ فوجی باہم ایک دوسرے کی قراءت کے منکر ہو گئے، تو ان کے ساتھ شریک حضرت حذیفہ بن الیمان ؓ کو مسئلہ کی نزاکت اور انکار قرآن کی سنگین غلطی کے احساس نے بے چین اور مضطرب کر دیا، چنانچہ فراغت کے بعد آپ ؓ فوراً ہی خلیفۂ ثالث حضرت عثمان غنی ؓ کی خدمت میں پہونچے اور ماجرا آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کیا "أدرك الأمة" کہ امت کی خبر گیری فرمایئے کہ مبادا ان کا یہ باہمی اختلاف یہود و نصاریٰ کے اختلاف کی نوعیت و شکل نہ اختیار کر لے، چنانچہ آپ نے بعد مشورے کے قرآن کریم کو پھر ایک مرتبہ جمع کرنے اور از سر نو لکھ کر متعدد نسخ تیار کر کے انہیں حکومتی سطح سے ممالک اسلامیہ میں بھیجنے کا حکم فرمایا، تو چونکہ جمع عثمانی کا اصل محرک ہی قراءات مختلفہ کے باب میں امت کے باہمی اختلاف و انکار کو ختم کرنا تھا لہذا علی اختلاف الاقوال جو سات یا آٹھ نسخ تیار کروائے وہ دراصل ایک ہی نسخہ کی متعدد نقول تھیں اور ان میں کوئی اختلاف نہ تھا، یہ تو ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صاحب کے کلام کا خلاصہ ہے جو دوران بحث گفتگو فرمارہے تھے، حالانکہ میرے اپنے ناقص مطالعہ اور کمزور فہم کے بموجب مصاحف عثمانیہ میں تو باہم اختلاف تھا، آپ کی اس سلسلہ میں کیا رائے ہے؟

مجیب: جی ہاں! اگر ہم تاریخ جمع عثمانی ذرا غور سے پڑھیں تو یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے کہ حسب مشورہ حضرت عثمان ﷺ نے جمع قرآن کی کاروائی سے قبل بہت بڑے مجمع سے خطاب فرمایا اور دوران گفتگو یہ سوال فرمایا کہ میں ان لوگوں کو اللہ کا واسطہ دلاتا ہوں جنہوں نے جناب کریم ﷺ سے یہ سنا ہو "أنزل القرآن على سبعة أحرف فاقرؤا ما تيسر منه كلها كاف وشاف" وہ برائے شہادت کھڑے ہو جائیں چنانچہ شہادت کیلئے اتنی بڑی تعداد کھڑی ہوگئی جنکی گنتی مشکل تھی اس پر حضرت عثمان ﷺ نے فرمایا: میں بھی ان الفاظ سے متعلق ارشاد نبوی ﷺ ہونے کی گواہی دیتا ہوں پھر آپؓ نے اس تاریخی خطاب میں لوگوں سے شکایت کے لہجہ میں فرمایا "جب سارے لوگ اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ قرآن کریم مختلف وجوہ ادا سے نازل کیا گیا ہے تو جانتے ہوئے ایک دوسرے کی قراءت کا انکار کیوں؟"

برادرم! غور فرمائیں! حضرت عثمان ﷺ نے تو اپنے حکیمانہ وعظ سے ان وجوہ مختلفہ کی کیسی تائید وتوثیق فرمائی اور فرمایا کہ جب ارشاد نبوی ﷺ میں قرآن کریم کا وجوہ مختلفہ میں نازل کیا جانا اس قدر واضح ہے تو اب باہم قراءت کا مختلف ہونا امرِ بدیہی ہے، پھر اختلاف وانکار کیوں؟ چنانچہ جب سرکاری طور پر یہ نسخ تیار کئے جانے لگے تو منزل من اللہ قراءات متواترہ کی حفاظت ہی کے خاطر ان مصاحف میں اختلاف باقی رکھا گیا، حاصل یہ کہ سرکاری طور پر ان قراءات متواترہ منزل من اللہ کی حفاظت ہی کیلئے یہ نسخ (یہ مصاحف) تیار کرائے گئے اور اسی وجہ سے ان مصاحف میں اختلاف کو باقی رکھا گیا، نیز مصلحت حفاظت ہی کے تحت ان مصاحف کو نقطوں اور اعراب سے بھی خالی رکھا گیا، بعد میں ضرورت پیش آنے پر اعراب اور نقطے لگے ہیں، چنانچہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چوتھی صدی ہجری کے ایک عالم کبیر حافظ حدیث علامہ ابوعمرو عثمان الدانیؒ نے علم رسم میں اپنی مشہور ترین تصنیف ''المقنع'' میں ایک مستقل عنوان "مااختلف فیه مصاحف أهل الأمصار" قائم فرما کر وہ سارے کلمات مع السند بیان فرمائے ہیں جن میں مصاحف کے مابین اختلاف تھا اس کے بعد فرمایا کہ اگر کوئی مصاحف میں اختلاف کے سبب سے متعلق سوال کرے کہ ان میں اختلاف کیوں رہا؟ تو میں کہوں گا کہ ادھر حضرت عثمان غنی ؓ کو معلوم تھا کہ یہ متعدد قراءات سب ہی منزل من اللہ اور تعلیم فرمودۂ رسول ﷺ ہیں لہذا مصاحف میں ان کو ثابت اور باقی رکھنا ضروری ہے لہذا جہاں مختلف قراءات ایک ہی رسم میں داخل ہوسکتی ہوں وہاں تو کلمہ کو تمام ہی مصاحف میں ایک ہی انداز سے لکھا مثلاً فَنَادِيه ، فنادته - تُغْفَرْلَكُمْ ، نَغْفِرْ لَكُمْ-هَيْتَ لَكَ هِئْتَ لَكَ، هَيْتُ لَكَ وغیرہ، اس وقت تک اعراب اور نقطوں کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ کئی انداز سے پڑھا جاسکتا تھا البتہ جن میں مختلف قراءات ایک رسم میں داخل نہیں ہوسکتی تھیں مثلاً فبما كسبت، بما كسبت، ووصى واوصى، تجرى من تحتها، تجرى تحتها وغیرہ، تو ظاہر ہے ان کو تو ایک انداز سے نہیں لکھ سکتے تھے لہذا جس مملکت کیلئے نسخہ تیار ہوتا تھا وہاں کی قرأت کو اس میں لکھنے کا اہتمام فرمایا، اتنی گفتگو سے یہ واضح ہوا کہ مصاحف کے مابین اختلاف تھا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس اختلاف کی وجہ قراءات مختلفہ کی حفاظت تھی، چنانچہ شیخ عبد الفتاح قاضی اپنی کتاب ''تاریخ المصحف الشریف'' میں فرماتے ہیں کہ اگر حضرت عثمان غنی ؓ کا منشا اس جمع سے ساری متواتر قراءات کی حفاظت نہ ہوتا بلکہ ایک قراءت پر جمع کر کے باقی قرائتوں کو ختم کر دینا مقصود ہوتا تو مصاحف میں کمی زیادتی، حذف واثبات کا یہ اختلاف ہی نہ ہوتا، لہذا مصاحف کے مابین کا یہ اختلاف اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ حضرت عثمان غنی ؓ کا منشا لوگوں کو قراءات مختلفہ متواترہ پر جمع کرنا اور غیر متواترہ ومنسوخ قراءات کو ختم کرنا تھا۔

سائل: قاری صاحب معاف فرمائیں، اب تک نہ چائے کی درخواست کرسکا اور نہ کچھ،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باتیں ہی آپکی اتنی پرلطف ہیں کہ ادھر توجہ ہی نہیں ہو پائی، نیز ٹرین بھی ہماری سپر فاسٹ ہے جو اسٹاپ بہت کم کرتی ہے، اب اگلے ہی اسٹاپ پر ہمارے قاری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔صاحب تشریف لا رہے ہیں وہ خود کھانا پانی ساتھ لیکر چلیں گے ان کی آمد پر سب مسائل حل ہو جائیں گے، بس قاری صاحب یہ گاڑی رک رہی ہے یہ ہمارے قاری۔۔۔۔۔۔۔صاحب تشریف لے آئے، یہ یہاں کے مشہور قراء میں سے ہیں عالمی پیمانے پر ہونے والے مسابقات میں شرکت کرتے ہیں۔

مجیب: ماشاءاللہ! بہت اچھا! قاری صاحب تشریف لائیے۔

سائل: اچھا تو قاری صاحب بات دراصل یہ چل رہی تھی کہ کیا مصاحف عثمانیہ میں رسماً اختلاف تھا یا حضرت عثمانؓ کا مقصد لوگوں کو قراءت واحدہ پر جمع کرنا تھا لہذا سارے مصاحف ایک ہی انداز پر لکھا دئے؟ اس مسئلہ پر کچھ ارشاد فرمائیں، تو قاری صاحب کو تھوڑا دم لینے کا موقع مل جائے گا۔

ثالث: مسئلہ تو بڑا اہم ہے، یہ قاری صاحب ہی کا حصہ ہے جو اس مسئلہ پر گفتگو فرمائیں، باقی آپ کا اصرار ہے تو دو ایک باتیں میں بھی عرض کروں، قاری صاحب موجود ہیں کچھ غلطی ہوئی تو اصلاح فرمائیں گے،

دیکھئے! امام ابوداؤدؒ صاحب السنن کے صاحب زادے عبداللہ بن ابی داؤد اپنی ایک مؤقر تصنیف "کتاب المصاحف" میں خالد بن ایاس سے سماعاً نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے مصحف امام جو حضرت عثمانؓ کا خاص مصحف تھا اس کو جب دیکھا تو عام اہل مدینہ کے مصحف سے اس میں بارہ جگہوں میں اختلاف تھا۔

ابن ابو داؤدؒ ہی نے "کتاب المصاحف" میں اہل مدینہ اور اہل عراق کے مصاحف میں اٹھارہ مواقع اختلاف کے نقل فرمائے ہیں اور بالتفصیل ان کو بیان فرمایا مثلاً ایک میں سادعوا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے تو دوسرے میں وسارعوا ، ایک میں وسیعلم الکفار ہے تو دوسرے میں وسیعلم الکافر وغیرہ اور جامعہ بغداد کے کلیۃ الشرعیہ کے مدرس غانم قدوری نے اپنی ایک فاضلانہ بحث جو تقریبا آٹھ سو صفحات میں ہے اس میں ابن ندیم کی فہرست سے جن کتب قدیمہ کے اسماء نقل کئے ہیں اس سے تو مسئلہ اور صاف ہو جاتا ہے کہ ان مصاحف کی رسم ایک ہی انداز کی نہ تھی بلکہ ان میں باہم اختلاف تھا چنانچہ سنہ کے اعتبار سے سب سے مقدم کتاب ابن عامر شامیؒ کی کتاب "اختلاف مصاحف أهل الشام والحجاز والعراق" ہے تو دوسری کتاب امام کسائیؒ کی کتاب اختلاف مصاحف اهل المدينة واهل الكوفة والبصرة، ایک کتاب امام فراء کی ہے کتاب اختلاف أهل الكوفة والبصرة والشام في المصاحف وغیرہ، غور فرمائیے! ہمارے ان متقدمین نے نہ معلوم کس عرق ریزی سے بلاد اسلامیہ کے ان مصاحف کا تقابلی مطالعہ فرمایا ہوگا اور ان کے مابین کے مواقع اختلاف کو یکجا فرمایا اور اگر آپ نثر المرجان في رسم نظم القرآن کا مطالعہ فرمائیں یا ملا علی قاریؒ کی شرح شاطبیہ کو دیکھیں تو ان حضرات نے بھی اختلاف قراءات کے مختلف مواقع میں توجیہ فرماتے ہوئے مصاحف کے مابین کے اختلاف کو بیان فرمایا ہے۔

مجیب: آپ کی اس گفتگو سے کافی اطمینان ہوا بڑا خلجان دور ہوا اور معلوم ہوا کہ کتابوں کی ورق گردانی از حد ضروری ہے اور اپنے مطالعہ کو وسعت دینے کی ضرورت ہے، ایک آدھ کتاب دیکھ کر رائے قائم کر لینا درست نہیں ہے اور میں تو پہلے ہی عرض کر چکا وفوق کل ذی علم علیم ، اور ویسے بھی اس دور کو دور اشاعۃ الکتب کہا گیا ہے ہمارے اسلاف برسوں جن کتابوں کو دیکھنے کی تمنا کرتے رہیں حتی کہ اس حال میں دنیا سے رخصت ہو گئیں آج وہ کتابیں بسہولت دستیاب ہیں بشرطیکہ کوئی دیکھے، اللہ پاک ہمیں توفیق عطا فرمائیں، آمین۔ باقی قاری صاحب چلتے چلتے ایک آخری بات پوچھ لوں، آپ حضرات کو زیادہ تنگ نہیں کروں گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ثالث: نہیں جی، اس میں تنگ کرنے کی کیا بات ہے، ضرور بصد شوق فرمائیے۔

سائل: تو وہ بات یہ ہے کہ ابھی دوران گفتگو ہمارے قاری صاحب نے نقطوں کا بھی اجمالاً ذکر فرمایا تھا تو اس پر عرض یہ ہے کہ یہ نقطے لگائے کب گئے؟ کیوں لگائے گئے؟ اور لگانے والا کون تھا ؟

ثالث: سب سے پہلے حضرت ابوالاسود دؤلیؒ نے فتحہ، ضمہ اور کسرہ کیلئے نقطوں کی علامتیں وضع فرمائیں، چنانچہ فتحہ کیلئے حرف مفتوح کے اوپر ایک نقطہ اور ضمہ کیلئے حرف مضموم کے سامنے ایک نقطہ اور کسرہ کیلئے حرف مکسور کے نیچے ایک نقطہ بطور علامت وضع فرمایا، جیسے علیم لکھتے وقت غلبم (عین کے فتحہ پر دلالت کرنے کیلئے اوپر ایک نقطہ اور لام کے کسرے پر دلالت کرنے کیلئے نیچے ایک نقطہ) ان کے بعد عہد عباسی میں خلیل بن احمد فراہیدی نے حرکات کیلئے زیادہ واضح علامتیں وضع فرمائیں اور حرکات کی علامتوں کیلئے ان حروف کو بنیاد بنایا جو ان حرکات ہی سے پیدا ہوتے ہیں، چنانچہ مجموعی طور پر آپ نے آٹھ علامتیں مقرر فرمائی، امام خلیل بن احمد کی وضع کردہ آٹھ علامتیں یہ ہیں (۱) فتحہ (۲) کسرہ (۳) ضمہ (۴) سکون (۵) تشدید (۶) ہمزۂ قطعیہ (۷) ہمزۂ وصلیہ (۸) مد، ان علامتوں کو نقط الاعراب کہا جاتا ہے ان کی وجہ سے بہت کچھ سہولتیں پیدا ہو گئیں لیکن دوسری طرف نقط الاعجام یعنی نقطے نہ ہونے کی وجہ سے اچھی خاصی دشواری پیش آتی، بلکہ بعض اوقات ایسے واقعات پیش آئے جو ان دشواریوں کی شہادت دیتے ہیں، چنانچہ محمد بن جریر طبریؒ نے روایت کیا ہے کہ محمد بن جمیل رازی نے نقطے نہ ہونے کی وجہ سے آیت کریمہ (وإذ يمكر بك الذين كفروا ليثبتوك أو يقتلوك أو يخرجوك) میں يُثْبِتُوكَ کی جگہ يُخْرِجُوكَ پڑھا، نیز امام کسائیؒ سے مروی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ ایک ایسا واقعہ پیش آیا جو میرے حق میں بچوں کی معلمی کا سبب بن گیا، آپ فرماتے ہیں کہ میں ایک معلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے پاس سے گزرا، وہ آیت کریمہ (ذواتی أکل خمط وأثل) میں أثل کی جگہ أتل بالتاء پڑھا رہے تھے، میں سہم گیا انہیں تو کچھ نہیں کہا البتہ ایک دوسرے معلم کے سامنے اس واقعہ کا تذکرہ کیا تو وہ صاحب کہنے لگے "انہوں نے غلطی کی، صحیح تو (اِبِل) ہے" امام کسائیؒ فرماتے ہیں کہ "میری تو روح تڑپ گئی اور میں نے بچوں کی معلمی اختیار کی"، اسی طرح روایت ہے کہ امیر المؤمنین عبد الملک بن مروان نے ایک فوجی کے ہاتھ حجاج بن یوسف کو خط بھیجا، جس میں لکھا تھا (اقبلوہ فی صفوف الجند) کہ حامل رقعہ کو فوج میں بھرتی کرلیں اور ظالم نے اپنے مزاج کے مطابق اِقبلوہ کی جگہ اُقتلوہ پڑھا (کہ اسے قتل کردیا جائے) نتیجہ ظاہر ہے یہ کیوں ہوا؟ نقطے نہ ہونے کی وجہ سے، اس سلسلہ میں ایک واقعہ بڑا مشہور ہے حضرت امام حمزہ زیات علیہ الرحمۃ جو قراء سبعہ میں سے ایک مشہور امام ہیں، بچپن میں یہ مصحف سے قرآن خود سیکھ رہے تھے اپنے والد کے سامنے دوران تعلیم پڑھا (الٓمٓ ذلك الكتاب لا زيت فيه) (زیات کی اولاد کو زیت ہی تو نظر آئے گا) والد صاحب نے فوراً فرمایا: بیٹا! مصحف ایک طرف رکھ دو اور بالمشافہہ سیکھنے کی عادت ڈالو، اسی طرح امام بخاریؒ کے شیخ ابوبکر بن ابی شیبہ کے بھائی عثمان بن ابی شیبہ نے فلما جهزهم بجهازهم جعل السقاية فی رحل أخيه میں فی رحل أخيه کی جگہ فی رجل أخيه پڑھا، حاصل یہ کہ سب سے پہلے قرآن کریم میں اعراب لگے اور اس کے واضع اول حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے تلمیذ امام ابوالاسود ظالم ابن عمرو بن ظالم دؤلی ہیں، پھر جیسے اعراب نہ ہونے کی وجہ سے لوگ غلطی کررہے تھے تو نقطے نہ ہونے کی وجہ سے بھی لوگ کچھ کا کچھ پڑھ رہے تھے، اس لئے قول محقق کے بموجب عبدالملک بن مروان نے والی عراق حجاج بن یوسف ثقفی کو تنقیط کا حکم فرمایا، حجاج نے اس کام کیلئے اس دور کی دو بڑی شخصیات حضرت نصر بن عاصم لیثی اور یحیٰ بن یعمر العدوانی کا انتخاب کیا، یہ دونوں حضرات فقہ اور علم عربیت میں گہری دسترس رکھتے تھے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وقت کے مایۂ ناز امام حضرت ابوالاسود دؤلی رحمۃ اللہ علیہ کے قابل اعتماد شاگرد تھے، ان دونوں حضرات نے بڑی خوبصورتی اور مہارت سے تنقیط کی یہ خدمت انجام دی، شروع میں اس جدید کارنامہ کی قبولیت سے متعلق بعض لوگوں کو تکلف تھا مگر حجاج نے اپنی سطوت اور اور زور حکومت کے ذریعہ ان سے اسکو تسلیم کروالیا۔

سائل: جزاکم اللہ! آپ حضرات کی گفتگو سے بہت نفع ہوا، سبھی سوالات کا کافی وشافی جواب ہوگیا، مسئلہ مدلل ومبرہن ہوگیا، اتنی لمبی مسافت کا احساس تک نہ ہوا، دھلی آنے سے پہلے پہلے دل کے سارے خلجان دور ہوگئے، اب دھلی دور نہیں، میں ذرا پہلے نظام الدین ہی اتر جاؤں گا، انشاء اللہ پھر ملاقات ہوگی، اللہ تعالی پھر کوئی اور موقع نصیب فرمائیں جس میں آپ حضرات سے مزید استفادہ کرسکوں، جزاکم اللہ، اس ذرہ نوازی وحوصلہ افزائی کے بدل شکریہ، پھر ملیں گے انشاء اللہ، فی امان اللہ، أستودع الله دینکم وأمانتکم وخواتیم أعمالکم۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا رسمِ عثمانی کی اتباع ضروری ہے؟

اس مکالمہ میں رسم عثمانی کی روایتی و درایتی حیثیت اور اس کا منشأ خداوندی کے مطابق ہونا ثابت کیا گیا ہے، نیز بعض افراد امت کا یہ موقف کے بچوں اور غیر علمی افراد کیلئے رسم عثمانی میں تغیر وتبدیلی جائز ہے اور غیر قیاسی رسم کو قیاسی بنا دینا وقت کی ضرورت بھی ہے۔

مکالمہ میں اس نظریہ کی قباحتوں کا انکشاف کرتے ہوئے مدلل جوابات دیے گئے ہیں

سوال: السلام علیکم (ورحمۃ اللہ)

جواب: وعلیکم السلام بہت مدت کے بعد ملاقات ہوئی، کہیے! آپ کی پڑھائی ٹھیک چل رہی ہے۔

سوال: جی، الحمدللہ پڑھائی ٹھیک چل رہی ہے اور امتحان بھی دے چکا، دعاؤں کی ضرورت ہے کہ اللہ پاک خاطر خواہ کامیابی عطا فرمائے۔

جواب: آمین، آمین، دعا کرتا ہوں...اور وہ جو ایک مرتبہ آپ بات کر رہے تھے کہ آج کل انگریزی زبان کے رسم الخط کے بارے میں اہل زبان بحث کر رہے ہیں وہ بات میرے ذہن سے نکل گئی کچھ آپ نے اپنے خیالات کا اظہار بھی کیا تھا، مگر کافی عرصہ گذر گیا مجھے ٹھیک سے یاد نہ رہا آج آپ کی ملاقات پر پھر یاد آ گیا۔

سوال: ہاں! ہاں! ہماری اس موضوع پر بات ضرور ہوئی تھی آپ نے مزید تفصیل سے گفتگو کرنے کا وعدہ بھی فرمایا تھا مگر میں بھی بے خیال ہی ہو گیا، وہ بات دراصل یہ تھی کہ آج کل انگریزی زبان والے اپنی زبان کے رسم الخط کی اصلاح کے بارے میں غور وفکر کر رہے ہیں، اور اب وہ ان حروف کو رسم الخط سے حذف کرنا چاہتے ہیں جو سائلینٹ ہیں یعنی لکھے جاتے ہیں پڑھے نہیں جاتے اس لئے کہ بچوں کو لکھانے پڑھانے میں بڑی دشواریاں پیش آ رہی ہیں، بعض

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بچے ذہین ہوتے ہیں تو سوال کر دیتے ہیں کہ جب اس کو پڑھا نہیں جاتا تو لکھا کیوں جاتا ہے؟ اور اس کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا، اس پر میں عرض کر رہا تھا کہ یہی بات قرآن مجید کے رسم الخط میں بھی موجود ہے سائلینٹ حروف اس میں بھی ہیں اور یہی دشواری ہمارے بچوں کے اساتذہ کو بھی پیش آتی ہوگی، کیا اچھا ہو کہ ہم بھی ایسے حروف کو رسم الخط سے حذف کر دیں، جیسا کہ اخبار و جرائد والے تو اب حذف کر کے ہی لکھنے لگے ہیں، مثلاً الصلوۃ الزکوۃ کو بغیر واو ہی کے لام کے بعد الف لگا کر لکھتے ہیں، اور میرے اپنے ناقص مطالعہ کے مطابق ایسا کرنا نہ کوئی گناہ ہے نہ بدعت، یہ محض تعلیم و تعلم اور عوام کی سہولت کیلئے ہے جس کو احداث للدین تو کہہ سکتے ہیں احداث فی الدین نہیں، اسلئے کی یہ رسم الخط اصطلاحی ہے توقیفی نہیں ہے یعنی کاتبان وحی کی اختیار وایجاد کردہ رسم ہے جیسا کہ قاضی ابوبکر باقلانیؒ اپنی کتاب الانتصار میں تحریر فرماتے ہیں کہ قران کریم کی کتابت میں اللہ تعالی کی طرف سے کچھ بھی واجب نہیں، کیونکہ کاتبین قرآن اور خطاط مصاحف پر من جانب اللہ کوئی بھی رسم معین نہیں کیا گیا کہ اسی کی پابندی کیجائے اور دیگر کوئی اور رسم اختیار نہ کی جائے، پھر وجوب کیلئے سمع و توقیف کا پایا جانا ضروری ہے جو کتاب وسنت سے نصاً یا مفہوماً ثابت نہیں بلکہ اجماع امت سے بھی کوئی واجب قرار دینے والی ہدایت نہیں ملتی اور نہ اس پر قیاسات شرعیہ ہی دلالت کرتے ہیں بلکہ غور کیا جائے تو سنت کی روشنی میں رسم کے دیگر آسان طریقوں پر بھی لکھنے کا جواز سمجھ میں آتا ہے کیونکہ آں حضرت ﷺ وحی لکھنے کا حکم فرماتے لیکن کوئی معین صورت پر لکھنے کی ہدایت نہیں فرماتے تھے اور نہ کسی طریقہ پر لکھنے سے منع فرماتے تھے، اسی لئے مصاحف کے خطوط مختلف ہوئے، کوئی کاتب لفظ کو ملفوظ کے مطابق لکھتا تھا اور کوئی زیادتی یا کمی کرتا تھا، اسی لئے جائز ہے کہ قران کریم کو پہلے خط پر لکھا جائے خواہ جدید اوضاع رسم پر مصحف کو لکھا جائے۔

مصاحف کے خطوط اور بہت سے حروف مختلف الصورۃ ہیں، اور عوام میں یہی طرز تحریر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چلتا ہے لہذا جو رواج ہو اور جو آسان و مشہور ہو وہی رسم اختیار کر لینا جائز ہے، ایسا کرنا نہ گناہ اور نہ کوئی بدعت، اس لئے لوگوں پر کوئی پابندی عائد کرنا صحیح نہیں، کیونکہ یہ فن رسم فن قراءت کی طرح یا کلمات اذان کی طرح معین و محدود نہیں بعد کے علماء میں ابن خلدون کی بھی یہی رائے ہے۔

جواب: ماشاء اللہ آپ کا مطالعہ اچھا ہے کتابوں پر اچھی نظر ہے خاص طور سے رسم الخط تو ایک خشک فن سمجھا جاتا ہے اس سے بھی آپ کو دلچسپی ہے مبارک ہو، اس سلسلہ میں اولاً عرض ہے کہ یہ جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ رسم صحابہ کی اصطلاح ہے یہ ایک واضح طور پر غلط اور باطل کلام ہے، وجہ یہ کہ قرآن کریم زمانہ نبوی ﷺ میں آپ کے سامنے لکھا گیا اب دو ہی صورتیں ہیں (۱) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ رسم عین اس ہیئت پر ہوگی جو منشأ خداوندی تھا (۲) یا منشأ خداوندی کے خلاف، اب اگر یہ کتابت و رسم عین منشأ الٰہی کے مطابق ہو تو اصطلاحی کہنا باطل ہے، اور اگر یہ منشأ الٰہی نہیں تھا بلکہ رسم قیاسی تھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے منشأ خداوندی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے غیر قیاسی صورت پر الفاظ کو لکھا تو مختلف وجوہ سے یہ بات ثابت و صحیح نہیں۔

(۱) جناب نبی کریم ﷺ منشأ خداوندی کے خلاف رسم کو پائیں اور سکوت اختیار فرمائیں، اور کیا وحی کا سلسلہ بند ہو گیا تھا کہ اس خلاف ورزی پر متنبہ نہ کیا گیا۔

(۲) صحابہ رضی اللہ عنہم کی نسبت مخالفت الٰہی کی طرف ہوتی ہے حالانکہ یہ محال ہے،

(۳) تمام امت صحابہ رضی اللہ عنہم وغیرہ نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ قرآن میں ایک حرف کی زیادتی یا کمی جائز نہیں، مابین الدفتین صرف کلام اللہ تعالیٰ ہے بس اگر آں حضرت ﷺ "الرحمان، العالمین" میں الف ثابت رکھنا چاہتے تھے اور "مائة" میں الف کا اضافہ آپ کو منظور نہ تھا اسی طرح لاأوضعوا میں الف کی زیادتی "بأیدٍ" میں یاء کی زیادتی آپ کو منظور نہ تھی مگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس نبوی منشأ کے خلاف لکھا (حالانکہ معاذ اللہ ایسا نہیں کر سکتے تھے) تب تو قرآن میں اضافہ یا نقصان کیا، نیز انہوں نے اپنے اجماع سے وہ کام کیا جس کا کرنا ان کو ہرگز جائز نہ تھا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سوچ کے نتیجہ میں مابین الدفتین شک سے خالی نہ رہا کیونکہ مرضی نبوی ﷺ کے خلاف جب زیادتی اور کمی پائی گئی تو تمام قرآن ہی مشکوک ہوگیا اور اگر ایک صحابی ؓ نے زیادتی یا کمی کی تو دیگر تمام کاتبین وحی کی کتابت بھی مشکوک ہوگئی کیونکہ دونوں میں کوئی فرق نہیں اور اس طرح اسلام کے تمام منضبط حلقوں کی زنجیر ٹوٹ پھوٹ گئی۔

سوال: جی! جو کچھ آپ فرمارہے ہیں اپنی جگہ ٹھیک ہے مگر میں جو کچھ عرض کررہا ہوں وہ بھی تو کبار علماء کی رائے ہے جیسے باقلانی ابن خلدون اور ان کے متبعین اور وہ بھی چھوٹے موٹے لوگ نہیں ہیں، اور "اختلاف امتی رحمة" کہا گیا ہے پھر کیوں نہ اس اختلاف سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایسر و اسہل صورت کو اختیار کیا جائے، اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں "یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر" پھر کیوں خواہ مخواہ سب کو تنگی میں مبتلا کیا جائے؟

جواب: ماشاء اللہ کتاب وسنت سے خوب استدلال فرمایا آپ نے، مگر بھائی اختلاف کسے کہتے ہیں وہ بھی تو معلوم ہونا چاہئے، اختلاف وہ ہے جس میں فریقین کے پاس کتاب وسنت سے دلائل موجود ہوں جیسے ائمہ اربعہ کا اختلاف کہ اس میں جس کسی ایک کو اختیار کرلے ٹھیک ہے اس قسم کے اختلاف کیلئے "اختلاف امتی رحمة" کہا گیا ہے، مگر جس مسئلہ میں ہم بحث کررہے ہیں فریق مخالف کے پاس کوئی دلیل ہی موجود نہیں ہے، اولاً اس سلسلہ میں ائمہ کرام کی آراء سنئے! پھر ابن خلدون وغیرہ کا نظریہ کا ضعف بھی واضح کروں گا، علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ سے پوچھا گیا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ قرآن شریف کو صحابۂ کرام ؓ کی رسم ہی کے مطابق لکھا جائے یا قیاس کے مطابق بھی لکھا جاسکتا ہے؟ فرمایا کہ میرے نزدیک رسم صحابہ کو چھوڑ کر قیاس کے مطابق لکھنا جائز نہیں بلکہ قرآن شریف صرف پہلی کتابت پر ہی تحریر ہونا چاہئے، حقیقت یہ کہ امام مالکؒ کی رائے حق ہے کیونکہ انہیں خطوط کو باقی رکھنا ضروری ہے جو قرن اول میں ثابت ہوئے، اس التزام کی برکت سے ہی طبقہ بعد طبقہ اس کی علمی شان قائم ہے، اگر اس رسم کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چھوڑا گیا تو آنے والی نسلوں کو اس رسم نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام سے ناواقف بنا دینے کی غلطی کا ارتکاب ہوگا۔

ابو عمرو عثمان دانیؒ نے کہا کہ امام مالک کی اس قیمتی رائے کا علماء میں سے کوئی مخالف نہیں ہوا ہے، نیز فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ سے یہ بھی پوچھا گیا کہ قرآن میں جو حروف زائد مرسوم ہیں مثلاً اُولوا میں مرسوم واوِ اول اور واوِ ثانی کے بعد جو الف زائد ہے کیا ان کو حذف کر دینا صحیح ہے؟ فرمایا کہ ایسا کرنا صحیح نہیں،

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں واو، الف اور یاء وغیرہ میں مصحف عثمانی کے رسم خط کے مطابق لکھنا ضروری ہے، یعنی (الربوا) کو الربی یاء کے ساتھ الربا الف کے ساتھ لکھنا جائز نہیں ہے، کیونکہ رسم سنتِ متبعہ ہے،، فقہ حنفی کی مستند کتاب ''المحیط البرھانی'' میں ہے، مناسب یہ ہے کہ مصحف کو بغیر رسم خط عثمانی کے نہ لکھا جائے۔

علامہ نظام الدین نیشاپوری کہتے ہیں ائمہ کی ایک جماعت نے کہا کہ قراء، علماء اور اہل کتابت پر واجب ہے کہ مصحف میں رسم عثمانی کی اتباع کریں کیونکہ یہ رسم حضرت زید بن ثابت ؓ کی ہے جو حضرت رسول خدا ﷺ کے امین اور آپ کے کاتب وحی تھے۔

علامہ بیہقی ''شعب الایمان'' میں فرماتے ہیں جو شخص قرآن شریف لکھے مناسب ہے کہ اسی ہجاء کی پابندی کرے جو حضرات صحابہ ؓ لکھ چکے ہیں، کسی بات میں بھی ان کی مخالفت نہ کرے وہ ہم سے علم میں زیادہ تھے قلب ولسان کے ہم سے زیادہ صادق اور امانت میں عظیم الشان تھے لہذا ہمیں حق نہیں پہونچتا کہ ہم اپنے متعلق خوش فہمی میں مبتلا ہو کر ان پر استدراک کریں،

سوال: اللہ اکبر! یہ تو سب جبال العلم ہیں میں اس سے قطعاً ناواقف تھا۔

جواب: ہاں! بھئی! لوگوں کا حال یہ ہے کہ اپنے مطلب کی چیز مل گئی تو اسی پر قناعت کر لیتے ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حالانکہ مسئلہ کے ہر پہلو کو دیکھنا چاہئے، دیکھئے! علامہ جعبری فرماتے ہیں "اجمع ائمة الاربع علی وجوب اتباع مرسوم المصاحف العثمانی" خاص طور سے امام مالکؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں "أنه لایجوز بل یحرم مخالفة خط المصحف ولا یغیر ما کتب باجماع الصحابة فإنهم کانوا اکثر علماً واصدق قلباًولساناً واعظم امانة منا، (تاریخ المصحف الشریف ص/۸۵)

علامہ کسائی فرماتے ہیں "فی خط المصحف عجائب وغرائب تحیرت فیها عقول العقلاء وعجزت عنهاآراء الرجال البلغاء و کما ان لفظ القرآن معجز فکذالك رسمه،(تاریخ المصحف الشریف ص/۸۵)

علامہ ابراہیم تیونسی فرماتے ہیں: مصاحف عثمانی کی رسم کی مخالفت جائز نہیں ہے اور کسی کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ صحابہ ﷺ کے لکھے ہوئے مصاحف پر طعن کرے، کیونکہ یہ متفق علیہ صحابہ ﷺ پر طعن ہے، کتابت پر طعن کرنا ایسا ہی ہے جیسے قراءت پر طعن کیا جائے، بعض مؤرخین کی یہ ہٹ دھرمی ہے کہ انہوں نے صحابہ ﷺ کے رسم پر وہ غلط رائے ظاہر کی جو ان کے عظیم علمی مقام کے لائق نہیں، خبردار! آپ ہرگز ایسے مؤرخ کی باتوں میں گمراہ نہ ہوں۔

ثالث :السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ کہئے قاری صاحب کیسے گذر رہی ہے؟

جواب : وعلیکم السلام، اور بھئی! ابھی تو خیریت سے گذر رہی ہے، عاقبت کی خدا جانے.

ثالث :عاقبت بھی خیر پر ہی ہوگی انشاءاللہ، میں تو آپ حضرات سے دعاء وسلام کیلئے آیا تھا مگر آپ محو گفتگو تھے اسلئے خلل ڈالنا مناسب نہ سمجھا، آپ حضرات کی بحث سے مجھے بھی نفع ہوا، اور آپ کی برکت سے کچھ باتیں مجھے بھی یاد آگئیں جو کبھی دیکھی تھیں اگر اجازت ہو تو عرض کروں۔

جواب : ضرور ضرور۔

ثالث : دیکھئے! علامہ باقلانی کی رائے پر چند وجوہ اعتراض ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اولاً : جمہور علماء نے اپنے مذہب کی تائید میں جن دلائل کو پیش کیا ہے باقلانی ان کا رد نہیں کر سکے جبکہ وہ دلائل کچھ سنت کی روشنی میں ہیں، کچھ اجماع صحابہ ؓ تابعین اور تبع تابعین کے مسلسل عمل کی روشنی میں ہیں

ثانیاً : باقلانی نے کہا سنت کی نصوص میں ہمیں کوئی ایسی ہدایت نہیں ملتی جو اس رسم خاص کو واجب کرتی ہو، مگر ان کی اس رائے کی تردید اس طرح واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کاتبین وحی کو اس رسم پر قائم رہنے دیا، اور سنت کی تین قسمیں ہیں (۱) قول رسول ﷺ (۲) عمل رسول ﷺ (۳) تقریر رسول یعنی کسی عمل کا آپ کے سامنے ہونا اور آپ کا اس پر انکار نہ فرمانا، سب سے بڑے کاتب وحی زید بن ثابت ؓ، قرن رسول اللہ ﷺ، زمانہ صدیقی، زمانہ عثمانی کے کاتب ہیں، کسی بھی تاریخ سے یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ کبھی بھی ان کی رسم پر کسی نے اعتراض کیا ہو، اور ہمیں اس روایت کا حوالہ دوبارہ پیش کرنے کی اجازت دیں آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت معاویہ ؓ جو کہ کاتبان وحی سے تھے فرمایا "الق الداوات وحرف القلم وانصب الباء وفرق السين ولاتعور الميم وحسن الله ومد الرحمن وجود الرحيم وضع قلمك على اذنك اليسرى فانه اذكر لك " اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کاتبین وحی کیلئے رسم کے دستور کے واضع تھے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ (۱) علماء اسلام کی واضح تصریحات ہیں کہ کتابت مصاحف میں صرف رسم عثمانی کا التزام واجب ہے، (۲) املاء اور ہجاء کے جدید قواعد آئے دن ہر دور میں تغییر و تنقیح کا نشانہ بنے ہوئے ہیں، کتاب عزیز کی خدمت و تقدیس کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ان تمام تغیرات سے قرآن کی رسم کو دور رکھیں، (۳) رسم عثمانی کی تبدیلی جلد یا بدیر ایک دن اس کی مقتضی ہوگی کہ کلمات قرآنیہ اور ہر لفظ ہی کی تبدیلی کر دی جائے، اور اس سے بڑا فتنہ اور شر کوئی چیز نہیں ہو سکتی، شریعت اسلامیہ کی جن اصولوں پر بنیاد کار ہوتی ہے ان میں ایک بڑا اصول یہ ہے کہ اٹھنے والے فتنہ کو خواہ کتنا ہی دور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو پہلے ہی کچل دیا جائے، غور سے دیکھا جائے تو سلف کے اقوال میں یہی موقف کارفرما نظر آتا ہے جس کی وجہ سے انہوں نے رسم عثمانی ہی کو قرآن کریم کی حفاظت میں ضروری قرار دیا ہے تاکہ قرآن کریم عبث اور فضولیات سے محفوظ رہے، (۴) اس رسم میں نہایت عالی شان فضائل کثیرہ ہیں جن کی طرف دقیق نظر علماء نے رہنمائی فرمائی ہے (جیسا کہ عنقریب آتا ہے) (۵) رسم عثمانی کے متعلق یہ کہنا کہ وہ التباس و وہم میں ڈالتا ہے، تجربات کی روشنی میں ایک لغوبات ہے، چھوٹے چھوٹے بچوں کو مکاتب و مدارس میں دیکھا جاتا ہے کہ وہ اس رسم سے اس قدر مانوس ہیں کہ بغیر تنگی و دشواری کے روانی کے ساتھ پڑھ لیتے ہیں۔

سوال: آپ کا تفصیلی کلام سنا، بہت لطف لے کر سنتا رہا، بہت سی گرہیں آپ کی برکت سے کھل گئیں، آخر ایک بات عرض کرتا ہوں وہ یہ کہ آج کل تو دنیا ہر مسئلہ کو میزان عقل میں تولنے کی عادی ہوگئی ہے مذہب کے نام پر کم ہی لوگ بات کو تسلیم کرتے ہیں تو کیا اس کی کچھ حکم و مصالح عقلیہ بھی ہیں جس سے رسم عثمانی کی پابندی کا ضروری ہونا ثابت ہوتا ہے۔

جواب: ہاں! ہاں! کیوں نہیں، سب سے بڑی مصلحت یہ ہے کہ ہر شخص اسی غیر قیاسی رسم الخط کے بدولت کلام اللہ صحیح پڑھنے میں استاذ کا محتاج ہے اسی احتیاج شیوخ ہی کی بدولت تلفظ کلام اللہ کا تحفظ ہے ورنہ خدا جانے پڑھنے والے کن کن غلطیوں کے مرتکب ہوجاتے، لہذا التزام صحت واختیار شیوخ مرتبہ احوط و موجب تحفظ ہے اور اسی میں ثواب حفظ کا راز بھی مضمر ہے، اگرچہ پڑھنے والا ناظرہ خواں ہو کیونکہ کلمات غیر قیاسیہ کا ضبط کرنا حفظ کا مرتبہ رکھتا ہے اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ جس نے کسی سے کلام اللہ نہ پڑھا ہو یعنی ناظرہ پڑھنے کا موقع نہ ملا ہو وہ کلام اللہ نہ پڑھے تاوقتیکہ کسی استاذ سے نہ پڑھ لے، ناظرہ اگرچہ دیکھ کر پڑھنے کا نام ہے لیکن یہ بھی حفظ کا ادنی مرتبہ ہے کیونکہ محض حرف شناسی سے کوئی شخص کلام اللہ نہیں پڑھ سکتا تاوقتیکہ ناظرہ کلام اللہ بھی یاد نہ کرے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسری مصلحت یہ ہے کہ رسم خطِ موجودہ دیگر قراءات کیلئے معین ہے، مثلاً ارجه وغیرہ کہ اس لفظ کا رسم خط چھ قرائتوں کو مشتمل ومحتمل ہے، یہ بھی رسم خط قرآنی کا عجیب وغریب اعجاز ہے کہ اسی ایک رسم خط سے کئی قرائتیں نکلتی ہیں۔

تیسری مصلحت یہ ہے کہ اس غیر قیاسی رسم الخط کی بدولت کلمۂ قرآن وکلمۂ غیر قرآن میں امتیاز ہوجاتا ہے جیسے شیخ العلماء اور من عباده العلموٰء اسی لئے کہا گیا ہے کہ غیر قیاسی رسم آیات متشابہات اور حروف مقطعات کے مثل ہے جس کے بارے میں اللہ تعالی فرماتے ہیں لا یعلم تأویله الا اللہ۔

رسم خط غیر قیاسی کی یہ خصوصیت کسی اور کتاب اللہ میں نہیں پائی جاتی جیسا کہ صاحب نہایۃ القول فرماتے ہیں لایوجد شیء من هذا الرسم لا فی التوراة ولا فی الانجیل ولا فی الزبور ولا فی غیرها من الکتب السماویة ان نظم القرآن معجز فرسمه معجز ایضاً الخ، چنانچہ کلام اللہ کو اس غیر قیاسی رسم کے خلاف لکھنا جائز نہیں تا کہ تحریف رسمی نہ لازم آئے، اس سے بچنا بھی اسی قدر ضروری ہے جس قدر تحریف لفظی ومعنوی سے بچنا ضروری ہے۔

(۴) سوال: جزاك الله عقل ونقل کی روشنی میں آپ نے مدلل گفتگو فرمائی مسئلہ الم نشرح ہوگیا، اللہ پاک مجھے اور مجھ جیسی سوچ رکھنے والے حضرات کو اس باب میں شرح صدر عطا فرمائے۔

جواب: آپ نے اپنا کافی وقت میرے لئے فارغ فرمایا انشاء اللہ پھر ملاقات ہوگی۔

انشاء اللہ ضرور! اور آپ نے ہماری گذارشات کو توجہ سے سنا اور ہماری حوصلہ افزائی فرمائی جزاک اللہ السلام علیکم۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علمِ رسم کی تاریخ وغیر قیاسی رسم کی توجیہات

مکالمہ میں علم رسم کی تاریخ وغیر قیاسی رسم کی توجیہات، رسم قرانی کا سماعی وتوقیفی ہونا، نیز غیر قیاسی انداز میں لکھے گئے کلمات کی رسم میں اصلاح کا خلاف اجماع ہونا، اور خلاف قیاس لکھے جانے کے حکم واسرار کو بیان کیا گیا ہے۔

(شاگرد پہلے سے درس گاہ میں موجود ہے)

استاذ : درس گاہ میں داخل ہوتے ہوئے السلام علیکم۔

شاگرد : وعلیکم السلام! (آہستہ سے جیسے عام طور پر جواب دیا جاتا ہے)

استاذ : (بسم اللہ الخ اور رب یسر الخ کے بعد، سبق کا افتتاح) ہمارے سامنے اس وقت جو کتاب موجود ہے اس کا مکمل نام "عقیلة اتراب القصائد فی اسنی المقاصد" ہے مگر چونکہ اس کا ہر شعر راء پر ختم ہوتا ہے بایں وجہ یہ "رائیہ" سے متعارف ہے، فن رسم الخط میں ہے اس کا شمار علامہ شاطبیؒ کی "باقیات الصالحات" میں ہوتا ہے، مصنف ومصنف سے متعلق ضروری باتیں تو (انشاء اللہ) پھر سن لیجئے گا۔

اس وقت بطور مبادی فن کے چند امور اور ان میں بھی خاص طور سے خط کی تاریخی حیثیت نیز خط وکتابت کا تعارف اور اس کی اہمیت سے متعلق چند باتیں عرض کروں گا، دیکھئے! کتابت کی ابتداء اور اس کی تاریخی حیثیت سے متعلق بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں جس کو علامہ سیوطیؒ نے مستقل ایک تالیف میں بسط وتفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے یہاں اس وقت بقدر ضرورت اسی کا اختصار پیش کروں گا۔

ابن اشتہ نے رسم المصاحف میں کعب الاحبار سے نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے آدم علیہ السلام نے اپنی وفات سے تین سو سال پہلے عربی، سریانی اور تمام زبانوں کے لغات لکھے تھے، اور ان سب کو گارے پر لکھ کر اس کو پکا دیا تھا، پھر جب نوح علیہ السلام کے زمانہ میں پانی کا طوفان آیا تو ہر قوم کو ان کے لغت کی اینٹ مل گئی، سو انہوں نے اس کو لکھ لیا، گو یہ عذاب تھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مگر دیگر اقوام عالم کے حق میں اس معنی کر رحمت بن گیا کہ ہر ایک کو اپنا اپنا لغت دستیاب ہو گیا ''خسائر قوم عند قوم فوائد'' پس سیدنا اسمعیل علیہ السلام کو وہ اینٹ دستیاب ہوئی جس میں عربی خط تحریر تھا، اسی لئے حضرت اسمعیل علیہ السلام کو خط عربی کا موجد کہا جاتا ہے، جیسا کہ ابن اشتہ ہی نے عکرمہ کے طریق سے ابن عباس ؓ سے یہ نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے عربی لغت کو اسمعیل علیہ السلام نے وضع کیا، اور آپ نے اپنے لغت کی ایک کتاب تصنیف کی، جس میں تمام کلمات زنجیر نما خط میں ایک دوسرے سے ملاتے چلے گئے، اور ان میں کوئی جدائی اور فاصلہ نہیں رکھا، پھر آپ کی اولاد میں سے ھُمَیْسَعُ اور قَیْذَرُ نے کلمات میں جدائی کی، اور اس کو الگ الگ لکھا۔ اور تحریر ہی ایک ایسی چیز ہے جس کے ذریعہ پچھلے زمانے کے لوگوں کے واقعات آنے والے افراد تک پہونچتے ہیں، اور ان واقعات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا پہلے لوگ پچھلوں سے رودر رو گفتگو کر رہے ہیں۔

شیخ خواجہ محمد بن ملا عبدالرحیم خزانۃ الرسوم میں فرماتے ہیں کہ حق تعالی نے کتابت کی صنعت کو انسان کی سب صنعتوں سے بزرگتر اور امتوں کیلئے اس کے نفع کو سب نفعوں سے بڑھ کر بنایا، چنانچہ ارشاد ہے ''الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم'' پس یہ ایسی نگہبان ہے جو نہ گھٹیا امانت کو ضائع کرتی ہے نہ بڑھیا کو، اور ایسا خزانہ ہے جو نہ تو کسی عمدہ جوہر میں تبدیلی کرتا ہے اور نہ ردی میں، اور بھول جانے والی آفت سے بچانے والی اور زبان کے لغزش کرتے وقت حق کو ظاہر کرنے والی ہے، اسی لئے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے '' قیدوا العلم بالکتاب (ای بالکتابۃ) علم کو تحریر کے ذریعہ قید اور محفوظ کرلو، کیونکہ علم شکار ہے، اور تحریر اس کیلئے قید ہے اور اسی لئے کہا گیا ہے کہ جس چیز کو یاد کیا جائے وہ ضائع ہو جاتی ہے اور جسے لکھ لیا جائے وہ پختہ ہو جاتی ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا شعر ہے۔

وعلم لیس فی القرطاس ضاع ☆ وسر جاوز الاثنین شاع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نیز ایک بات اور سمجھ لیں کہ خط اور رسم الخط دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔

ثالث: استاذ! السلام علیکم !

استاذ : وعلیکم السلام .... تشریف لائیے، خلاف معمول آج اس وقت کیسے آنا ہوا؟ کوئی خاص بات ہے؟

ثالث : آپ ذرا ان حضرات سے فارغ ہو جائیے، آپ کی چھٹی کا وقت بھی تو قریب ہو رہا ہے، میرے تو آج کالج کی چھٹی ہے پھر اطمینان سے عرض کروں گا۔

استاذ : اچھا جی تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ خط و رسم الخط دونوں الگ الگ ہیں، خط کہتے ہیں کلمہ کو حروف ہجا کی ترکیب سے مطابق ملفوظ لکھنا، اور کلمۂ قرآنی کو حروف ہجا کی ترکیب سے رسم عثمانی کے مطابق لکھنے کو رسم الخط کہتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ خط میں تلفظ معیار ہوتا ہے جبکہ رسم الخط میں معیار رسم عثمانی ہے مثلاً! لفظ علماء، عین، لام، میم، الف، ہمزہ سے لکھنا خط ہے اور اسی کلمہ کو عین، لام، میم، واو، الف سے لکھنا رسم الخط ہے۔

ثالث : قاری صاحب! یہ تو بڑی اہم گفتگو ہو رہی ہے میرا ذہن ایک اور بات کی طرف منتقل ہو رہا ہے، اگر اجازت ہو تو عرض کر دوں۔

استاذ : کیوں نہیں، فرمائیے.. لیکن خیال رکھئے گا صبح سے بیٹھے ہیں، آنتیں قل ھو اللہ کا ورد کر رہی ہیں۔

ثالث : نہیں قاری صاحب! ایک ہی بات پوچھنی ہے چاہے جواب بعد میں ہو جائے گا، عرض یہ کرنا ہے کہ آج کل انگریز اس مسئلہ پر غور کر رہے ہیں کہ وہ حروف جو کلمات میں غیر ملفوظ (سائلینٹ) ہیں ان کو نکال دیا جائے جس سے لکھنے بولنے میں سہولت ہو جائے گی، بسا اوقات چھوٹے بچوں کو سمجھانا بڑا دشوار ہو جاتا ہے، بعض تیز بچے سوال کر بیٹھتے ہیں کہ جب اس کو پڑھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں جاتا تو لکھا کیوں جاتا ہے؟ یہ لاجواب سوال ہے آج تک اس کا کوئی جواب ہو نہیں سکا گو یہ حروف اپینڈکس (APPENDIX) اور ٹانسل (TONCIL) کی طرح ہیں جس کا ہونا نہ ہونا دونوں برابر ہے، اب یہی سوال ہم مسلمان طلبہ کے ذہن میں قرآن مجید کے بارے میں اٹھتا ہے کہ قرآن مجید میں بھی بہت سے حروف سائیلنٹ ہیں اگر ان کو حذف کر دیا جائے تو پڑھنے لکھنے میں اور خاص طور پر تعلیم صبیان میں بڑی سہولت ہو جائے گی۔

استاذ : جی ہاں! آپ نے بہت اہم سوال کیا، گو وقت اجازت نہیں دیتا کہ میں اس طویل الذیل مسئلہ سے تعرض کروں، مگر نہ معلوم پھر آپ کب ملیں گے اور زندگی کا کیا بھروسہ؟ پھر ملاقات ہوتی بھی ہے یا نہیں؟ اسلئے اسی وقت مسئلہ کی صفائی ہو جائے تو بہتر ہے، دیکھئے جناب! قرآن شریف کا موجودہ جو رسم الخط ہے یہ توقیفی، سماعی، حضرت رسول اللہ ﷺ سے مسموع، آپ کے امر و املاء سے ثابت و منقول، لوح محفوظ کی ھیئت و کتابت و رسم خط کے مطابق اور منزل من اللہ ہے، چنانچہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اور بذریعہ حضرت جبرئیل علیہ الصلوۃ والسلام آپ کو پڑھنا سکھایا اسی طرح لکھنا اور قرآن پاک کا علم رسم خط بھی سکھایا باوجودیکہ آپ ﷺ امی تھے، یعنی اصطلاحی طور پر آپ نے کسی بشر یا جن کی شاگردی اختیار نہیں فرمائی مگر آپ کا امی ہونا پڑھنے کے اعتبار سے نزول قرآن سے پہلے زمانہ کے ساتھ مقید ہے اسی طرح آپ کا لکھنے سے امی ہونا بھی نزول قرآن سے پہلے زمانہ کے ساتھ مقید ہے جیسے ارشاد خداوندی ہے" وما کنت تتلو من قبله من کتاب ولا تخطه بیمینك إذاً لارتاب المبطلونo "

اس لئے جس طرح تعلیم قرآن آپ کا معجزہ ہے اسی طرح تعلیم رسم الخط بھی آپ کا معجزہ ہے، اور سنئے! ارشاد خداوندی ہے "إنا نحن نزلنا الذکر وإنا له لحفظون" یہاں ذکر میں عموم ہے اس سے قرآن پاک کے صرف الفاظ ہی مراد نہیں بلکہ الفاظ، معنی اور رسم خط سب ہی مراد ہیں، اور وعدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ان سبھی کی حفاظت فرمائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ بوقت جمع اول جو حضرت عمرؓ نے "خشیت أن یذهب القرء ان" سے قرآن مجید کے ضائع ہونے کا اندیشہ ظاہر فرمایا تھا اس سے جہاں الفاظ قرانی کا ضیاع مراد ہے وہاں علامہ جعبری کے نزدیک رسم الخط کا ضیاع مراد ہے جیسا کہ آپ نے شرح عقیلہ میں تحریر فرمایا ہے، معلوم ہوا کہ رسم خط قرآنی بھی منزل من اللہ ہے۔

نیز تعلیم رسم الخط کا ثبوت حدیث شریف سے بھی ملتا ہے نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاویہؓ سے جو کاتبان وحی سے تھے فرمایا کہ "لق الدواة، وحرف القلم، وانصب الباء، وفرق السین، ولا تدور المیم وحسن الله، ومد الرحمن، وجود الرحیم وضع قلمك علی أذنك الیسری فإنه اذكر لك۔

نیز مذکورہ رسم الخط پر اجماع صحابہ ؓ بھی منعقد ہو چکا ہے جیسا کہ بوقت جمع ثانی جس جماعت کے ذمہ قرآن مجید کے نسخ تیار کرنا تھا انہوں نے اسی رسم الخط میں قرآن مجید لکھا، اور سوائے "تابوت" کی تاء کے کہیں اختلاف نہ کیا اور اس میں اختلاف بھی مرور زمان سے اس حرف کے دھندلا ہو جانے کی وجہ سے تھا، اور اس وقت ایک قول کے مطابق بارہ ہزار صحابہ کرام ؓ موجود تھے، سب نے اس پر موافقت کا اظہار کیا، معلوم ہوا کہ مذکورہ رسم خط کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے یا یوں کہا جائے کہ مذکورہ رسم خط توقیفی ہے، جب یہی بات ہے تو اس میں ردوبدل کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اور سنئے! صاحب خزانۃ الرسوم نے امام کسائی سے نقل فرماتے ہیں "أنه قال فی خط المصحف عجائب وغرائب ، تحیرت فیها عقول العقلاء ، وعجزت عنها آراء الرجال البلغاء و كما أن لفظ القرء ان معجز فكذلك رسمه۔ (نثر المرجان)

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ اس رسم خط میں عجائب وغرائب ہیں جہاں تک عقلاء وبلغاء کی رسائی نہیں اور لفظ کے معجز ہونے کی طرح اس کا رسم خط بھی معجز ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح صاحب ''نهاية القول المفيد'' نے علامہ جعبریؒ کے حوالہ سے اس رسم خط کی اتباع کے وجوب پر ائمۂ اربعہ کا اجماع نقل فرمایا ہے حتی کہ امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ نے اس کے خلاف لکھنے کو حرام قرار دیا ہے، معلوم ہوا کہ یہ رسم الخط بھی معجز ہے اور اس میں بڑے دقائق وحقائق مضمر ہیں حتی کہ بعضوں نے اس کو امور متشابہات سے قرار دیا ہے پھر بھی علماء امت نے حسب استعداد اس بحر ناپید کنار کی غواصی کر کے گراں قدر موتیوں کا یہ خزانہ امت کے سامنے پیش فرمایا ہے۔

ثالث : ماشاءاللہ! رسم الخط کے متعلق بڑی مفید معلومات حاصل ہوئیں، لیکن قاری صاحب! یہ تو اس کی نقلی حیثیت ہوئی مگر آج کل کی دنیا ہر شی کی لم وحکمت تلاش کرنے کی عادی ہے بلکہ بعضے تو نقل سے زیادہ اس کو اہمیت دیتے ہیں تو کیا آپ اس خلاف تلفظ رسم الخط کے کچھ مصالح وحکم بیان فرمائیں گے؟ جس سے اس طرح کا ذہن رکھنے والوں کو مطمئن کیا جا سکے۔

استاذ : جی ہاں! کیوں نہیں؟ اس میں مصالح وحکم ہیں جب آپ یہی چاہتے ہیں تو دو چار حکمتیں بھی عرض کر دوں۔

دیکھئے! (۱) سب سے بڑی مصلحت یہ ہے کہ ہر شخص اس غیر قیاسی رسم الخط کی بدولت کلام اللہ صحیح پڑھنے میں استاذ کا محتاج ہے، اور اسی احتیاج شیوخ ہی کی بدولت تلفظ کلام اللہ کا تحفظ ہے ورنہ خدا جانے پڑھنے والے کن کن غلطیوں کے مرتکب ہوتے۔

(۲) دوسرا یہ کہ موجودہ رسم خط میں دیگر قراءات متواترہ کے اشتمال واحتمال کا بھی لحاظ کیا گیا ہے، (۳) نیز اس غیر قیاسی رسم کی بدولت کلمۂ قرآن وغیر قرآن میں امتیاز ہوتا ہے۔

شاگرد : حضرت! قطع کلام معاف، ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔

استاذ : جی! آپ بھی فرمائیے، جو کسر رہ گئی ہو پوری ہی فرما لیجئے، کھانا، قیلولہ یہیں ہو جائے گا۔

شاگرد : حضرت! ابھی آپ نے فرمایا کہ مذکورہ رسم الخط دیگر قرائتوں پر مشتمل ہونے کی وجہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے بھی غیر قیاسی معلوم ہوتا ہے، تو سوال یہ ہے کہ بعض کلمات قرآنیہ ایسے ہیں جن میں کسی بھی قاری کا اختلاف نہیں پھر بھی ان کو خلاف قیاس لکھا گیا ہے مثلاً اولئك میں واو کی زیادتی لشائ میں اثبات الف، یا اسی طرح ویدع الانسان میں واو کا حذف، اور لنسفعا اور لیکونا من الصاغرین میں نون تاکید کا بصورت تنوین منصوبی الف سے لکھا جانا وغیرہ امور ایسے ہیں جن کا اختلاف قراءت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

استاذ : جی ہاں صحیح فرمایا آپ نے! مگر اس میں علاوہ اس کے دیگر اسرار وحکم ہیں جن سے ارباب فن نے بحث کی ہے، مثلاً اولئك میں واو کی زیادتی کی دو وجہیں لکھیں ہیں، اولاً یہ کہ ابتداء قرآن مجید اعراب ونقط سے خالی تھا تو اولئك کو إلیك سے جدا کرنے کیلئے واو زیادہ لکھی گئی ورنہ دونوں میں کوئی فرق نہ رہتا، نیز علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ جب حرکات ایجاد نہ ہوئیں تھیں تو بوقت ضرورت ضمہ کو مکمل واو کی صورت میں لکھا جاتا تھا اسلئے یہاں بھی سابقہ ضرورت کے پیش نظر ضمہ بشکل واو لکھ دیا گیا۔

نیز لشائ میں الف کی زیادتی صرف " لا تقولن لشائ انی فاعل ذلك غدا " میں ہے اور کہیں یہ زیادتی نہیں، اس سے بھی اس کا مبنی بر حکمت ہونا معلوم ہوتا ہے اور یہ کہ "شیء" میں تنوین کو تعمیم پر دلالت کر رہی ہے مگر اس میں مزید اضافہ کی غرض سے اور اسی طرح امر کی اہمیت بڑھانے کیلئے رسم میں الف زیادہ لکھا گیا کہ حرف کی زیادتی معنی کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے، یعنی کسی بھی چیز کے بارے میں إنی فاعل لغیر ان شاء اللہ کے کہیں نہ ہو۔

اسی طرح آپ نے ویدع الانسان کو ذکر کیا تو اس میں واو کا حذف وصل کے تلفظ کی رعایت میں ہے کہ وصلاً واو محذوف ہے تو رسماً بھی حذف کر دیا، نیز اس میں واو کو حذف کر کے عجلت رسم کے ذریعہ انسان کی فطری عجلت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جیسا کہ یہاں آگے چل کر خود فرماتے ہیں " وکان الانسان عجولا "۔

آخر میں آپ نے " لنسفعا بالناصیة " اور " ولیکونا من الصاغرین " دریافت کیا تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ کسی شخص نے متنبی شاعر سے اس کے مصرعہ ذیل کے بارے میں سوال کیا "بادر هواك صبرت ام لم تصبرا" (خواہ تو صبر کرے یا نہ کرے مگر اپنی خواہش کو جلدی سے پورا کرلے) کہ اس مصرعہ میں لفظ "تصبرا" کا الف کیسے باقی رہا، جبکہ اس سے پہلے جازمہ لم موجود ہے، ہونا تو "لم تصبر" چاہئے تھا؟

یہ اعتراض سن کر متنبی نے کہا کہ اگر ابوالفتح بن جنّی یہاں موجود ہوتا تو اس اعتراض کا جواب دیتا مگر اب اس کا جواب میں ہی دوں گا، اور وہ یہ ہے کہ یہاں جو الف آیا ہے وہ نون ساکنہ کے بدلے میں ہے کیونکہ اصل میں یہ "لم تصبرن" تھا اور قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی انسان نون تاکید خفیفہ پر وقف کرے تو اس کو الف سے بدل دے، چنانچہ اعشیٰ کا قول ہے "ولا تعبد الشیطان' واللہ فاعبدا' (شیطان کی عبادت مت کرو بلکہ معبود خدا ہی ہے) اعشیٰ کے اس قول میں اصل لفظ "فاعبدن" تھا لیکن وقف کے سبب نون کو الف سے بدل دیا گیا۔

معلوم ہوا کہ اہل عرب نون تاکید کو رعایت وقف میں الف سے بدلتے ہیں چنانچہ یہاں بھی مزاج عرب کی رعایت کرتے ہوئے نون تاکید کو الف سے لکھا گیا ہے جیسا کہ اور بہت سے مواقع میں قرآن مجید میں حروف کے حذف واضافہ میں مزاج عرب کی رعایت ملحوظ رکھی ہے۔

بات طویل ہوگئی، اور میں کیا کرتا آپ نے سوال پر سوال شروع کردئے، حالانکہ ایک ہی سوال کا وعدہ تھا، خیر! کچھ باتیں عرض کیں خدا کرے اس میں آپ کی تشفی کا سامان ہو، ویسے فن رسم خط قرآن ایک نازک طویل وعریض موضوع ہے اور اس پر بہت کچھ لکھا گیا ہے پھر کسی موقع سے انشاء اللہ العزیز بات کریں گے۔

ثالث : پھر بھی ماشاء اللہ! ہمارے اپنے لئے تو آپ کے ان فرامین میں کافی وشافی مواد موجود ہے، اچھا ہوا جو موقع سے پہونچا، اور مدت سے ذہن میں رہنے والا خلجان رفع ہوا پھر کسی موقع سے حاضر ہوں گا، انشاء اللہ! اس زحمت دہی پر معذرت خواہ ہوں۔ جزاکم اللہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسم مصاحف قراءت متواترہ کی حفاظت کا باعث

"رسم مصاحف قراءت متواترہ کی حفاظت کا باعث" نامی یہ معلومات افزا مکالمہ درج ذیل نکات پر مشتمل ہے (۱) مصحف کی وجہ تسمیہ سے متعلق تحقیق (۲) مصاحف میں باہم اختلاف کا ہونا (۳) مصاحف کے مابین کا یہ اختلاف دراصل قراءات متواترہ کی حفاظت کی غرض سے تھا (۴) قران کریم میں اعراب کے لگنے کی ضرورت اور اس کی تاریخ (۵) ابتداءً نقطوں کے نہ ہونے کی وجہ سے ہونے والی غلطیاں اور تاریخ تنقیط

سائل: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجیب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سائل: بہت اچھا ہوا آپ وقت پر تشریف لائے گاڑی تیار ہے، ورنہ آج کل دو چار آدمیوں کا ساتھ سفر کرنا بڑا دشوار ہے ہمارے ایک دوست کہا کرتے ہیں کہ چند حضرات کو اپنی ذمہ داری پر کہیں جانے کیلئے جمع کرنا مینڈک تولنے سے کم مشکل نہیں ہے۔ آیئے تشریف لائیے، وقت کی پابندی سے اگلا سفر بھی آسان ہوگا۔

مجیب: ارے! وقت کی پابندی سے سارے کام آسان ہوجاتے ہیں، حضرت اقدس تھانویؒ فرماتے ہیں کہ میں یہ جو تھوڑا بہت کام کررہا ہوں وہ سب نظام الاوقات کی پابندی کی برکت سے ہے۔

سائل: جناب قاری صاحب! بڑی خوشی ہوئی جب معلوم ہوا کہ ایک طویل سفر میں آپ کی رفاقت رہے گی، کئی سوالات ہیں اور کئی مسائل تحقیق طلب ہیں بہت چاہا کہ آپ سے ملکر ان مسائل پر گفت وشنید ہو مگر اسباق کی ہمہ ہمی کی وجہ سے وقت ہی نہیں نکلتا تھا کہ مستقل اس سلسلہ میں کہیں بیٹھ کر بات کریں۔

مجیب: جناب والا! یہ آپ کی محبت ہے، حسن ظن ہے، آپ تو ماشاء اللہ بڑی نظر رکھتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں، میں تو چاہتا ہی ہوں کہ اہل علم سے ملاقات ہو اور ان سے استفادہ کروں، آپ کی تحقیقات وحاصل مطالعہ سے مجھے بھی فائدہ ہوگا۔

سائل: خیر تو جناب! ویسے تو سارے علوم میں الحمدللہ لوگوں نے کافی محنت کی، کافی لکھا، کتابوں کے انبار لگادئے، عقل حیران ہے، مگر یہ علمِ رسم الخط یعنی مصاحف عثمانیہ کا رسم الخط مجھے لگتا ہے کہ اس پر جتنا لکھا جانا چاہئے تھا نہیں لکھا گیا، اور رسم المصحف کے بارے میں جتنی وضاحت کرنی چاہئے تھی نہیں کی گئی، اسلئے بہت سے گوشے اب بھی نامکمل رہ گئے ہیں مثلاً یہ لفظ مصحف جو قرآن کے واسطے استعمال ہوتا ہے یہ نام اس کا کس نے رکھا؟ جیسا کہ مجھے معلوم ہے علامہ سیوطیؒ نے الاتقان میں تحریر فرمایا ہے کہ دور صدیقی میں جب قرآن کریم کو مختلف چیزوں سے اوراق میں یکجا کرلیا گیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے صحابۂ کرامؓ سے رائے طلب فرمائی کہ اس کا کیا نام تجویز کیا جائے؟ تو جیسا کہ علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ ابن اشتہ سے نقل فرماتے ہیں کہ کسی نے کہا "السفر" نام رکھا جائے تو آپ نے فرمایا کہ یہ نام تو یہودی رکھتے ہیں لہذا مناسب نہیں ہے، تو کسی نے انجیل نام رکھے جانے کی رائے دی مگر اس پر بھی اطمینان نہ ہوا، بالآخر حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں نے حبشہ میں ایک کتاب دیکھی جسکو لوگ مصحف کہتے تھے چنانچہ صدیق اکبرؓ نے اس رائے سے اتفاق فرمایا اور اس کا نام مصحف رکھا گیا (جلد ۱، ص ۵۱)

لیکن مجھے اس پر یہ اشکال ہے کہ جب لفظ سفر کو ناپسند کیا گیا اس وجہ سے کہ یہ یہودیوں کی اصطلاح ہے تو پھر حبشہ کے لوگ بھی تو نصرانی تھے ان کا یہ نام قرآن کیلئے کیسے استعمال کیا گیا؟

مجیب: خوب! ماشاءاللہ! بات بہت صحیح اور آپ کا سوال بھی موزوں ہے، اس مسئلہ کی اچھی تحقیق ابھی ایک نئی کتاب "رسم المصحف ونقطه" میں نظر سے گزری، شاید اس سے یہ اشکال حل ہوجاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ مصحف نام صرف اسی لئے تجویز نہیں پا گیا بلکہ یہ نام تو جمع ابوبکرؓ سے پہلے احادیث میں بھی پایا جاتا ہے چنانچہ فیض القدیر میں مرفوعاً الی النبی ﷺ منقول ہے (۱) عن ابی هريرةؓ ان النبی ﷺ قال: الغرباء فی الدنيا أربعة

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(وعد منها)مصحفا فی بیت لا یقرؤ فیه فیض القدیر ص ۴۰۹/ ،ج ۴/، (۲) ابن ماجہ وغیرہ نے بھی حضرت انس بن مالکؓ سے مرفوعا روایت کیا ہے کہ سات چیزیں ایسی ہیں جن کا اجروثواب مرنے کے بعد بھی قبر میں جاری رہتا ہے ان میں سے (من ورّث مصحفا) کو شمار کیا گیا ہے (رواہ ابن ماجہ من طرق ابی ہریرۃؓ باب ثواب معلم الناس الخیر) (۳) امام نافع اور حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے دشمنوں کی آبادیوں والے ملک میں مصحف لیکر سفر کرنے سے منع فرمایا مخافة ان ینالوھا رواہ ابن ماجہ (۴) مجمع الزوائد کی ایک روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا"قراء ۃ الرجل فی غیر المصحف الف درجة وقرائته فی المصحف تضاعف علی ذٰلك بالفی درجة" شواہد مذکورہ سے یہ واضح ہورہا ہے کہ یہ نام اور یہ لفظ مصحف جمع اول سے پہلے بھی مستعمل تھا۔

سائل: آپ نے مسئلہ کو خوب مدلل فرمایا میں تو علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ کی تحقیق کو حرف آخر سمجھ رہا تھا مگر علم وتحقیق پر کسی کی اجارہ داری نہیں وفوق کل ذی علم علیم، اچھا! قاری صاحب ایک بات اور یاد آگئی ابھی ایک قراءت کے جلسہ میں جانا ہوا کافی ارباب علم وفضل جمع تھے دوران گفتگو ایک ایسا مسئلہ زیر بحث آگیا کہ مسلسل کلام دراز سے دراز تر ہوتا چلا گیا میں نے اپنی بساط کے مطابق جواب دینے کی کوشش کی مگر میں کیا اور میرا علم کیا؟ مگر ان حضرات کی باتوں سے میں تو واقعی شکوک وشبہات میں مبتلا ہو گیا اور آج تک اسی تذبذب کے عالم میں چل رہا ہوں

مجیب: واقعی صحیح فرمایا، مسئلہ چاہے چھوٹا ہو یا بڑا، جب تک پوری طرح دیکھ نہ لیا جائے یا کسی سے سن نہ لیا جائے عجیب خلجان رہتا ہے تو کیا پھر آپ نے کتابوں کی مراجعت کی یا نہیں؟ اور وہ مسئلہ ہے کیا جس نے آپ کو اس قدر پریشان کر رکھا ہے؟

سائل: جی ہاں! کتابیں تو دیکھیں مگر اب اپنے ساتھ دوسرے جھمیلے ایسے لگے ہوئے ہیں کہ یکسوئی کم نصیب ہوتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دل ڈھونڈھتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن بیٹھے رہیں گوشے میں کتابیں لئے ہوئے

بس جانے دیجئے قاری صاحب! بات کہیں سے کہیں چلی جائے گی، اصل مسئلہ جو میں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ بات اس پر چلی وہ صاحب اپنے خطاب میں یہ فرمارہے تھے کہ تاریخ جمع قرآن کی یہ ایک واضح اور روشن حقیقت ہے کہ جمع صدیقی کے بعد حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں بار دیگر جمع کی نوبت یوں پیش آئی کہ آرمینیہ اور آذربیجان کی جنگ کے موقع پر عراقی اور شامی فوجیوں میں بوقت تلاوت قراءات اور وجوہ اداء مختلفہ سے متعلق اختلاف ہوا اور اختلاف ایسی شدت پکڑ گیا کہ وہ فوجی باہم ایک دوسرے کی قراءت کے منکر ہو گئے تو ان کے ساتھ شریک حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کو مسئلہ کی نزاکت اور انکار قرآن کی سنگین غلطی کے احساس نے بے چین اور مضطرب کر دیا چنانچہ فراغت کے بعد آپؓ فوراً ہی خلیفۂ ثالث حضرت عثمان غنیؓ کی خدمت میں پہونچے اور ماجرا آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کیا "ادرك الامة" کہ امت کی خبر گیری فرمایئے کہ مبادا ان کا یہ باہمی اختلاف یہود و نصاریٰ کے اختلاف کی نوعیت و شکل نہ اختیار کر لے، چنانچہ آپؓ نے بعد مشورے کے قرآن کریم کو پھر ایک مرتبہ جمع کرنے اور از سر نو لکھ کر متعدد نسخ تیار کر کے انہیں حکومتی سطح سے ممالک اسلامیہ میں بھیجنے کا حکم فرمایا، تو چونکہ جمع عثمانی کا اصل محرک ہی قراءات مختلفہ کے باب میں امت کے باہمی اختلاف و انکار کو ختم کرنا تھا لہذا علی اختلاف الاقوال جو سات یا آٹھ نسخ تیار کروائے وہ دراصل ایک ہی نسخہ کی متعدد نقول تھیں اور ان میں کوئی اختلاف نہ تھا یہ تو ان صاحب کے کلام کا خلاصہ ہے جو دوران بحث گفتگو فرمارہے تھے، حالانکہ میرے اپنے ناقص مطالعہ اور کمزور فہم کے بموجب مصاحف عثمانیہ میں تو باہم اختلاف تھا آپ کی اس سلسلہ میں کیا رائے ہے؟

مجیب: جی ہاں! اگر ہم تاریخ جمع عثمانی کو ذرا غور سے پڑھیں تو یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے کہ حسب مشورہ حضرت عثمانؓ نے جمع قرآن کی کاروائی سے قبل بہت بڑے مجمع سے خطاب فرمایا اور دوران گفتگو یہ سوال فرمایا کہ میں ان لوگوں کو اللہ کا واسطہ دلاتا ہوں جنہوں نے جناب نبی کریم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ﷺ سے یہ سنا ہو "انزل القرآن علی سبعة احرف فاقرؤا ما تیسر منه کلها کاف وشاف "وہ برائے شہادت کھڑے ہوجائیں چنانچہ شہادت کیلئے اتنی بڑی تعداد کھڑی ہوگئی جنکی گنتی مشکل تھی اس پر حضرت عثمانؓ نے فرمایا: میں بھی ان الفاظ سے متعلق ارشاد نبوی ﷺ ہونے کی گواہی دیتا ہوں پھر آپؓ نے اس تاریخی خطاب میں لوگوں سے شکایت کے لہجہ میں فرمایا جب سارے لوگ اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ قرآن کریم مختلف وجوہ ادا سے نازل کیا گیا ہے تو جانتے ہوئے ایک دوسرے کی قراءت کا انکار کیوں؟

برادرم! غور فرمائیں! حضرت عثمانؓ نے تو اپنے حکیمانہ وعظ سے ان وجوہ مختلفہ کی کیسی تائید وتوثیق فرمائی اور فرمایا کہ جب ارشاد نبوی ﷺ میں قرآن کریم کا وجوہ مختلفہ میں نازل کیا جانا اس قدر واضح ہے تو اب باہم قراءت کا مختلف ہونا امر بدیہی ہے، پھر اختلاف وانکار کیوں؟ چنانچہ جب سرکاری طور پر یہ نسخ تیار کئے جانے لگے تو منزل من اللہ قراءات متواترہ کی حفاظت ہی کے خاطر ان مصاحف میں اختلاف باقی رکھا گیا، حاصل یہ کہ سرکاری طور پر ان قراءات متواترہ منزل من اللہ کی حفاظت ہی کیلئے یہ نسخ (یہ مصاحف) تیار کرائے گئے اور اسی وجہ سے ان مصاحف میں اختلاف کو باقی رکھا گیا، نیز مصلحت حفاظت ہی کے تحت ان مصاحف کو نقطوں اور اعراب سے بھی خالی رکھا گیا بعد میں ضرورت پیش آنے پر اعراب اور نقطے لگے ہیں چنانچہ چوتھی صدی ہجری کے ایک عالم کبیر حافظ حدیث علامہ ابوعمرو عثمان الدانیؒ نے علم رسم میں اپنی مشہور ترین تصنیف المقنع میں ایک مستقل عنوان "باب مااختلف فیه مصاحف اهل الامصار" قائم فرما کر وہ سارے کلمات مع السند بیان فرمائے ہیں جن میں مصاحف کے مابین اختلاف تھا اس کے بعد فرمایا کہ اگر کوئی مصاحف میں اختلاف کے سبب سے متعلق سوال کرے کہ ان میں اختلاف کیوں رہا؟ تو میں کہوں گا کہ ادھر حضرت عثمان غنیؓ کو معلوم تھا کہ یہ متعدد قراءات سب ہی منزل من اللہ اور تعلیم فرمودۂ رسول ﷺ ہیں لہذا مصاحف میں ان کو ثابت اور باقی رکھنا ضروری ہے لہذا جہاں مختلف قراءات ایک ہی رسم میں داخل ہوسکتی ہوں وہاں تو کلمہ کو تمام ہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مصاحف میں ایک ہی انداز سے لکھا مثلاً فَنَادیٰہ ، فنادته - تُغْفَرْلَکُمْ ، نَغْفِرْ لَکُمْ-هَیْتَ لَكَ هِئْتَ لَكَ، هَیْتُ لَكَ وغیرہ پھر یہ امر بدیہی ہے کہ اس وقت تک اعراب اور نقطوں کے نہ ہونے کی وجہ سے ایک کلمہ کئی انداز سے پڑھا جا سکتا تھا البتہ جن میں مختلف قراءات ایک رسم میں داخل نہیں ہو سکتی تھیں مثلاً فبما کسبت، بما کسبت، ووصی واوصی، تجری من تحتها، تجری تحتھا وغیرہ تو ظاہر ہے ان کو تو ایک انداز سے نہیں لکھ سکتے تھے لہذا جس مملکت کیلئے نسخہ تیار ہوتا تھا وہاں کی قرأت کو اس میں لکھنے کا اہتمام فرمایا اتنی گفتگو سے یہ واضح ہوا کہ مصاحف کے مابین اختلاف تھا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس اختلاف کی وجہ قراءات مختلفہ کی حفاظت تھی ، چنانچہ شیخ عبدالفتاح قاضی اپنی کتاب ''المصحف الشریف'' میں فرماتے ہیں کہ اگر حضرت عثمان غنیؓ کا منشا اس جمع سے ساری متواتر قراءات کی حفاظت نہ ہوتا بلکہ ایک قراءت پر جمع کر کے باقی قرائتوں کو ختم کر دینا مقصود ہوتا تو مصاحف میں کمی زیادتی، حذف واثبات کا یہ اختلاف ہی نہ ہوتا لہذا مصاحف کے مابین کا یہ اختلاف اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کا منشا لوگوں کو قراءات مختلفہ متواترہ پر جمع کرنا اور غیر متواترہ ومنسوخ قراءات کو ختم کرنا تھا۔

سائل: قاری صاحب معاف فرمائیں، اب تک نہ چائے کی درخواست کر سکا اور نہ کچھ، باتیں ہی آپکی اتنی پر لطف ہیں کہ ادھر توجہ ہی نہیں ہو پا رہی ہے، نیز ٹرین بھی ہماری سپر فاسٹ ہے جو اسٹاپ بہت کم کرتی ہے اب اگلے ہی اسٹاپ پر ہمارے قاری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ صاحب تشریف لا رہے ہیں وہ خود کھانا پانی ساتھ لیکر چلیں گے ان کی آمد پر سب مسائل حل ہو جائیں گے، بس قاری صاحب یہ گاڑی رک رہی ہے یہ ہمارے قاری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ صاحب تشریف لے آئے ، یہ یہاں کے مشہور قراء میں سے ہیں عالمی پیمانے پر ہونے والے مسابقات میں شرکت بھی کرتے ہیں۔

مجیب: ماشاءاللہ! بہت اچھا! قاری صاحب تشریف لائیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سائل: اچھا تو قاری صاحب بات دراصل یہ چل رہی تھی کہ کیا مصاحف عثمانیہ میں رسماً اختلاف تھا؟ اور کیا حضرت عثمانؓ کا مقصد لوگوں کو قراءت واحدہ پر جمع کرنا تھا اسلئے سارے مصاحف ایک ہی انداز پر لکھادئے؟ اس مسئلہ پر کچھ ارشاد فرمائیں، تو قاری صاحب کو تھوڑا دم لینے کا موقع مل جائے گا۔

ثالث: مسئلہ تو بڑا اہم ہے، یہ قاری صاحب ہی کا حصہ ہے جو اس مسئلہ پر گفتگو فرمائیں، باقی آپ کا اصرار ہے تو دو ایک باتیں میں بھی عرض کروں، قاری صاحب موجود ہیں کچھ غلطی ہوئی تو اصلاح فرمائیں گے،

دیکھئے! امام ابوداؤدؒ صاحب السنن کے صاحب زادے عبداللہ بن ابی داؤد اپنی ایک مؤقر تصنیف "کتاب المصحف" میں خالد بن ایاس سے سماعاً نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے مصحف امام جو حضرت عثمانؓ کا خاص مصحف تھا اس کو جب دیکھا تو عام اہل مدینہ کے مصحف سے اس میں بارہ جگہوں میں اختلاف تھا۔

ابن ابوداؤدؒ ہی نے کتاب المصحف میں اہل مدینہ اور اہل عراق کے مصاحف میں اٹھارہ مواقع اختلاف کے نقل فرمائے ہیں اور بالتفصیل ان کو بیان فرمایا مثلاً ایک میں سارعوا تو دوسرے میں وسارعوا، ایک میں وسیعلموا الکفار ہے تو دوسرے میں وسیعلم الکافر وغیرہ اور جامعہ بغداد کے کلیۃ الشریعہ کے مدرس غانم قدوری نے اپنی ایک فاضلانہ بحث جو تقریباً آٹھ سو صفحات میں ہے اس میں ابن ندیم کی فہرست سے جن کتب قدیمہ کے اسماء نقل کئے ہیں اس سے تو مسئلہ اور صاف ہوجاتا ہے کہ ان مصاحف کی رسم ایک ہی انداز کی نہ تھی بلکہ ان میں باہم اختلاف تھا چنانچہ سنہ کے اعتبار سے سب سے مقدم کتاب ابن عامر شامیؒ کی کتاب "اختلاف مصاحف أهل الشام والحجاز والعراق" ہے تو دوسری کتاب امام کسائیؒ کی کتاب اختلاف مصاحف اهل المدينة واهل الكوفة والبصرة، ایک کتاب امام فراء کی ہے کتاب اختلاف اهل الكوفة والبصرة والشام فی المصاحف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ، غور فرمائیے! ہمارے ان متقدمین نے نہ معلوم کس عرق ریزی سے بلاد اسلامیہ کے ان مصاحف کا تقابلی مطالعہ فرمایا ہوگا اور ان کے مابین کے مواقع اختلاف کو یکجا فرمایا اور اگر آپ نثر المرجان فی رسم نظم القرآن کا مطالعہ فرمائیں یا ملا علی قاریؒ کی شرح شاطبیہ کو دیکھیں تو ان حضرات نے بھی اختلاف قراءات کے مختلف مواقع میں توجیہ فرماتے ہوئے کئی مواقع میں مصاحف کے مابین کے اختلاف کو بیان فرمایا ہے۔

مجیب: آپ کی اس گفتگو سے کافی اطمینان ہوا بڑا خلجان دور ہوا اور معلوم ہوا کہ کتابوں کی ورق گردانی از حد ضروری ہے اور اپنے مطالعہ کو وسعت دینے کی ضرورت ہے ایک آدھ کتاب دیکھ کر رائے قائم کر لینا درست نہیں ہے اور میں تو پہلے ہی عرض کر چکا وفوق کل ذی علم علیم، اور ویسے بھی اس دور کو دور اشاعت الکتب کہا گیا ہے ہمارے اسلاف برسوں جن کتابوں کو دیکھنے کی تمنا کرتے رہے حتی کہ اس حال میں دنیا سے رخصت ہو گئے آج وہ کتابیں بسہولت دستیاب ہیں بشرطیکہ کوئی دیکھے، اللہ پاک ہمیں توفیق عطا فرمائیں، آمین۔ باقی قاری صاحب چلتے چلتے ایک آخری بات پوچھ لوں، آپ حضرات کو زیادہ تنگ نہیں کروں گا۔

ثالث: نہیں جی، اس میں تنگ کرنے کی کیا بات ہے، ضرور بصد شوق فرمائیے۔

سائل: تو وہ بات یہ ہے کہ ابھی دوران گفتگو ہمارے قاری صاحب نے نقطوں کا بھی اجمالاً ذکر فرمایا تھا تو اس پر عرض یہ ہے کہ یہ نقطے لگائے کب گئے؟ کیوں لگائے گئے؟ اور لگانے والا کون؟

ثالث: سب سے پہلے حضرت ابوالاسود دئلیؒ نے فتحہ ضمہ، اور کسرہ کیلئے نقطوں کی علامتیں وضع فرمائیں، چنانچہ فتحہ کیلئے حرف مفتوح کے اوپر ایک نقطہ اور ضمہ کیلئے حرف مضموم کے سامنے ایک نقطہ اور کسرہ کیلئے حرف کے نیچے ایک نقطہ بطور علامت وضع فرمایا، جیسے بُوبَك کو یوں لکھتے ( )، ان کے بعد عہد عباسی میں خلیل بن احمد فراہیدی نے حرکات کیلئے زیادہ واضح علامتیں وضع فرمائیں اور حرکات کی علامتوں کیلئے ان حروف کو بنیاد بنایا جو ان حرکات ہی سے پیدا ہوتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں چنانچہ مجموعی طور پر آپ نے آٹھ علامتیں مقرر فرمائی، امام خلیل بن احمد کی وضع کردہ آٹھ علامتیں یہ ہیں (۱) فتحہ (۲) کسرہ (۳) ضمہ (۴) سکون (۵) تشدید (۶) ہمزۂ قطعیہ (۷) ہمزۂ وصلیہ (۸) مد، ان علامتوں کو نقط الاعراب کہا جاتا ہے ان کی وجہ سے بہت کچھ سہولتیں پیدا ہو گئیں لیکن دوسری طرف نقط الاعجام یعنی نقطے نہ ہونے کی وجہ سے اچھی خاصی دشواری پیش آتی، بلکہ بعض اوقات ایسے واقعات پیش آئے جو ان دشواریوں کی شہادت دیتے ہیں، چنانچہ محمد بن جریر طبریؒ نے روایت کیا ہے کہ محمد بن جمیل رازی نے نقطے نہ ہونے کی وجہ سے آیت کریمہ (وإذ يمكر بك الذين كفروا ليثبتوك أو يقتلوك أو يخرجوك) میں يخرجوك کی جگہ يُجْرِحُوكَ پڑھا، نیز امام کسائیؒ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ ایک ایسا واقعہ پیش آیا جو میرے حق میں بچوں کی معلمی کا سبب بن گیا آپ فرماتے ہیں کہ میں ایک معلم کے پاس سے گزرا وہ آیت کریمہ (ذواتی اكل خمط وأثل) میں أثل کی جگہ أثل پڑھا رہے تھے میں سہم گیا انہیں تو کچھ نہیں کہا البتہ ایک دوسرے معلم کے سامنے اس واقعہ کا تذکرہ کیا تو وہ صاحب کہنے لگے انہوں نے غلطی کی، صحیح تو (اِبِل) ہے امام کسائیؒ فرماتے ہیں کہ میری تو روح تڑپ گئی اور میں نے بچوں کی معلمی اختیار کی، اسی طرح روایت ہے کہ امیر المؤمنین عبدالملک بن مروان نے ایک فوجی کے ہاتھ حجاج بن یوسف کو خط بھیجا جس میں لکھا تھا (اِقْبَلُوْهُ فِيْ صُفُوْفِ الْجُنْدِ) کہ حامل رقعہ کو فوج میں بھرتی کرلیں اور ظالم نے اپنے مزاج کے مطابق اَقْبِلُوْهُ کو اُقْتُلُوْهُ پڑھا، نتیجہ ظاہر ہے یہ کیوں ہوا؟ نقطے نہ ہونے کی وجہ سے، اس سلسلہ میں ایک واقعہ بڑا مشہور ہے حضرت امام حمزہ زیات علیہ الرحمۃ جو قراء سبعہ میں سے ایک مشہور امام ہیں، بچپن میں بلا استاذ کے صرف مصحف سے قرآن سیکھ رہے تھے اپنے والد کے سامنے دوران تعلیم پڑھا (الٓمٓ ذٰلك الكتاب لا زيت فيه) (زیات کی اولاد کو زیت ہی تو نظر آئے گا) والد صاحب نے فوراً فرمایا: بیٹا! مصحف ایک طرف رکھ دو اور بالمشافہ سیکھنے کی عادت ڈالو، اسی طرح امام بخاریؒ کے شیخ اور ابوبکر بن ابی شیبہ کے بھائی عثمان بن ابی شیبہ نے فلما جهزهم بجهازهم جعل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

السقاية فی رحل اخیه میں فی رحل اخیه کی جگہ فی رِجْل أخیه پڑھا، حاصل یہ کہ سب سے پہلے قرآن کریم میں اعراب لگے اور اس کے واضع اول حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے تلمیذ امام ابوالاسود ظالم ابن عمرو بن ظالم دؤلی ہیں پھر جیسے اعراب نہ ہونے کی وجہ سے لوگ غلطی کررہے تھے تو نقطے نہ ہونے کی وجہ سے بھی لوگ کچھ کا کچھ پڑھ رہے تھے اس لئے قول محقق کے بموجب عبدالملک بن مروان نے والی عراق حجاج بن یوسف ثقفی کو تنقیط کا حکم فرمایا، حجاج نے اس کام کیلئے اس دور کے دو بڑے فقیہ عالم عربیت اور ادیب نحوی تلمیذ امام ابوالاسود دؤلی حضرت نصر بن عاصم لیثی اور یحی بن یعمر العدوانی کا انتخاب فرمایا، اور اس طرح ان دو بزرگوں سے یہ خدمت انجام پائی، شروع میں اس جدید کارنامہ کی قبولیت سے متعلق بعض لوگوں کو تکلف تھا مگر حجاج نے اپنی سطوت اور زور حکومت کے ذریعہ ان سے اسکو تسلیم کروالیا۔

سائل: جزاکم اللہ! آپ حضرات کی گفتگو سے بہت نفع ہوا، سبھی سوالات کا کافی وشافی جواب ہوگیا، مسئلہ مدلل ومبرہن ہوگیا، اتنی لمبی مسافت کا احساس تک نہ ہوا، دھلی آنے سے پہلے پہلے دل کے سارے خلجان دور ہوگئے اب دھلی دور نہیں میں ذرا پہلے نظام الدین ہی اتر جاؤں گا انشاء اللہ پھر ملاقات ہوگی، اللہ تعالی پھر کوئی اور موقع نصیب فرمائیں جس میں آپ حضرات سے مزید استفادہ کرسکوں، جزاکم اللہ، اس ذرہ نوازی وحوصلہ افزائی کے بدل شکریہ، پھر ملیں گے انشاء اللہ، فی امان اللہ، استودع الله دینکم وأمانتکم وخواتیم أعمالکم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

أنزل القرء ان علی سبعة أحرف

کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قراءات مختلفہ میں سے صرف ایک کو محفوظ رکھتے ہوئے باقی سب کو منسوخ کر دیا؟ روایت حفص کے ماسوا دیگر روایات وقراءات کو نماز میں پڑھنا کیسا ہے؟ مکالمہ میں ان کا حل پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے

سوال : السلام علیکم.. جناب خالد صاحب، عرصۂ دراز سے نہ ملاقات نہ زیارت، کیا بات ہے؟ کہاں رہتے ہیں آپ؟ ان مشتاقان زیارت ولقاء کو کب تک تڑپاتے رہیں گے؟

جواب : وعلیکم السلام... برادرم کیا عرض کروں؟ پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ ایسا ساتھ لگا ہوا ہے کہ نہ کھانے کے، نہ پینے کے، نہ بیوی کے، نہ بچوں کے، کہیں کا نہیں چھوڑا ہے ایک منٹ کی فرصت نہیں یا گھر ہے یا مدرسہ، آج تو چونکہ ہمارے کچھ بچے قرأت سبعہ میں قرآن مجید ختم کر رہے ہیں ان کی طرف سے دعوت بھی ملی اور میں خود بھی اس بابرکت اجلاس کی شرکت کو اپنی سعادت مندی سمجھتا ہوں چنانچہ وہیں جا رہا ہوں آپ بھی تشریف لائیے۔

سائل : کیوں نہیں؟ ضرور میں تو خود اس طرح کے موقعوں کا منتظر رہتا ہوں اور یہی کیا کم ہے کہ اس بہانے کچھ دیر آپ کی صحبت میں گزار لوں گا اور جلسہ جب قرأت سبعہ کا ہو رہا ہے تو ضرور بڑے قراء کرام تشریف لائے ہوں گے، سبعہ سے متعلق ان سے مزید سیکھنے سمجھنے کا موقع ملیگا، ورنہ مجھے تو آج تک اس پر بالکل شرح صدر نہیں میں نے اس موضوع پر بہت کچھ دیکھا مگر سوائے اس کے کہ مسئلہ پیچ در پیچ ہوتا جا رہا ہے کچھ حاصل نہیں۔

جواب : محترم آپ جیسے محقق آدمی کی زبانی ایسی باتیں عجیب سی لگتی ہیں آخر وہ کونسی بات ہے اور کیا علجانات ہیں جو آپ کو اس سلسلہ میں پیش آ رہے ہیں میں بھی سننا چاہتا ہوں۔

سوال : ایک دو باتیں تو ہے نہیں جو اس وقت چلتے چلتے عرض کر دوں، پھر بھی کچھ موٹی موٹی باتیں اس وقت آپ کے کہنے پر پیش کر رہا ہوں، مقدمۂ طبری میں ابن جریر طبریؒ نے اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موضوع پر کلام کرتے ہوئے لکھا ہے کہ احرف سبعہ سے مراد قبائل عرب کے سات لغات ہیں اس بنا پر وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان ﷺ کے زمانے تک قرآن کریم ان ساتوں حروف پر پڑھا جاتا تھا لیکن حضرت عثمان ﷺ کے زمانے میں جب اسلام دور دراز ممالک تک پھیلا تو ان حروف سبعہ کی حقیقت نہ جاننے کی وجہ سے لوگوں میں جھگڑے ہونے لگے، مختلف لوگ مختلف حروف پر قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور ایک دوسرے کی قرأت کو غلط ٹھہراتے تھے اس فتنہ کے انسداد کیلئے حضرت عثمان ﷺ نے صحابۂ کرام ﷺ کے مشورے سے پوری امت کو صرف ایک لغت یعنی لغت قریش پر جمع کر دیا اور اسی کے مطابق سات مصاحف مرتب فرما کر مختلف صوبوں میں بھیج دئے اور باقی تمام مصاحف کو نذر آتش کرا دیا تا کہ کوئی اختلاف پیدا نہ ہو سکے لہذا اب لغت قریش کا حرف باقی رہ گیا اور باقی چھ حروف محفوظ نہیں رہے ورنہ حدیث تو انزل القرآن علی سبعۃ احرف موجود ہے جس کے ثبوت میں کوئی کلام نہیں اور ان حروف کے منزل من اللہ ہونے میں بھی کوئی شک نہیں مگر اب چھ حروف محفوظ نہیں رہے تو پھر آج کل اس کا یہ رواج چہ معنی دارد؟ کبھی سوچتا ہوں تو میرا دماغ چکر کھا جاتا ہے کہ اس کے پیچھے اس قدر جدوجہد اور اوقات عزیز کو کیوں ضائع کیا جا رہا ہے؟

جواب : عزیزم! قبل اس کے کہ میں اس موضوع پر لب کشائی کروں اولاً یہ عرض کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ ابھی آپ سے ابن جریرؒ کے کلام کا جزو آخر بیان سے رہ گیا ہے اسلئے کہ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ قرائتوں کا جو اختلاف آج تک باقی چلا آ رہا ہے وہ بھی اسی ایک حرف قریش کی ادائیگی کے مختلف طریقے ہیں گو یہ بھی صحیح نہیں جس کو میں بعد میں ذکر کروں گا مگر اس سے اتنی بات ضرور نکلتی ہے کہ آج کل کی مروجہ قراءات کے وہ بھی قائل ہیں جس کے بارے میں آپ کو شرح صدر نہیں، بس جن پر تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے آپ نے جس کو بنیاد بنایا تھا اسی کلام کی بدایت و نہایت میں تعارض ہو رہا ہے اور تعارض باعث تساقط ہوتا ہے پھر اس کلام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے استدلال کرنا کیسے صحیح ہوگا؟

سوال : میری تو توجہ ادھر گئی ہی نہیں، واقعی چوک ہوگئی ہے۔

جواب : خیر! مگر یہ کلام بھی اپنی جگہ پر صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس وقت لغت قریش کے ماسوا اور قبائل کے لغات بھی کلام پاک میں موجود ہیں، مثلاً افلم ییئس الذین امنوا میں کلمہ ییئس یہ لغت ھذیل ہے اور اس طرح کی دوسری مثالیں جس کو صاحب اتحاف فضلاء البشر نے ذکر کیا ہے پھر ان کا احرف وقراءات کو الگ الگ قرار دینا یہ بھی صحیح نہیں ہے اسلئے کہ قول مختار ومحقق بلکہ جمہور کے مطابق احرف سے مراد اختلافات قراءات ہی ہیں، پھر جس علت کی بنیاد پر ابن جریر احرف ستہ کو منسوخ قرار دے رہے ہیں وہ اختلاف سے امت کو دور رکھ کر حرف واحد پر جمع کرنا ہے تو کیا اختلافات قراءات کو محفوظ رکھ کر امت کو اس خطرہ سے بچایا جاسکتا ہے؟ پھر اگر یہی بات تھی تو کیا یہ اختلاف دور نبوت میں موجود نہیں تھا؟

سوال : جی ہاں ! حضرت عمر اور ہشام بن حکیم بن حزام ﷺ کا واقعہ مشہور ہے۔

جواب : تو جب واقعۃً یہ بات تھی تو یہ کام اسی وقت ہوجانا چاہئے تھا، پھر اگر حضرت عثمان ﷺ نے ان قراءات کو ختم کردیا تو پھر سلف وخلف میں تعلیم وتعلم، تحریر وتقریر کے ذریعہ اس کی حفاظت کا اس قدر اہتمام کیوں؟ پھر آپ ہی سوچئے وہ قراءات جن کو حضرت عثمان ﷺ وصحابۂ کرام ﷺ نے بارگاہ رسالت سے حاصل کیا تھا ان کو یکسر صفحۂ ہستی سے مٹادینے پر وہ حضرات کیسے متفق ہوجاتے اور ذرا غور کیجئے! بات کہاں تک پہونچتی ہے، ادھر تو وہ احرف سبعہ کو منزل من اللہ مان رہے ہیں اور دوسری طرف حضرت عثمان ﷺ کو ان سے حروف ستہ کو ختم کرنے والا قرار دے رہے ہیں اس طرح تو حضرت عثمان ﷺ کا بجائے جامع قرآن کے ناسخ قرآن ہونا لازم آتا ہے پھر یہ بات دعوۂ خداوندی إنا نحن نزلنا الذکر وإنا له لحافظون کے بھی خلاف جارہی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال : مگر قاری صاحب! قطع کلام پر معافی چاہتے ہوئے عرض کروں گا کہ ابن جریرؒ نے یہ بھی تو لکھا ہے کہ دراصل امت کو قرآن کریم کی حفاظت کا حکم ہوا تھا کہ وہ سات حروف میں سے جس حرف کو چاہے اختیار کرے، چنانچہ اس اختیار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک اجتماعی مصلحت کے خاطر چھ حروف کی تلاوت کو چھوڑ دیا اور ایک حرف کی حفاظت پر متفق ہو گئے، جیسا کہ قرآن کریم نے جھوٹی قسم کھانے کے کفارے میں تین باتوں کا اختیار دیا ہے یا تو وہ غلام کو آزاد کرے یا دس مسکینوں کو کھانا کھلا دے یا ان کو کپڑا دیں۔

جواب : میرے محترم! بات آپ کی صحیح ہے مگر آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ بیشتر محقق علماء نے ان کے اس نظریہ کی سختی سے تردید فرمائی ہے، آپ ہی غور کر لیجئے کہ کفارۂ یمین کے مسئلہ میں اختیار ضرور دیا ہے مگر کیا یہ صحیح ہوگا کہ امت ان میں سے ایک کو اختیار کر کے باقی کو اس طرح بھلا دے کہ اس کا جاننے والا کوئی بھی باقی نہ رہے یقیناً امت کیلئے ایسے اقدام کی گنجائش نہیں، ٹھیک اسی طرح سبعۃ احرف سے حرف واحد کا اختیار امت کو ضرور دیا گیا ہے مگر اس طرح نہیں کہ باقی احرف ستہ کو بالکل بھلا دے، اور اگر ابن مجاہد کی کتاب السبعہ دیکھی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ قراء سبعہ میں کے بعض صحابۂ کرام ﷺ کے بالواسطہ اور بعض بلا واسطہ شاگرد ہیں جنہوں نے بالمشافہہ ان حضرات سے قراءت کو حاصل کیا ہے اور یہ وہ صحابۂ کرام ﷺ ہیں جو جمع قرآن کی کمیٹی کے اہم ارکان تھے، بلکہ ابن عامر شامی نے تو بلا واسطہ حضرت عثمان ﷺ سے قراءت کو حاصل کیا ہے جب یہ بات ہے تو کیا یہ ممکن ہے کہ ایک طرف تو قراءات متعددہ کو ختم کر کے قراءات واحدہ پر امت کو جمع کر لیں اور دوسری طرف خود ہی تعلیم و تعلم کے ذریعہ اس کو رواج دیں۔

سوال : قاری صاحب! آپ کی بات تو سمجھ میں آرہی ہے مگر بخاری شریف کی اس روایت کا مطلب کیا ہوگا جس میں حضرت عثمان ﷺ جمع قرآن کے رکن رکین حضرت زید بن ثابت ﷺ کو ہدایت فرما رہے ہیں" وإذا اختلفتم أنتم وزيدبن ثابت ﷺفي شيء من القرء ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فاكتبوه بلسان قريش فإنما نزل بلسانهم "اس سے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قراءۃ واحدہ پر ہی جمع کرنے کیلئے کہا جارہا ہے یہ تو بخاری شریف کی روایت ہے۔

جواب : ماشاءاللہ! بڑی نظر ہے آپ کی، بڑے موقع سے آپ نے حدیث پاک پیش فرمائی اور اس سے جو مفہوم آپ مراد لے رہے ہیں آپ سے پہلے بھی بہت سے لوگوں نے اس کا یہی مطلب نکالا ہے، لیکن اگر حضرت عثمان ﷺ کے اس ارشاد پر اچھی طرح غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت اس کا یہ مطلب سمجھنا درست نہیں بلکہ حضرت عثمان ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ قرآن کریم کی کتابت کے دوران رسم الخط کے طریقہ میں کوئی اختلاف ہو تو قریش کے رسم الخط کو اختیار کیا جائے، چنانچہ اختلاف ہوا بھی تو تابوت کی تاء کے رسم سے ہی متعلق ہوا، اور إذا اختلفتم کے لفظ ہی میں مزید غور کیا جائے تو اس میں آپ کے سوال کا جواب موجود ہے...

دیکھئے ! اگر قراءۃ واحدہ ہی کو باقی رکھنا تھا تو اختلاف کا کیا سوال؟ بلکہ ان حضرات نے رسم الخط ہی وہ اختیار کیا ہے جس سے ساری قراءات خود بخود نکل سکیں جیسے" كيف ننشزها "رسم الخط ہی ایسا ہے جو مختلف قراءات متواترہ کا حامل ہے اسے يَنْشُزها بھی پڑھ سکتے ہیں اور يَنْشُرُهَا کی قراءۃ بھی نکل سکتی ہے اس طرح جبرئیل کو دیکھئے! اس کا رسم الخط ایسا ہے کہ اس کو جِبْرِيْلَ، جَبْرَئِيْلَ، جَبْرَئِلَ ہر طرح پڑھ سکتے ہیں اور یہ ساری قراءات متواترہ ہیں، پھر عوام ہی نہیں بلکہ ہم جیسے پڑھے لکھے لوگ بھی یہ سمجھ رہے ہیں کہ امت کو لغت قریش پر جمع کیا ہے اس سے مراد یہی قراءت ہے جس کی تلاوت کا آج کل رواج ہے حالانکہ وہ تو امام عاصمؒ کی قراءت ہے (جو کوفہ یعنی عراق کے رہنے والے تھے)، اگر یہ بات صحیح ہے تو پھر امام نافع مدنی، ابن کثیر مکی کی قراءۃ لغت قریش کے مطابق ہونی چاہئے کہ وہ مکہ، مدینہ کے رہنے والے تھے۔

سوال : الحمدللہ! آپ کی باتیں غور سے سنیں، بڑی خوبی سے آپ نے ہر ہر گتھی کو سلجھایا، ساری باتیں خوب سمجھ میں آگئیں گو وقت کافی ہوگیا ہے مگر چلتے چلتے ایک مسئلہ خیر کی طرف توجہ دلانا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ کی گفتگو سے قراءات متواترہ کی قرءانیت تو خوب سمجھ میں آگئی مگر آپ کے یہاں سے جب تعطیلات میں طلبہ گھر آتے ہیں تو قراءات مختلفہ نماز میں بھی پڑھنے لگتے ہیں، عوام ناواقفیت کی وجہ سے لقمہ دیتی ہے اور نماز کے بعد ایک ہنگامہ ہو جاتا ہے جو مجھے اچھا معلوم نہیں ہوتا، اس میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب : گو وقت تنگ ہو رہا ہے مگر مسئلہ بھی اہم ہے لہذا بہت اختصار کے ساتھ دو لفظوں میں اس کا جواب عرض کر دوں وہ یہ کہ شامی، عالمگیری، تاتارخانی، منیۃ المصلی وغیرہ کتب فقہ میں اس کی صراحت موجود ہے، علامہ شامی فرماتے ہیں " القرء ان الذی تجوز به الصلوة بالاتفاق هو المضبوط فی مصاحف الأئمة التی بعث بها عثمان ﷺ إلی الامصار وهو الذی أجمع علیه الأئمة العشرة " اس پر تاتارخانیہ میں اضافہ ہے کہ " ولا ینبغی للأئمة أن یحملوا العوام إلی ما فیه نقصان دینهم ودنیاهم ولا یقرء علی رؤس العوام والجهال مثل قراءة أبی جعفر وابن عامر صیانةً لدینهم " اس سے معلوم ہوا کہ فقہاء نے عوام اور خواص کا فرق کیا ہے، عوام سے ممانعت صیانة لدینهم ہے اس سے یہ بھی نکلتا ہے کہ اگر عوام کو پہلے سمجھا دیا جائے اور پھر پڑھا جائے تو اجازت ہے ساتھ ہی یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ خواص کیلئے تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے خصوصاً ہمارے مدارس عربیہ میں تو اس کا رواج ہونا ہی چاہئے، ملا علی قاریؒ نے شرح شاطبیہ میں اپنا عمل نقل کیا ہے کہ میں پہلی رکعت میں ملك اور دوسری رکعت میں مالك پڑھ کے دونوں قراءت کو جمع کرتا ہوں پھر میں نے ابوشامہ کو دیکھا تو ان کا بھی یہی عمل تھا جزریؒ کا عمل دیکھا کہ وہ پہلی رکعت میں مالك اور دوسری رکعت میں ملك پڑھتے کہ اول رکعت دوسری رکعت کی بنسبت طویل ہونی چاہئے اس سے ان حضرات کا مختلف قراءت میں تلاوت کرنا معلوم ہوتا ہے۔

اور محدث پانی پتیؒ نے تو چودہ سال میں چودہ روایتوں میں قرآن کریم خود تراویح میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سنایا بلکہ قاری عبدالرحمٰن مکیؒ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ جب ایک ہی وجہ عوام میں شائع ہو گئی ہو اور دوسری وجہ جو کہ عندالقراء ثابت ہو مگر عوام میں متروک ہو گئی ہو تو ایسی صورت میں اس کا لکھنا، پڑھنا، پڑھانا نہایت ضروری ہے۔

اس پوری گفتگو سے اتنی بات تو ضرور نکلتی ہے کہ مدارس عربیہ میں تو کم از کم اس کا رواج ضروری ہے جہاں صیانة لدینهم کا مسئلہ ہی پیدا نہیں ہوتا بہرکیف اس باب میں اعتدال کی ضرورت ہے وہ یہ کہ عوام میں احتیاط سے کام لیا جائے اور خواص میں اس کو رواج دیا جائے۔

سوال : جزاکم اللہ! قاری صاحب آپ کی ملاقات بڑی مفید رہی عرصہ دراز کے خلجانات دور ہو گئے گو آپ کا کافی وقت لیا مگر ان شاء اللہ روز قیامت آپ کے میزان عمل میں رہے گا، اللہ پاک آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، جلسہ کا آغاز بھی ہو چکا ہوگا تو چلئے میں بھی آپ کے ہمراہ چلتا ہوں۔

جواب : آپ کے ذوق تحقیق وتلاش حق کیلئے جدوجہد کو دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی، پھر ملاقات ہوگی تو ان شاء اللہ تعالی اس مسئلہ پر تفصیل سے گفتگو کریں گے، تو چلئے چلتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قراءتِ ثلثہ کا تواتر

مکالمہ میں قراءات ثلاثہ کا تعارف، ان تین قراءتوں کو بیان کرنے کیلئے علامہ جزریؒ کا "الدرة المضیئة" جیسی کتاب کا بحالت سفر انتہائی کس مپرسی و منتشر البالی کی حالت میں نظم کرنا، ائمہ ثلاثہ کے مختصر حالات، نیز ان کے باب میں غیر متواتر ہونے کے شبہ کی حقیقت اور اس کا ازالہ جیسے ضروری و اہم عناصر کو مرکز گفتگو قرار دیا گیا ہے

ساجد : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جمیل : وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ساجد : آج عرصۂ دراز کے بعد آپ کے دیدار ہو رہے ہیں، کہاں رہتے ہو؟ اور کیا مصروفیات ہیں؟

جمیل : بات صحیح ہے آپ کی، مگر جیسا کہ آپ کو معلوم ہے ابتداء ہی سے تھوڑا سا چسکا دنیوی تعلیم کا لگا ہوا تھا بس فراغت کے بعد ادھر ہی توجہ رہی، اور آپ مخلصین کی دعاؤں سے بی۔اے، (B.A.) کر لیا ہے مگر پتہ نہیں کیا وجہ ہے کہ طبیعت اس ماحول میں لگتی نہیں، ارادہ یہی کر لیا ہے کہ کسی دینی ادارہ سے وابستہ ہو کر کوئی چھوٹی موٹی خدمت اپنے سر لے لوں، اسی میں راحت ہے، اسی میں سکون ہے، اور آپ نے بھی تخصص فی التجوید کا ارادہ کیا تھا اس کا کیا ہوا؟

ساجد : جی ہاں! آپ نے خوب یاد رکھا اور آپ کی دعاؤں کی برکت سے وہی ہوا، اب میں بھی سبعہ عشرہ کی تکمیل کر چکا ہوں، اس فن کی ٹوٹی پھوٹی خدمت انجام دے رہا ہوں، اللہ پاک شرف قبول بخشے۔

جمیل : ماشاء اللہ! اللھم زد فزد، اچھا تو یہ بتلائیے کہ اس وقت ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ دولہے بنے کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ کہیں شادی وادی ہے کیا؟ اور آپ کی شادی ہو گئی یا نہیں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساجد : جی ہاں ! تقریب تو شادی ہی کی ہے، مگر نوعیت اس کی جدا ہے اور وہ یہ کہ آج ہمارے ایک عزیز مفید الاسلام صاحب سلمہ قراءات ثلثہ کی تکمیل کر رہے ہیں اسی مناسبت سے مدرسہ فلاح دارین ترکیسر میں ایک اختتامی دعائیہ مجلس منعقد ہونے والی ہے، آں عزیز نے دیرینہ روابط کی بنیاد پر عاجز کو بھی یاد کیا ہے اس میں شرکت کیلئے جا رہا ہوں ان کو خوشی ہوگی، اور ہم اس بہانے دعاؤں میں شریک ہو جائیں گے چلئے! آپ بھی، لطف رہیگا۔

جمیل : میں ضرور چلتا، مگر اس وقت تھوڑا مصروف ہوں، پھر کسی موقع سے حاضر ہوں گے، انشاءاللہ، مگر آپ نے یہ قراءات ثلثہ فرمایا تو سبعہ کے علاوہ اور بھی قراءات ہیں؟ سبعہ تو قاری صاحبؒ سے خوب سنتے تھے مگر یہ ثلاثہ کا لفظ تو آپ کی زبان سے آج ہی سن رہا ہوں یہ کیا چیز ہے؟

ساجد : جی ہاں! ہمارے اس زمانہ میں بھی سبعہ ہی کی جماعت بنی تھی ثلاثہ تو ہماری فراغت کے بعد پڑھا پڑھایا گیا ہے، لہذا آپ کو واقفیت نہیں ہوگی، مگر ایسی رواروی میں اس پر کیا عرض کروں گا پھر بھی مالا یدرك کله لا یترك کله کچھ ضرور عرض کردوں گا، دیکھئے! قراءۃ سبعہ متواترہ کی تکمیل کے بعد ان تین قراءتوں کو جو ائمۂ ثلاثہ امام ابو جعفر یزید بن قعقاع، امام یعقوب حضرمی اور امام خلف بن ہشام اختیاری کی طرف منسوب ہے ان کو بطریق درۃ للامام الجزری پڑھنے کو قراءات ثلاثہ کہتے ہیں اور قراءت سبعہ وثلاثہ کے مجموعے کا نام عشرۂ صغیر ہے، کچھ لوگ صرف درۃ میں بیان شدہ تین قراءتوں کو جو عشرۂ صغیر کہہ دیتے ہیں یہ صحیح نہیں، جس سے یہ سمجھ میں آیا کہ ایک عشرۂ کبیر بھی ہے ان تمام ائمہ عشرہ کی قراءتوں کو بطریق طیبۃ النشر للامام الجزری پڑھنے کو عشرۂ کبیر کہتے ہیں۔

جمیل : اچھا صاحب! یہ جو آپ نے دُرّۃ للامام الجزری کا تذکرہ کیا اس کا آپ ذرا تعارف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرایئے یہ کیا ہے؟

ساجد : محقق فن، حافظ حدیث، امام جزریؒ نے ابتداءً علامہ دانیؒ کی کتاب التیسیر پر ان تین قرائتوں کا اضافہ کرتے ہوئے ایک کتاب "تحبیر التیسیر" تصنیف کی جو قراءت عشرہ پر مشتمل ہے، مگر پھر سہولت کی خاطر ان ائمہ ثلاثہ کی قرائتوں کو الگ کرتے ہوئے ایک قصیدہ نظم فرمایا جس کا نام "الدرة المضیئة" ہے اور یہ قصیدہ کچھ اس انداز میں نظم فرمایا کہ بعد والوں نے اسی سے خوشہ چینی کی اور آج تک قراءات ثلاثہ کیلئے اسی قصیدۂ درۃ کو مبنیٰ بنائے ہوئے ہیں۔

جمیل : جب یہ قصیدہ اتنی افادیت کا حامل ہے جو آپ نے بیان فرمائی تو مصنف علامؒ نے کس قدر اطمینان و اہتمام سے اس کی تالیف فرمائی ہوگی۔

ساجد : ارے صاحب! بات تو آپ کی ٹھیک ہے کہ ایک مؤلف و مصنف کو اس قدر دل جمعی کی ضرورت ہوتی ہے مگر میں آپ کو کیا بتاؤں کہ حضرت موصوف کو جمعیت خاطر بالکل میسر نہ ہو سکی، اور اس قدر پریشان حال اور منتشر البال ہونے کے وقت اسے لکھا کہ ہم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے، قصیدہ کے اخیر میں خود موصوف نے تالیف کا حال بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میں حج و زیارت کے ارادہ سے ایک قافلہ کے ہمراہ جا رہا تھا کہ ایک رات کچھ بدوؤں نے ہمارے قافلہ پر چھاپا مارا اور اس طرح لوٹ لیا کہ ہمارے پاس کچھ نہ چھوڑا قریب تھا کہ وہ مجھے قتل کر دیتے مگر غیبی نصرت میرے شامل حال ہوئی اور حق تعالیٰ نے مجھے کسی طرح قبیلہ عنیزہ میں پہونچا دیا جہاں ایک میرے محسن مل گئے جنہوں نے مدینہ طیبہ تک کی میری سواری اور دیگر ضروریات کا انتظام کر دیا، جس کی وجہ سے میں بے فکر ہو گیا۔

ہم سمجھ سکتے ہیں کہ ایسے وقت میں کسی شخص کی ذہنی الجھنوں کا کیا حال ہو سکتا ہے؟ سکون و اطمینان کا تو تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، آپ نے ایسے حالات میں یہ قصیدہ نظم فرمایا جس سے دنیا آج تک فائدہ اٹھا رہی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جمیل : سبحان اللہ! سبحان اللہ! مسائل فن کا کس قدر استحضار ہوگا؟ فن پر کس قدر عبور حاصل ہوگا؟ ما شاء اللہ! اچھا ایک سوال ابھی ذہن میں آرہا ہے اجازت ہو تو عرض کردوں۔

ساجد : کیوں نہیں! ضرور!

جمیل : کیا یہ قراءات ثلاثہ بھی سبعہ کی طرح متواتر ہیں یا نہیں؟ غالباً بعض حضرات نے اس کو غیر متواتر یا شاذ لکھا ہے۔

ساجد : بڑی اہم بات پوچھی آپ نے، تو دیکھئے! یہ بات آپ کی صحیح ہے کہ کہیں کہیں کسی کی عبارت ملتی ہے کہ ائمہ سبعہ ہی کی قراءت صرف متواتر ہیں جس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ ان کے ماسوا قرائتیں غیر متواتر و شاذ ہیں، اور جیسا کہ کتابوں میں موجود ہے کہ یہ مغالطہ لوگوں کو امام ابوبکر بن مجاھدؒ کی کتاب السبعہ فی القراءۃ سے ہوا ہے کہ مصنف نے اس کتاب میں سات قرائتوں کو بیان کیا ہے جن سے لوگوں کو ان قراءتوں میں تواتر کے انحصار کا شبہ ہوا پھر حدیث " انزل القرآن علی سبعة احرف " سامنے آئی اس سے انہوں نے اور تائید حاصل کرلی اور یہ کہہ دیا کہ سات قراءتوں کے علاوہ باقی غیر متواتر اور شاذ ہیں۔

اولاً آپ کو یہ بھی بتادوں کہ صرف ان ہی قراءتوں کے جمع کرنے کا پس منظر کیا تھا؟ تیسری صدی ہجری میں ان گنت قراءتیں پڑھی پڑھائی جاتی تھیں اور کتب فن سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ پانچ ہزار طرق میں قرائتیں موجود تھیں جن کے ناقلین کی حیثیات بھی مختلف تھیں۔

محققین فن لکھتے ہیں کہ بعض وہ تھے جن کا حافظہ مضبوط، عقل کامل اور روایت میں بڑے محتاط تھے تو دوسرے وہ تھے جن میں ان اوصاف میں سے کسی کی کمی تھی، کچھ وہ تھے جو قراءت واسانید روایات میں تو ماہر تھے مگر عربیت میں مہارت نہ تھی، کچھ لغت و عربیت میں مہارت رکھتے تھے تو قراءت کا علم نہ تھا جس کی وجہ سے وہ بہت سی ایسی روایتیں پڑھنے لگے جس کو گذشتہ ائمہ میں سے کسی نے نہ پڑھا ہو، ایسے کئی واقعات کتابوں میں موجود ہیں، (وقت نہیں ورنہ میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ کو ضرور سناتا) نتیجہ یہ ہوا کہ حق و باطل میں تمیز دشوار ہونے لگی لوگ غلط کو صحیح اور صحیح کو غلط سمجھنے لگے، ایسے وقت میں امام ابوبکر بن مجاہدؒ بغدادی جیسے آدمی کھڑے ہوتے ہیں اور وقت کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کرنے کیلئے کمر ہمت باندھتے ہیں اور اسی سلسلہ میں انہوں نے یہ کتاب لکھی اور صرف مشہور مروج قراءتوں کو جمع کیا جس سے قطعاً دیگر قراءتوں کا غیر متواتر ہونا لازم نہیں آتا، اگر یہ قراءات ثلاثہ غیر متواتر ہوتیں تو پوری کتاب میں وہ کسی جگہ تو اس کی تصریح ضرور کرتے جبکہ انہوں صرف عربیت کی بنیاد پر غیر متواتر قراءت پڑھنے والوں کو کوڑے لگوائے نیز جیسا کہ ابن مجاہدؒ کی مراد کو بیان کرتے ہوئے انہی کے معاصر امام ابوالفتح عثمان بن جنی اپنی کتاب ''المحتسب'' میں بیان فرماتے ہیں کہ ابن مجاہدؒ کا سات قراءتوں کو بیان کرنے کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ ماورائے سبعہ غیر متواتر ہیں، لیکن چونکہ منجملہ قراءات متواترہ یہ سات قراءتیں زیادہ مشہور اور مروج ہیں اسلئے انہیں کو جمع کیا۔

معلوم ہوا کہ مذکورہ خیال یعنی قراءات سبعہ کے علاوہ دیگر قراءات کا غیر متواتر ہونا محض اس مغالطہ کی بنیاد پر ہے جو ابن مجاہدؒ کے منشاء کو صحیح طور پر نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، ورنہ ابن مجاہدؒ کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے اور چونکہ ابن مجاہدؒ کی اس کتاب سے مغالطہ واقع ہوا ہے، اس لئے بعد کے لوگوں نے ابن مجاہدؒ کے اس قراءات سبعہ کے بیان پر اکتفا کرنے کو نا مناسب قرار دیا، چنانچہ علامہ سیوطیؒ ''الاتقان'' میں ابوالیاس بن عمار سے نقل فرماتے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ جس شخص نے انہی سات قرائتوں کی صحت نقل کی ہے اس نے غیر مناسب بات کہہ کر عام لوگوں کو وہم کے پھندے میں پھنسا دیا جس کے باعث کوتاہ نظر لوگ انہی قرائتوں کو حدیث نبوی ﷺ میں مذکور سبعۃ احرف کا مصداق تصور کرنے لگے کاش اگر وہ اس بات پر اقتصار کرتے کہ معتبر قاریوں کی تعداد میں سات سے کم یا زیادہ کا عدد رکھتے تو ہرگز شبہ نہ ہوتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قاسم : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ساجد : وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

قاسم : کہئے قاری صاحب! ومولانا صاحب کیسے ہو؟ کہاں کا ارادہ ہے؟

ساجد : الحمدللہ آپ کی دعائیں ہمارے ساتھ ہیں اور آپ کدھر راستہ بھولے۔

قاسم : ہاں بھائی! مصروفیت اس درجہ ہے کہ سانس لینے کی فرصت نہیں مگر آج کلکتہ کے ایک طالب علم مفید الاسلام سلمہ ثلاثہ میں قرآن ختم کررہے ہیں جس کی دعائیہ مجلس میں شرکت کی غرض سے نکلا ہوں۔

ساجد : اچھا اچھا! میں بھی تو وہیں جارہا ہوں، اور یہ لفظ ثلاثہ نے تو واقعۃً ثلاثہ کو جمع ہی کردیا اب تو آپ ہی ثالث ہوکر اس مسئلہ کو سلجھائیں گے۔

قاسم : مگر یہ تو بتلایئے کہ بات کیا ہے؟

ساجد : بات کچھ نہیں! بس کافی دیر سے قراءات ثلاثہ کی روایتی حیثیت پر بات کررہے ہیں، مولانا صاحب نے کچھ سوال چھیڑ دیئے ہیں اس پر بات کررہے ہیں اب تو الحمدللہ آپ بھی تشریف فرما ہیں، کچھ معلومات میں اضافہ فرمائیں گے۔

قاسم : بہت اچھا مگر یہ تو بتلایئے کہ آپ سوال کیا کررہے ہیں؟

ساجد : بس قراءات ثلاثہ کے تواتر پر بات کیجئے! اس کو غیر متواتر وشاذ کہنا درست ہے یا نہیں؟

قاسم : دیکھئے! یہ قراءات ثلاثہ غیر متواتر نہیں ہوسکتی اور نہ اس کو کسی نے غیر متواتر کہا ہے، ہاں صرف ابن مجاھدؒ کے کلام سے بعض حضرات نے اس کو اس طرح سمجھا ہے، مگر ابن مجاہدؒ جیسے آدمی اس کو غیر متواتر نہیں کہہ سکتے، اولاً تو آپ ائمۂ ثلاثہ کے مقام ہی کو دیکھئے وہ اتنے رفیع درجات پر ہیں کہ آپ اگر ان کا بلند مقام دیکھنے جائیں تو ٹوپی نیچے گر جائے گی، میں یوں ہی نہیں کہہ رہا ہوں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیکھئے! امام اول امام ابو جعفرؒ: آپ کی سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ جب آپ چھوٹے تھے تو ام سلمہؓ کی خدمت میں ان کو پیش کیا گیا، ام المؤمنینؓ نے آپ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعائیں فرمائیں اور خلق کثیر مثلاً نافع ابن جماز، ابن وردان وغیرھم جیسے علماء کبار نے آپ سے پڑھا، آپ حضرت ابوھریرہؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں اور آپ کو قلیل الحدیث ہیں مگر کبار محدثین مثلاً امام مالک، عبدالعزیز الدراوردی وغیرہ آپ سے روایت کرتے ہین اور ناقدین میں امام نسائی اور یحیٰی بن معین نے آپ کی توثیق کی ہے اور امام مالکؒ فرماتے ہیں "کان جعفر رجلا صالحا یفتی الناس بالمدینة"

ابن الجزریؒ نے منحد المقرئین میں علامہ ابن تیمیہؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ بہت سے ائمہ مثلاً سفیان بن عیینہ واحمد بن حنبل نے حمزہ وکسائی کی قراءت کے ہوتے ہوئے ابو جعفر وشعبہ بن نصاح کی قراءت اختیار کی تھی۔

آپ کی فضیلت اور آپ کی قراءت کو متواتر ثابت کرنے کیلئے یہی کافی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے آپ کو کعبۃ اللہ کی امامت سپرد فرمائی، اور ایک عرصہ تک آپ امامت فرماتے رہے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ آپ کی اقتداء میں نماز پڑھتے رہے، نیز آپ نے تقریباً پچاس سال تک مسجد نبوی ﷺ میں قراءت کا درس دیا جبکہ مدینہ منورہ میں اس وقت صحابۂ کرام وتابعین عظام اور فقہاء کی ایک جماعت موجود تھی اگر یوں کہہ دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ آپ کی قراءت پر سب کا اجماع تھا۔

امام ثانی: امام یعقوب حضرمی ہیں آپ امام قراءت، زاہد، صالح، امام نحو عربیت وفقہ ہیں۔

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ یعقوب امام شافعیؒ، قاضی ابو یوسفؒ امام محمد بن الحسن، ابن عیینہؒ، ابن المبارکؒ، یحیٰی بن القطان ابن مہدیؒ، زید بن ہارونؒ، یحیٰی الیزیدی، سلیم بن یحیٰی المعلمی جیسے ائمہ فقہ وحدیث وناقدین حدیث کی موجودگی میں اپنی قراءت مدینہ منورہ کے لوگوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو پڑھاتے تھے، اوران میں سے کسی نے ان کا رد نہیں کیا، اسی طرح خلفاء بنو عباس سے ہارون رشید، امین، مامون وغیرہم نے اور کسی نے ان پر نکیر نہیں کی اور نہ اس سے ان کو روکا، بلکہ ابن خلکان کہتے ہیں کہ آپ بڑے علمی گھرانے کے فرد تھے اور اقرأ القراء تھے آپ سے بالواسطہ اور بلا واسطہ عام اہل شام اور حرمین شریفین وعراق کے قراء نے قراءت کو اخذ فرمایا ہے، نیز آپ بھی ایک مدۃ تک بصرہ کی جامع کبیر کے امام رہے پانچوں نمازوں کے علاوہ رمضان میں تراویح بھی پڑھاتے جبکہ بصرہ علماء وفضلاء سے بھرا پڑا تھا مگر کسی نے آپ پر نکیر نہیں کی۔

علامہ جزریؒ فرماتے ہیں کہ قراءت یعقوب کو ان شاذ قراءتوں میں سے قرار دینا جن کی نہ تو تلاوت جائز اور نہ ہی ان سے نماز درست، یہ بڑی انوکھی اور نہایت حیرت انگیز بات ہے، بلکہ بہت سنگین غلطی ہے یہ ایسی چیز ہے جو آخری زمانہ میں پیدا ہوئی ، یہ ان لوگوں کا قول ہے جن کا قول لائق اعتبار نہیں ہے۔

آپ کی قراءت بھی قراءت صحیحہ نیز سبعہ ہی کی طرح متواتر ہے، ابن الجزریؒ فرماتے ہیں کہ قراءت یعقوب وائمہ سبعہ کی قراءات کے درمیان فرق نہیں ہے۔

امام ثالث : خلف بن ہشام ہیں آپ کے شرف کیلئے یہی کافی ہے کہ امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں اور امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں، ابوزرعہ، ابوحاتم، ابویعلی الموصلی نے آپ سے روایات نقل کی ہیں ، اور نسائی اور ابن معینؒ نے آپ کی توثیق کی ہے، "قال الذهبی له اختیار فی الحرورف صحیح ثابت لیس شاذا أصلا ولا یکاد یخرج فیه عن القراء ات السبعة" معلوم ہوا آپ کی قراءت شاطبیہ، تیسیر، العنوان وغیرہ کتب میں موجودہ قراءت سبعہ سے الگ نہیں، لہذا ان قراءت پر طعن کرنے والا گویا سبعہ پر طعن کرنے والا ہے۔

یہ ہیں ان حضرات کے مختصر حالات کیا اس درجہ متفق علیہ شخصیات کی قراءت کو غیر متواتر کہا جاسکتا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جمیل :اچھا قاری صاحب! اگر یہی بات ہے تو علامہ سبکیؒ کی اس عبارت کا کیا مطلب! جس سے ثلاثہ کے عدم تواتر کا شبہ ہوتا ہے؟ سال گذشتہ میرا برطانیہ کا سفر ہوا اس دوران لندن کے اس کتب خانہ کی زیارت کا بھی موقع ملا جہاں نادر و نایاب کتابوں کا اچھا خاصا ذخیرہ ہے اور انڈیا آفس لائبریری کے نام سے مشہور ہے وہاں دیکھتے دیکھتے علامہ سبکیؒ کی جمع الجوامع فی الاصول کی اس عبارت پر نظر پڑی وہ فرماتے ہیں "والسبع متواتر والصحیح أن ما وراء العشر فهو شاذ" سبعہ متواترہ کے الفاظ انحصار کی طرف مشیر ہیں اور باقی غیر متواتر۔

ساجد : علامہ قاضی القضاۃ ابونصر عبدالوہابؒ مؤلف جمع الجوامع جو علامہ سبکیؒ کے فرزند ہیں ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے فن اصول کی کتاب "جمع الجوامع" میں پہلے سبعہ کو متواتر بتایا اور پھر یہ کہا کہ صحیح قول کے بنا پر عشرہ کے سوا دوسری قرائتیں شاذ ہیں، جب صحیح قول کی رو سے شاذ قرائتیں دس کے علاوہ ہیں اور دس قرائتیں متواتر ہیں تو پھر آپ نے اس تفصیل کے بجائے یہ عام تعبیر کیوں اختیار نہیں کی کہ دس کی دس قرائتیں متواتر ہیں، (اور ان کے علاوہ باقی شاذ ہیں)۔

ابن سبکیؒ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ گو ہم دس کی دس قرائتوں کو متواتر مانتے ہیں لیکن اس کے باوجود سبعہ کے بجائے عشرہ اس بنا پر کہا کہ سات قرائتوں کا تواتر بلا خلاف مسلم ہے (لیکن سبعہ کے بعد والی تین قرائتوں کے تواتر میں اختلاف ہے) پس سب سے پہلے اجماعی مقام بتایا اور پھر اختلافی مقام کو اس پر عطف کر دیا (اور اس کو مستقل طور پر بیان نہیں کیا) تاہم یہ بات ضرور ہے کہ (ابوجعفر یزید بن قعقاع اور یعقوب وخلف کی تین قرائتوں کو شاذ کہنا حد سے گرا ہوا قول ہے جس کے قول کا دینی امور میں اعتبار کیا جاتا ہے اس کے لئے ایسی بات کہنا ہرگز درست نہیں کیونکہ یہ قرائتیں تین مصحف کے رسم الخط کے بالکل موافق ہیں۔

پھر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد محترم یعنی علامہ تقی الدین سبکیؒ کو ان چند قاضیوں پر بہت سخت نکیر کرتے ہوئے سنا ہے جن کی بابت انہیں خبر ملی تھی کہ وہ ان تین قرائتوں کے پڑھنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے منع کرتے ہیں، نیز ایک بار ہمارے کسی ساتھی نے والد ماجد سے سات قرائتیں پڑھانے کی اجازت مانگی تو انہوں نے فرمایا میں تمہیں دسوں قرائتوں کے پڑھانے کی اجازت دیتا ہوں،

علامہ جزریؒ فرماتے ہیں کہ میرا اس بارے میں ابن سبکی سے کافی تبادلۂ خیالات ہوا ہے جس میں آپ نے اپنے والد کے کلام کی وضاحت کرتے ہوئے سبعہ کی طرح ثلاثہ کے تواتر کی بھی صراحت کی پھر جب میں نے اطمینان قلب کی خاطر اس کو تحریری شکل میں طلب کیا تو آپ نے ایک استفتاء مرتب کرنے کیلئے فرمایا چنانچہ میں نے سوال مرتب کیا وہ حسب ذیل ہے،

استفتاء : کیا فرماتے ہیں عالی رتبہ علماء وائمہ دین ان دس قرائتوں کے بارے میں جو اس وقت پڑھی اور پڑھائی جاتی ہے آیا وہ متواتر ہیں یا غیر متواتر؟ اور آیا وہ اختلافات ووجوہ جن کو قراء عشرہ میں سے صرف ایک ہی قاری نے اختیار کیا ہے متواتر ہے یا نہیں؟ اگر یہ دس قرائتیں متواتر ہیں تو جو ان سب کا یا ان میں سے کسی ایک حرف کا رد وانکار کرے اس پر شرعاً کیا سزا واجب ہو سکتی ہے؟

علامہ ابن سبکیؒ کی طرف سے استفتاء کا جواب

جس کو ہم نے ان کے نوشتہ سے نقل کیا ہے کہ الحمد للہ قراءاتِ سبعہ جن پر شاطبیؒ نے اکتفا کیا ہے اور ان کے بعد ابو جعفر، یعقوبؒ، اور خلف کی تین قرائتیں متواتر ہیں اور ان کا منجملہ دین سے ہونا بدیہی، نہایت روشن وواضح اور فطری وطبع زاد بات ہے (جس کی دلیل کی ضرورت نہیں) اور اسی طرح ہر وہ حرف جس کو قراء عشرہ میں سے کوئی ایک انفرادی طور پر روایت کرے اس کا بھی رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونا دین میں بدیہی طور پر ثابت ہے اور ان قراءت میں سے کسی حرف کی بابت حجت ومکابرہ (جھگڑا وانکار) کرنا جاہل شخص ہی کا کام ہو سکتا ہے، (نہ کہ عاقل وفہیم کا) اور یہ قراءات صرف انہی حضرات کیلئے متواتر نہیں جو روایتوں کو پڑھتے اور پڑھاتے ہوں بلکہ کلمۂ شہادت "اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ورسولہ" پڑھنے والے ہر مسلمان کیلئے متواتر ہیں گو وہ ایسا عامی گنوار ہو جس نے قرآن مجید کا ایک حرف بھی نہ پڑھا ہو، اس کی تقریر بہت لمبی اور دلیل بہت وسیع ہے جس کی شرح کی یہ ورق گنجائش نہیں رکھتا، پس ہر مسلمان کا دینی حصہ وحق یہی ہے کہ حق تعالیٰ کے تمام احکام کی اطاعت وفرمابرداری کرے اور دل کی گہرائی سے یہ اعتقاد رکھے کہ مذکورہ بالا قراءاتِ عشرہ یقیناً متواتر ہیں اور ان میں سے کسی حرف کے متعلق بھی وہم ووسوسہ اور شک وشبہ کی قطعاً گنجائش نہیں۔

علامہ جزریؒ فرماتے ہیں کہ اس گفتگو کے بعد میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ مذکورہ عبارت میں لفظ سبعہ کو عشرہ سے بدل دیں گے مگر عمر نے وفا نہ کی اور ان کا انتقال ہو گیا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جس عبارت سے مغالطہ ہو رہا تھا خود صاحب کلام ہی کی طرف سے اس کا ازالہ اور اس کے صحیح مفہوم کی وضاحت ہو چکی اور انہوں نے صراحۃً کہہ دیا " ان القراءۃ العشر متواترۃ معلومۃ من الدین بالقرائۃ" علامہ ابن تیمیہؒ تحریر فرماتے ہیں "ولم یتنازع علماء الإسلام المتبعون أنه لا یتعین أن یقرأ بهذه القراءات المعینه فی جمیع امصار المسلین یعنی السبعة بل من ثبتت عنده قراءۃ الاعمش شیخ حمزۃ او قراءۃ یعقوب ونحوهما کما تثبت عنده قراءۃ حمزۃ والکسائی فله أن یقرأ بها بلا نزاع بین العلماء المعتبرین" حتی کہ آپ نے فرمایا کہ قراءات عشر کا علماء میں سے کسی نے انکار نہیں کیا، ہاں! مگر جو ان قراءات کا عالم نہ ہو یا اس کے نزدیک ثابت نہ ہو تو اس کو ایسی قراءت نہ پڑھنی چاہئے جس کا اس کو علم نہیں، تاہم جو ان قراءت کا عالم ہے اور پڑھ رہا ہے اس پر انکار بھی نہیں کرنا چاہئے، بلکہ مجھے یاد آیا کہ علامہ جزریؒ فرماتے ہیں کہ شیخ ابو محمد عبداللہ الواسطی جب ۷۳۰ھ میں دمشق تشریف لائے اور اپنی کتاب الکنز اور کفایہ سے دس قراءتوں کو پڑھانا شروع کیا تو دمشق کے وہ مقرئین جو شاطبیہ وتیسیر میں مذکور سات قراءتوں کے علاوہ قراءتوں سے نابلد تھے انہوں نے مزید تین قراءتوں کے پڑھانے کی سخت مخالفت کی اور ان کو روکنے کی کوششیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیں تو اس زمانہ کے علماء وائمہ فن ان کی تائید میں کھڑے ہوئے اور سب نے بالاتفاق ان تین قراءتوں کو جائز وصحیح قرار دیا اور اس کے تواتر میں کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا اور فرمایا کہ دس کے بعد کی قراءات شاذ وغیر متواتر ہیں۔

پھر غور فرمائیں قراء فقہاء اور حضرات محدثین نے برسوں ان قراءات میں نمازیں ادا فرمائی ہیں جبکہ غیر متواتر قراءات نمازوں میں نہیں پڑھی جاتیں، بلکہ سنئے! حیرت تو یہ ہے کہ قراءات ثلاثہ کے تواتر میں شبہ یا عدم اطمینان کا اظہار کرنے والوں میں کا کوئی بھی اب تک تعیین کے ساتھ ایسی مضبوط دلیل ان کے غیر متواتر ہونے کی پیش نہ کر سکا، جو کچھ کہا گیا ہے وہ ہوائی ہے اور توہمات کے قبیل سے ہے بلکہ علامہ جزریؒ تو ایک عجیب بات تحریر فرماتے ہیں کہ قراءات ثلاثہ میں کی قراءت خلف کے جتنے بھی اختلافات ہیں ان میں کا کوئی بھی اختلاف سبعہ میں کے ائمہ کوفہ ثلاثہ کی قراءات سے خارج نہیں یعنی جو اختلاف خلف عاشر سے منقول ہے، وہ ان تینوں میں کی کسی نہ کسی قراءت میں موجود ہے، جب ائمہ سبعہ کے اختلافات کو متواتر کہا جاتا ہے تو اب ان کو غیر متواتر کیوں؟ اسی طرح امام یعقوب سے منقول اختلاف قراءت ابوعمر وعاصم میں موجود ہے اور ان کے تواتر پر سب کو اطمینان ہے تو اب انہیں اختلافات کو یعقوب کے نام سے پڑھنے پر غیر متواتر کیونکر کہا جاتا ہے؟ کیا اتنی ساری وضاحت اور علماء فحول کے کلام کے بعد بھی کوئی اعتراض باقی رہ جاتا ہے؟

جمیل : نہیں ہرگز نہیں! ماشاءاللہ! آپ نے تو ثلاثہ کا متواتر ہونا آفتاب نصف النہار کی طرح ثابت فرما دیا اور کمال یہ کہ جس کی عبارت سے شبہ ہو رہا تھا خود انہی کے کلام سے آپ نے شبہ کا ازالہ فرما دیا، اب بھی اگر کوئی شبہ کرے تو وہ ناشی بلا دلیل ہے۔

جمیل : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ساجد وقاسم : وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تاریخ جمع الجمع

قراءات مختلفہ کے پڑھنے پڑھانے کیلئے اصل طریقہ جب افراد ہی کا تھا اور برسوں لوگ قراءات کو افراداً ہی پڑھتے رہے تو پھر طریقۂ جمع کی ضرورت کیا پیش آئی؟ اور یہ طریقہ کب ایجاد ہوا؟ طریقۂ جمع کی افادیت پر حیرت انگیز تاریخی واقعات، جمع کے تین طریقے، نیز فی زمانا جمع حرفی کیلئے جو دو انداز ہیں جن میں کا ایک تو علامہ جزری علیہ الرحمۃ کا بیان فرمودہ ہے مگر دوسرے انداز کی تاریخ کیا ہے؟ یہ دوسرا طریقہ کہاں سے ثابت اور کب سے ایجاد ہوا؟ وغیرہ مکالمہ میں مذکورہ بالا اہم ترین و دلچسپ اجزاء کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

عمران : السلام علیکم

عمر فارق : وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج شریف؟

عمران : اللہ کا فضل وکرم، آپ کی دعائیں۔

عمر فاروق : معلوم ہوا کہ آپ تو قراءۃ میں دکتورہ کر رہے ہیں اس کا کیا ہوا؟

عمران : جی ہاں! صحیح فرمایا آپ نے، جب سے ہم لوگ یہاں مدرسہ سے فارغ ہوئے ہیں اللہ پاک نے کچھ اسباب مہیا فرمائے جو جامعہ ازہر بھیج دیا، قراءۃ کا ذوق پہلے سے تھا، اور وہاں کا کیا کہنا؟ اساتذۂ فن موجود ہیں چاروں طرف تجوید وقراءۃ کا دور دورا ہے، چنانچہ موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے اسی کو اپنا موضوع بنا کر پڑھتا رہا حتی کہ اللہ پاک نے کامیابی عطا فرمائی اور دکتورہ سے اسی سال فارغ ہوا۔

عمر فاروق : اچھا ماشاء اللہ، ماشاء اللہ بہت خوب! اللہ مبارک فرمائے، تو دکتورہ کیلئے آپ نے کسی خاص موضوع پر لکھا ہوگا؟

عمران : جی ہاں! دکتورہ کیلئے کئی عناوین ہوتے ہیں جن میں ایک کا انتخاب کر کے اس پر بحث لکھنا پڑتی ہے چنانچہ میں نے جمع قراءت کا موضوع اختیار کیا، اساتذہ نے بڑی اچھی رہبری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرمائی اور اس دوران اس موضوع سے متعلق بڑی نادر و نایاب کتابیں دیکھنے کا موقع ملا۔

عمر فاروق : ماشاءاللہ! اچھا کیا بڑے اہم موضوع کا آپ نے انتخاب فرمایا، ورنہ اس موضوع سے متعلق بکھری ہوئی باتوں کو کتب فن سے جمع کرنا بہت مشکل تھا، جب یہ آپ کا موضوع ہی رہا تو بڑی اچھی بحثیں فن سے متعلق جمع ہوئی ہونگی انشاءاللہ۔

عمران : جی الحمدللہ! میں نے جب مقالہ پیش کیا تو کئی اساتذہ ممتحن کی حیثیت سے موجود تھے سب نے بہت پسند کیا اور اس کو کتابی شکل دینے کی ترغیب دلائی اور ممتاز نمبرات سے کامیابی حاصل ہوئی۔

عمر فاروق : آپ تو جانتے ہیں کہ مجھے بھی خود اس فن سے دلچسپی رہی ہے اگر وقت میں گنجائش ہو تو بتلایئے، آپ کے اس مقالہ کے اہم موضوع کیا رہے یا چند سوالات ہی کر لوں جن سے متعلق مجھے بھی تحقیق درکار ہے اور آپ کی اس بحث میں یہ باتیں ضرور آ گئی ہوں گی۔

عمران : ضرور! سوال ہی کیجئے مجھے خوشی ہوگی۔

عمر فاروق : تو پہلا سوال یہ ہے کہ قراءت مختلفہ کو پڑھنے کے کتنے طریقے ہیں؟

الف: مختلف قراءات کو پڑھنے کے دو طریقے ہیں (۱) افراد (۲) جمع، پھر افراد کی چار صورتیں ہیں

(۱) قراءت عشرہ میں سے کسی ایک ہی قرأت کی روایات و وجوہات مختلفہ کے پڑھنے کو افراد کہتے ہیں۔

(۲) قراءت متواترہ میں کی کسی ایک ہی روایت کو اس کی وجوہ مختلفہ کے ساتھ پڑھنا۔

(۳) کسی ایک روایت کے طرق مختلفہ میں سے کسی ایک طریق میں پڑھنے کو بھی افراد کہتے ہیں

(۴) روایت واحدہ کی وجوہ مختلفہ میں سے کسی ایک وجہ کے پڑھنے پر بھی افراد کا اطلاق ہوتا ہے

اور جمع کے معنی ایک ہی مجلس میں ختم واحد سے قرأات سبعہ و عشرہ میں کی دو یا دو سے زیادہ روایتوں یا قراءتوں کو علماء قراءت کی بیان کردہ کیفیت جمع کے بموجب جمع کرنا۔

عمر فاروق : ماشاءاللہ جمع کا کچھ نقشہ تو ذہن میں تھا مگر افراد کی یہ چار صورتیں تو جیسے آج ہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سنی، خیر! مزید عرض یہ ہے کہ قراءات کو جمع کر کے پڑھنے کا یہ رواج کب سے ہوا؟ اور اس کا موجد اول کون ہے؟

عمران : عام کتب قراءت میں تو اس کی تاریخی حیثیت سے بحث نہیں کی گئی ہے، کیونکہ عام مصنفین قراءت کا مرکز توجہ مندرجہ ذیل مسائل رہے۔

قراءت مختلفہ کے اصول وضوابط، فروشی اختلافات اور اس سے متعلق تمام ترقیل وقال نیز ان کی روایتی حیثیات اور بیان طرق کی طویل ترین گفتگو پھر ان قراءات کے پڑھنے میں خلط فی القراءات والروایات اور خصوصا خلط فی الطرق کی وضاحت ونشاندہی، متواتر وغیر متواتر قراءات میں تمیز، نیز موضوع قراءات کی تعیین اور توجیہات قراءت وغیرہ وغیرہ جیسے اہم امور ہی ان مصنفین قراءت کی تمام تر توجہ ومحنت کا مرکز رہے ہیں۔

لہذا تمام کتب قراءات جمع کی تاریخی حیثیت سے ساکت ہیں جیسا کہ علامہ جزریؒ فرماتے ہیں کہ ائمہ قراءت میں سے کسی نے بھی اپنی تالیفات میں افراد وجمع کے اس باب کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔

ہاں! ابوالقاسم صفراوی نے اپنی کتاب ''اعلان'' میں محض اشارۃً اس کا تذکرہ کیا ہے مگر وہ بھی کوئی خاص مفید مضمون نہیں لائے (النشر ج ۲/)

البتہ نظام قدرت کے تحت خالق کائنات نے قراءت کی حفاظت کے اس پہلو کو دیگر بعض حضرات سے متعلق فرمادیا اور انہوں نے اپنی تحریری کاوشوں میں اسی کو سرفہرست رکھا جس کی وجہ سے ان کی تصانیف میں جمع کے تاریخی پہلو سے بحث کی گئی ہے چنانچہ دکتور فتحی العبیدی نے اپنی دکتورہ کی بحث ''الجمع بالقراء ات المتواترة'' میں جمع سے متعلق شیخ ابوالحسن علی ابن عمر الکتانی القبیجاطی اندلسی کے قصیدے سے دو شعر نقل فرمائیں ہیں۔

علی الجمع بالحرف اعتماد شیوخنا فلم ار فیهم من رأی عنده فعدلا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لان أبا عمر قد ترقاه سلما فصار له ترقی إلی مرتب العلا

علامہ جزریؒ نے بھی النشر میں شیخ قیجاطی کی اس گفتگو کو نقل فرمایا ہے شیخ قیجاطی ان دو شعروں کے بعد فرماتے ہیں: میرے مشائخ اور ان کے معاصرین کا جمع حرفی پر اتفاق واجماع ہے اور میرے مشائخ فرماتے تھے کہ جمع حرفی "إنه كان مذهب أبي عمرو الداني" معلوم ہوتا ہے کہ جمع حرفی علی الأقل اوائل صدی خامس سے ہے۔

بلکہ علامہؒ جزری فرماتے ہیں کہ پانچویں صدی کا وسط جو دانی، ابن شیطا، اھوازی، ھذلی اور ان کے بعد کے ماہرین کا دور تھا اس وقت سے ایک ختم میں متعدد قراءتوں کو جمع کر لینے کا طریقہ ظہور پذیر ہوا جو ہمارے زمانے تک چل رہا ہے، لیکن دکتور فتحی العبیدی کی تحقیق کے بموجب علامہ ابن مہران المتوفی ۳۸۱ھ نے مجلس واحد میں جمع کے ساتھ پڑھایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ دانی سے قبل چوتھی صدی کے اواخر ہی سے طریقہ جمع رائج ہو گیا تھا۔

عمر فاروق : تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ طریق جمع تقریباً چوتھی صدی کے اواخر سے شروع ہوا اور علامہ دانیؒ سے قبل ابن مہران نے اس طریق سے پڑھایا ہے۔

عمران : جی ہاں!

عمر فاروق : مگر اس پر سوال یہ ہے کہ جب مشائخ کا اس پر اتفاق ہے کہ اصل طریقہ افراد ہی ہے اور اسی سے فن میں بصیرت پیدا ہوتی ہے اور ابتداء ہی سے طریقہ افراد ہی رائج رہا تو پھر طریق جمع کے ایجاد کی کیا ضرورت پیش آئی؟ اور اس کے کیا فوائد ہیں؟

عمران: بہت عمدہ سوال کیا آپ نے، آپ کے علاوہ اور بھی لوگوں نے یہ سوال کیا اور یہی وجہ ہے کہ کتب فن میں اس کو مستقل عنوان بنا کر اس پر گفتگو کی گئی ہے۔

چنانچہ دکتور فتحی عبیدی اسباب جمع کے تحت فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قراءات مختلفہ کے حصول کیلئے سلف صالحین کا طریقہ افراد یعنی ہر روایت کیلئے مستقل ختم کا تھا کہ ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طالب علم قراءت اپنے شیخ سے اولاً ایک ہی روایت کے اصول وضوابط اور اس کے دقائق کو سیکھتا پھر حسب استعداد بقدر فرصت مقدار سناتے سناتے اس ایک روایت کو ختم کرتا پھر اس کے بعد دوسری روایت کو اسی طرح ختم کرتا، یوں جتنی روایتوں کو پڑھنا چاہتا اسی انداز میں پڑھتا۔

گو مہارت وکمال پیدا کرنے کیلئے یہ افراد کا طریقہ ہی ہے لیکن ظاہر بات ہے حصول علم قراءت کا یہ طرز انتہائی اصعب تھا اسکے لئے کتنی لمبی مدت درکار ہوتی اور شاگرد کی زندگی کا اس قدر طویل حصہ صرف اس ایک ہی علم کے حصول میں صرف ہو جاتا۔

گو متقدمین کا ذوقِ علم شوقِ تعلیم، عزم واستقلال ودینی جذبہ اپنی نظیر آپ تھا لہذا مذکورہ تمام تر صعوبتیں ومشقتیں ان کے جذبۂ دینی کے سامنے گرد تھیں کہ ایک ایک شخص متعدد مشائخ کی خدمت میں حاضر ہو کر دس دس، بیس بیس، پچیس پچیس قرائتوں کو افراداً بآسانی پڑھ لیتا تھا، متقدمین کی اولوالعزمی اور بلند ہمتی کا ایک نمونہ علامہ جزریؒ کے بیان سے پیش کرتا ہوں۔

آپ فرماتے ہیں کہ استاذ ابوالحسن علی بن عبدالغنی حصری قیروانی نے اپنے شیخ ابوبکر قصری سے سبعہ قراءت نوے (۹۰) ختموں میں یکے بعد دیگرے ہر روایت کو مستقل ختم سے پڑھ کر دس سال کے عرصہ میں پوری کیں (النشر ج ۲/)

پھر زمانہ نبوی ﷺ سے جیسے جیسے بعد ہوتا گیا تو ہمتوں میں پستی آنے لگی اور اب اس تھکا دینے والے طرز سے علم قراءت کا حصول لوگوں کو مشکل سے مشکل تر معلوم ہونے لگا، اور لوگوں کی ہمتیں جواب دینے لگیں اور علمِ قراءت کے متعلمین کی تعداد میں روز بروز کمی آنے لگی تو ائمہ فن کو اس کا فکر لاحق ہو گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ علم قراءت جو کہ فرض کفایہ ہے اس کے حاصل کرنے والوں کی تعداد اس قدر کم ہو جائے کہ وہ سب کی طرف سے کفایت بھی نہ کر سکے۔

چنانچہ ائمہ فن نے امت کی اس ضرورت کے پیش نظر ایک تو اس پر اتفاق فرمایا کہ متعلمین کیلئے درس وطرز تدریس کو آسان بنایا جائے نیز قلیل مدت میں یہ امانت ان کے حوالہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کردی جائے جس کیلئے طریقۂ جمع ایجاد کیا گیا کہ اب شاگرد بجائے بیس پچیس مرتبہ ختم کرنے کے ایک ہی ختم میں ساری قرائتیں جمع کر لیگا۔

چنانچہ ابوالعز القلانسی نے امام ابوالقاسم ھذلی کے سامنے ان ہی کی کتاب الکامل کے طریق سے قراءات عشرہ اور دیگر چالیس قراءات کو ایک ہی ختم میں پڑھا، گویا ابوالعز القلانسی نے پچاس قراءتوں کو ایک ہی ختم میں جمع فرمایا اور تاریخی حیثیت سے جمع کا یہ سب سے بڑا عدد ہے اتنی بڑی تعداد میں قراءات کو ختم واحد میں جمع کرنا کسی سے ثابت نہیں ہے، یہ طریق جمع ہی کی برکت تھی۔

ایک اور واقعہ محقق فن علامہ جزریؒ نے النشر میں نقل فرمایا ہے کہ شیخ مکین الدین اسمر ایک روز اسکندریہ کی جامع جرشی میں داخل ہوئے تو ایک شخص سے ملاقات ہوئی جن سے دعا وسلام کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ ابن وثیق ہیں، ابن وثیق نے پوچھا کہ آپ مکین الدین اسمر ہیں؟ اسمر بولے جی ہاں! تو ابن وثیق کہنے لگے کہ میں اپنے وطن مغرب سے صرف آپ کی وجہ سے آیا ہوں تا کہ آپ کو قراءات پڑھاؤں، کہا گیا ہے کہ پھر اس رات ابن وثیق پر مکین اسمر نے جمعاً قراءات سبعہ کا ایک ختم اول سے شروع کیا اور صبح صادق کے وقت میں کیا دیکھتے ہیں کہ وہ پڑھ رہے ہیں، من الجنة و الناس، پس اسمر نے ابن وثیق سے جمع کے طور پر قراءات سبعہ کا پورا ختم ایک ہی شب میں کیا ہے۔

محسن : السلام علیکم.....

عمر فاروق وعمران وعلیکم السلام.....

عمران : ماشاء اللہ بڑے اچھے موقع سے آپ تشریف لائے، یہ ہمارے دوست عمر فاروق صاحب جمع قراءت سے متعلق کچھ دریافت فرما رہے ہیں اور میں اپنی بساط کے مطابق جواب دے رہا ہوں، آپ بھی ماشاء اللہ قراءت سے متعلق وسیع مطالعہ رکھتے ہیں آپ بھی اگر ہمیں کچھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

استفادہ کا موقع دیں تو زہے قسمت۔

محسن : یہ آپ کا حسن ظن ہے، محبت کی بات ہے باقی اگر میں بھی اس مبارک مجلس میں شریک ہو کر کچھ عرض کر سکا تو اپنی سعادت سمجھوں گا۔

عمران : عمر فاروق صاحب ! تو آپ کیا فرما رہے تھے اب آپ کے جوابات ہمارے قاری محسن صاحب دیں گے۔

عمر فاروق : جزاکم اللہ بہت معلومات افزا کلام فرمایا آپ نے، اچھا! اب زیادہ وقت نہیں لوں گا، اگر اجازت ہو تو اسی سوال کا ایک جزء رہ گیا وہ عرض کر دوں؟

محسن : ضرور!

عمر فاروق : وہ یہ کہ یہ تو جمع حرفی کی بات ہوئی، باقی جمع کے اور طریقے کب ایجاد ہوئے؟ اور ان کے موجد کون ہیں؟

محسن : بات دراصل یہ ہے کہ ہر چیز میں مرور زمانہ سے نکھار و حسن آتا ہے، چنانچہ حضرات قراء کرام نے صرف جمع حرفی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ جمع کے گیسو کو سنوارتے ہوئے جمع کے سہل اور واضح طریقے ایجاد کئے جیسا کہ شیخ ابوالحسن قیجاطی " "التكملة المفيدة" میں فرماتے ہیں "ان شيوخي ومن هم في زمانهم كانوا يجمعون بالحرف لا بالآية" جس سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ اس دور میں جمع حرفی کے علاوہ جمع کا ایک اور طریقہ جمع بالآیۃ بھی مشہور و معروف تھا گو ان کا مختار طریقہ جمع حرفی تھا۔

اور شیخ قیجاطی کی وفات ۷۳۰ھ ہجری میں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جمع بالآیۃ کا طریقہ ساتویں صدی میں یا ساتویں صدی سے کچھ پہلے رائج ہو چکا تھا، پھر ابن جزری کے زمانہ سے قبل یعنی آٹھویں صدی کے اواخر اور نویں صدی کے اوائل میں جمع کا ایک اور طریقہ رائج ہوا جس کو جمع وقفی کہا جاتا ہے، پھر علامہ جزریؒ نے جمع حرفی اور وقفی کو ملا کر ایک اور طریقہ ایجاد فرمایا جس کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہم اور آپ جمع عطفی کہتے ہیں، غرض یہ کہ ادوار مختلفہ میں فن کی تسہیل کی غرض سے جہاں نفس جمع کا طریقہ ایجاد ہوا وہیں پھر جمع کے مختلف طریقے بھی ایجاد ہوئے۔

عمر فاروق : آپ کی باتوں سے بڑا اطمینان ہوا، نیز آپ کے باطمینان جواب دینے سے مزید سوالات کی جسارت کر رہا ہوں چنانچہ ایک خلش بہت دنوں سے یہ رہی کہ جمع حرفی سے پڑھنے کے اپنے اطراف وجوانب میں دو طریقے رائج ہیں، بہت سے حضرات کلمۂ اول کو جس قاری کی قراءت پر ختم کرتے ہیں دوسرا کلمۂ مختلف فیہ اسی قاری کے اختلاف سے شروع کرتے ہیں تو بہت سے حضرات ہر کلمۂ مختلف فیہ کی ابتداء قالون ہی سے کرتے ہیں، ان میں صحیح کیا ہے؟

محسن : جی ہاں! درس وتدریس کے دوران بھی اس مسئلہ کی تلاش ہوئی تو اس کا جواب علامہ علی النوری الشفاقصی کی کتاب ''الأجوبة المدققة'' میں مل گیا چنانچہ علامہ جزریؒ کا طریقۂ جمع حرفی یہ ہے کہ ایک کلمۂ مختلف فیہ میں اخیر میں جس قاری کا اختلاف ادا کیا گیا ہو دوسرے کلمۂ مختلف فیہ کو اسی قاری کے اختلاف سے شروع کیا جاتا ہے۔

پھر دو، ڈھائی صدی بعد ارباب فن نے ایک اور طریقہ اس سے بھی سہل ایجاد فرمایا جس کے متعلق شیخ علی النوری الشفاقصی فرماتے ہیں کہ بارہویں صدی میں علامہ جزری کے طریقۂ جمع حرفی میں ہلکی سے ترمیم کے ساتھ ایک اور طریقہ ایجاد ہوا جس میں اب ہر کلمۂ مختلف فیہ قالون ہی کیلئے شروع ہوگا، نہ کہ کلمہ ماقبل کے اخیری قاری کیلئے، اور اس میں تالی کے لئے یہ سہولت ہوگئی کہ اسے اب یہ یاد رکھنے کی ضرورت نہیں کہ کلمۂ ماقبل میں کس کیلئے اخیر میں پڑھا گیا پھر جب اس جمع کا نام ہی جمع حرفی وجمع کلمی ہے تو اختلاف کے باب میں بھی ہر کلمہ مستقل ہونا چاہئے، شیخ علی النوری فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے تمام مشائخ تونس، قیروان اور جزائر سے اسی طرح پڑھا ہے اور میں اکثر اسی طرح پڑھتا پڑھاتا ہوں، اسپر ڈاکٹر فتحی عبیدی نے بطور تعلیق یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے اہل تونس کو فی زمانا بھی اسی طرح ہر کلمہ مختلف فیہ کو قالون ہی کیلئے شروع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے پایا ہے اور میں نے بھی اپنے شیوخ سے اسی طرح پڑھا ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ طریقہ بھی مشائخ فن ہی کا ایجاد کردہ ہے لہذا جس کیلئے جو سہل و آسان ہوا اسے اختیار کرے اس میں کوئی تنگی نہیں ہے بلکہ علامہ شقانصی تو آگے یہاں تک لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص جمع کی صور ثلاثہ کے علاوہ اور کوئی صورت شروط جمع کی رعایت کے ساتھ صورت رابعہ کے طور پر ایجاد کرے تو اس میں کوئی ممانعت نہیں

اور طریقہ جمع کی سہولت ہی کا نتیجہ تھا کہ اب قراءات سبعہ متعددہ کے حصول میں اس قدر وقت نہیں لگتا بلکہ بہت مختصر وقت میں حصول قراءات کے طویل منازل طے ہو جاتے ہیں۔

عمر فاروق : ذرا ایک سوال اور کرتا چلوں وہ یہ کہ نفس جمع کی ایک جماعت مخالفت کر رہی ہے اور جمع کو ممنوع قرار دے رہی ہے حتی کہ جمع کے ممنوع ہونے پر ان کی طرف سے کتابیں بھی لکھی گئیں جو آج کل مارکیٹ میں دستیاب ہیں جن میں وجوہ ممانعت کی صراحت فرمائی ہے اور اس کو بدعت قرار دے رہے ہیں اس طور پر کہ صحابہ کرامؓ تابعین عظام اور سلف صالحین نے تو قراءت کو افراداً ہی پڑھا پڑھایا نہ کہ جمع میں، تو جمع میں پڑھنا پڑھانا تو بدعت اور ضلالت ہے پھر بدعت کا اقل درجہ مکروہ ہے لہذا جمع میں پڑھنا بدعت اور مکروہ ہے۔

محسن : دیکھئے جناب! اگر اس مسئلہ پر ذرا غور کیا جائے اور اس کی گہرائی میں جا کر گفتگو کی جائے تو یہ سمجھنا آسان ہوگا کہ صرف تابعین اور سلف صالحین نے نہیں بلکہ خود سرکار دو عالم ﷺ نے ہر سال رمضان المبارک میں حضرت جبرئیل علیہ السلام سے مل کر جو دور فرمایا ہے وہ بھی تو منزل من اللہ ساری وجوہ و قراءت کو جمع کر کے دور فرمایا ہے کیونکہ دور تو ایک ہی ہوتا تھا مگر جتنے حصہ اور جتنی وجوہ میں نزول ہوا ہوتا سب ہی کی حفاظت مقصود ہوتی تھی لہذا سبھی کو ایک دور میں جمع کر لیا جاتا تھا اور اس جمع کی کیفیت کیا ہوتی تھی تو اس کا بہتر علم اللہ تعالی ہی کو ہے۔

پھر تابعین عظام و سلف صالحین کے طریقہ حصول قراءت میں غور فرمائیے کہ وہ افراداً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پڑھتے یعنی ہر روایت کیلئے مستقل ختم فرماتے تھے جیسا کہ ماقبل میں گذرا ہے مگر جب ایک سے زائد اجزاء مختلفہ کو باہم ملانے اور جوڑنے ہی کا نام جمع ہے تو صرف ایک روایت میں پڑھنے والا بھی اس روایت کی وجوہ مختلفہ کو جمع کرتا ہی ہے مثلاً روایت ورش ایک ہی روایت ہے مگر امن جیسے مد بدل میں آپ سے قصر، توسط، طول یہ تین وجہیں منقول ہیں اور افراداً پڑھنے والا بھی تینوں کو جمع کرتا ہی ہے تو یہ بھی تو جمع کا ایک درجہ ہے، لہذا اس جمع سے تو مفر ہی نہیں اور قیاس اس بات کا مقتضی ہے کہ جب وجوہ مختلفہ کو جمع کر کے پڑھنا اگر جائز ہے تو روایات وقراءات مختلفہ کو جمع کرنا کیونکر ناجائز ہوگا، پھر یہ شرعاً ناجائز ہوتا تو چوتھی صدی کے اواخر سے لیکر تا حال اکابر فن ومشائخ قراءت کی ایک طویل ترین فہرست ہے جنہوں نے قراءت کو جمعاً پڑھا اور پڑھایا بھی ہے، تو یہ کیسے ہوا؟ اور مجھ آپ جیسے ان کے متبعین کی تعداد تو اس قدر ہے کہ فہرست ناممکن ہے لہذا طریقہ جمع کو بدعت کہنا صحیح نہیں ہے، اور اگر بدعت ہے بھی تو بدعت حسنہ مندوبہ ہے، اور یہ جو آپ کتابوں کی بات کر رہے ہیں تو یہ صحیح ہے لیکن اس کی تردید میں بھی تو کتابیں لکھی گئیں ہیں جن میں نہ صرف جمع کی تائید وتصدیق ہے بلکہ مانعین جمع کی طرف سے پیش کردہ جوہ ممانعت کے مدلل جوابات بھی دیے گئے ہیں۔

عمر فاروق : اچھا یہاں تک تو بات کچھ سمجھ میں آرہی ہے مگر اس سے زیادہ مضبوط اشکال یہ کیا جاسکتا ہے کہ قراءات کو جمع کرنا فساد معنی کا باعث ہے مثلاً ایک قاری صاحب جب لآ إله میں مد کی وجوہ مختلفہ کو جمع کرتے ہوئے پڑھتے ہیں لآ إله (قصر) لآ إله (توسط) لآ إله طول تو جب تک تینوں وجوہ کو مکمل نہیں کرتا کم از کم اتنے وقت تک تو نفس الوہیت ہی کی نفی ہوتی ہے (پھر جب وہ آگے بڑھتا ہے تو إلا هو یا إلا الله سے معنی بن جاتا ہے) اور یہی صورت وما أرسلناك إلا كافة میں وما أرسلناك میں مد کی وجوہ ثلاثہ کو جمع کرنے کے وقت بھی پیدا ہوتی ہے اور معنوی ذوق اسکی اجازت نہیں دیتا، معاف فرمائیے! آپ کو کافی تھکایا اب زحمت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں دوں گا۔ یہ آخری سوال ہے۔

محسن : نہیں بھائی اس میں تھکنے کی کیا بات ہے ایسے اچھے سوال کرنے والے کہاں ملتے ہیں؟ ٹھیک فرمایا السوال نصف العلم تو سنئے! جمعاً پڑھنے میں جس فساد معنی کو ذکر کیا گیا وہ در اصل شروط جمع کی عدم رعایت کا نتیجہ ہے ورنہ مشائخ عظام نے بڑے احتیاط سے کام لیتے ہوئے جمع کیلئے شروط وضع فرمائی ہیں جو دراصل ایسی ہی قباحتوں وفساد کے انسداد کی غرض سے ہیں جیسا کہ امام ابوالحسن قیجاطی نے اپنی کتاب "التکملة المفیدة" میں جمع قراءت کیلئے تقدیس قدوس مثلاً لا إله إلا الله تعظیم مرسل مثلاً وما ارسلنك إلا كافة جیسی شروط سبعہ بیان فرمائیں، تو علامہ جزریؒ نے شروط تو چار ہی بیان فرمائی مگر حسن ادا جیسی اہم شرط کا اضافہ فرمایا۔

اس پر مجھے علامہ جزریؒ کا بیان فرمودہ لطیفہ یاد آ گیا وہ فرماتے ہیں کہ مجھے شیخ المشائخ استاذ بدرالدین سے متعلق یہ بات پہنچی ہے کہ ایک شخص ان پر قراءات کو جمع کر کے پڑھ رہا تھا، اس نے دوران تلاوت پڑھا تبت یدآ أبی ، تبت یدآ أبی ، تبت یدآ أبی ،اس طرح مد کی وجوہ ثلاثہ کو پورا کیا تو شیخ موصوف نے ان سے فرمایا یَسْتَاْهِلُ الذی ابرز مثلك اس استاذ کو تو بڑا قابل ہے یہ کہہ کر ان کی تنبیہ فرمائی۔

غرض یہ کہ اگر معنوی فساد کی وجہ سے ہی جمع کو منع کیا جاتا ہو تو اس کے انسداد کیلئے مشائخ نے شروط وضع فرمائی ہیں پھر بھی اگر غلطی کرتا ہے تو یہ اس کا فعل ہے نفس جمع کو غلط نہیں کہا جا سکتا۔

عمر فاروق : معاف فرمایئے! آپ دونوں حضرات کا کافی وقت لے لیا اور آپ حضرات بہت خوش دلی کے ساتھ میرے کئے گئے الٹے سیدھے سوالات کے جوابات دیتے رہے مجھے کافی اطمینان ہوا، معلومات میں اضافہ ہوا، کئی ایسی کتابوں کے نام سنے جو آج تک نہیں سنے تھے، جزاکم اللہ خیرا آئندہ بھی ہم لوگ ملتے رہیں گے اور اس موضوع پر افادہ واستفادہ کا سلسلہ جاری رکھیں گے، ان شاء اللہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اذان

اذان سے متعلق اس مکالمہ میں مندرجہ ذیل عناصر پر گفتگو کی گئی ہے

(۱) مؤذنین کا جہوری الصوت وحسن الصوت ہونا عند الشرع مطلوب ہے۔ (۲) کلمات اذان میں امتداد کو حضرات فقہائے کرام نے مستحب قرار دیا ہے۔ (۳) تجوید کے جملہ مسائل کی رعایت قرآن میں ضروری ہے نہ کہ غیر قران میں۔ (۴) کلمات اذان کے مواقع مد اصلی میں مزید امتداد کی گنجائش ہے یا نہیں؟ (۵) اگر ہے تو کس قدر؟ (۶) کلمات اذان کے مواقع مد عارض میں امتداد مزید کی گنجائش کہاں تک؟ (۷) فی زمانا جو ۱۲، ۱۵ الف یا حد سانس تک مد کیا جارہا ہے کیا یہ صحیح ہے؟

اول : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ثانی : وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اول : اور جناب مزاج شریف؟

ثانی : ہاں! ٹھیک ہے، اب صحت وِحَتْ کا تو خدا ہی حافظ ہے نہ معلوم کس گلی میں زندگی کی شام ہوجائے، پیوند لگا کر چل رہے ہیں، اور بتلایئے آپ کا کیا حال ہے؟

اول : اللہ کا شکر ہے آپ بزرگوں کی دعائیں ہیں،

ثالث : اذان دیگا (لمبے مد کے ساتھ)،

ثانی : اچھا اذان ہورہی ہے وقت ہوگیا؟

اول : اذان تو ہورہی ہے مگر ایسی اذان کیا ہوئی، ہونا نہ ہونا دونوں برابر ہے، نہ معلوم ان لوگوں نے یہ گویوں کی طرح کھینچا تانی کہاں سے ایجاد کررکھی ہے، میرا تو ایسی اذانیں سن کر جی گھبرانے لگتا ہے پھر اللہ اکبر کے مد اصلی میں بجائے قصر کے اس قدر لمبا مد اور الا اللہ میں طول کو پندرہ الف تک کھینچتے چلے جاتے ہیں کئی لوگوں سے اس مسئلہ میں رجوع کیا مگر کوئی تسلی بخش جواب نہ مل سکا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال یہ ہے کہ جب قرآن مجید کی تلاوت ہی کے اصول یہاں بھی کام کر رہے ہیں تو اس قدر لمبا مد اذان میں کہاں سے آ گیا؟ بتلایئے حضرت! آپ کی اس میں کیا رائے ہے؟

ثانی : میری کیا رائے ہوتی، مگر مسئلہ بڑا اہم اور آج کل اس کا چرچا بھی خوب سننے میں آ رہا ہے، اللہ کا شکر ہے کہ لوگوں کو اس مسئلہ کی طرف توجہ ہوئی اور باقاعدہ اس کو موضوع بنا کر گفتگو کی جا رہی ہے، الحمدللہ مستقل تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری ہے جب آپ نے ناچیز سے باقاعدہ سوال ہی کر لیا ہے تو میرا بھی فرض بنتا ہے کہ حسب استطاعت اپنی معلومات کے مطابق مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کروں، تو سنئے!

منجملہ شعائر اسلام کے ایک اذان ہے جو نماز جیسے اہم رکن و اہم عبادت کا دیباچہ و اعلان ہے، چنانچہ لغت میں اذان بمعنی اعلام ہے جیسا کہ فرمان خداوندی ہے "واذان من الله ورسوله" اور شریعت مطہرہ میں الفاظ مخصوصہ سے اوقات صلوۃ کے اعلان کا نام اذان ہے، چنانچہ شمع رسالت ﷺ کے پروانوں میں جس صحابی رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے اسلام کے اولین مؤذن ہونے کی سعادت حاصل کی وہ حضرت بلالؓ تھے جن کیلئے روایت میں أندی صوتا (بلند بانگ) وارد ہوا ہے نیز اذان کے اعلان ہونے کی وجہ سے یہ بھی مطلوب ہے کہ مؤذن پرکشش و عمدہ آواز کا مالک ہو تاکہ آواز سن کر لوگوں کے قلوب کھینچیں اور لوگ متوجہ ہوں اور صوتی کراہت کی وجہ سے تنفر پیدا نہ ہونے پائے، اسی وجہ سے ائمۂ امت نے مختلف عبارات میں مؤذن کے رفیع الصوت یعنی بلند بانگ ہونا نیز حسن الصوت یعنی پرکشش و عمدہ آواز ہونے کو لکھا ہے، چنانچہ شامی میں ہے الترجیع بالقرآن والاذان بالصوت الطیب طیب ان لم تزد فیه الحرف وان زاد کره له یعنی خوش آوازی سے قرآن کریم پڑھنا اور اذان دینا پسندیدہ امر ہے بشرطیکہ اس میں لحن کی وجہ سے حرفوں میں اضافہ نہ ہو، اور اگر اضافہ یا تبدیلی ہو گئی تو مکروہ ہے نیز فرمان نبوی ﷺ ہے یؤذن لکم خیارکم جس کے تحت علامہ ابن الہمام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرماتے ہیں ویدخل فی الخیار من لا یلحن الاذان لانه لا یحل وتحسین الصوت مطلوب،(ج/۱-ص/۱۰۴) نسائی شریف کی روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے حضرت ابومحذورہؓ کو اسی لئے مؤذن منتخب فرمایا تھا کہ وہ خوش الحان تھے چنانچہ راوی کہتے ہیں فقال رسول الله ﷺ قد سمعت فی هؤلاء تاذین انسان حسن الصوت فارسل الینا (نسائی شریف ج/۱،ص/۷۴)۔

یعنی میں نے ان نقل اتارنے والوں میں ایک خوش الحان شخص کی اذان سنی ہے پھر آپ نے ہم کو بلایا، پھر ہم نے الگ الگ اذان دی اور میں سب سے آخری تھا، جب میں نے اذان دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ادھر آؤ، پھر مجھے اپنے سامنے بٹھا کر آپ نے میرے سر کے اگلے حصہ پر دست مبارک رکھا اور تین دفعہ مجھے برکت کی دعا دی پھر فرمایا: جاؤ بیت اللہ میں اذان دو، دیکھئے! آپ کو کعبۃ اللہ کے مؤذن بننے کا شرف حسن الصوت ہونے کی بنیاد پر حاصل ہوا، تو ایک کو بوجہ الدی صوت ہونے کے مدینۃ المنورہ کے مؤذن اور ایک کو حسن الصوت ہونے کی وجہ سے کعبۃ اللہ کے مؤذن کا شرف حاصل ہوا، معلوم ہوا کہ اذان میں اعلان و تحسین یہ دونوں مطلوب ہیں۔

اول : اچھا! یہ تو آپ سے پہلی مرتبہ سنا یہ کہاں کی روایت ہے آج کل تو لوگ بے پر کی اڑانے کے عادی ہو گئے ہیں اس لئے حوالہ دینا بہت ضروری ہو گیا ہے بالخصوص جبکہ اس کا تعلق دینی و شرعی مسئلہ سے ہو۔

ثانی : جی ہاں! صحیح فرمایا آپ نے، مگر میں بے پر کی اڑانے کا عادی نہیں اس کے ساتھ نسائی شریف کے پر لگے ہوئے ہیں تو اب تک کی گفتگو سے یہ واضح ہو گیا کہ اذان میں تحسین بھی مطلوب ہے جس پر گفتگو بعد میں کریں گے، لیکن اس میں اہم جزء اذان کی صحت کا ہے کہ کلمات اذان کو صحیح تلفظ سے کہنا اور ان کو غلطیوں سے محفوظ رکھنا انتہائی ضروری ہے، چنانچہ فقہاء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرام نے اس طرح کی اغلاط کو نامزد بیان فرمایا ہے جس سے اذان درست ہی نہیں ہوتی اور واجب الاعادۃ ہوتی ہے مثلاً آللہ اکبر -اکبار- اشھد کی جگہ اشد، حی علی الفلاح کی جگہ حی للفلاح، یا حی علی الفلاھ بڑی (ح) کی جگہ چھوٹی (ہ) پڑھتا ہے وغیرہ اسی طرح بعضے مؤذنین جن کے سارے حروف شفتین ہی سے ادا ہوتے ہیں ایسی اذان کا ہونا نہ ہونا دونوں برابر ہے۔

اول : یہ تو اظہر من الشمس وابین من الامس ہے، کوئی مخفی مسئلہ تو ہے نہیں، سبھی کا تو اس پر اتفاق ہے میں تو آپ سے حدود سے متجاوز مدود کا مسئلہ معلوم کرنا چاہتا ہوں، آپ نے دوسری بات شروع فرمادی۔

ثانی : صبر سے کام لیجئے! میں اس طرف آرہا ہوں میں نے چاہا کہ اولاً بلا تمہید متفق علیہ مسئلہ بیان کردوں، تو سنئے! اس کو آپ اس طرح سمجھیں کہ حدیث پاک میں وارد ہوا ہے "قال النبی ﷺ اذا اذنت فترسل واذا اقمت فاحدر "(مشکوۃ شریف ج ۱/-ص ۶/) مراقی الفلاح میں ترسل کے معنی الفصل بسکتۃ بین کل کلمتین بیان کیا ہے اور طحطاوی میں ہے وقیل بتطویل الکلمات پھر تھوڑا آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں فیطول الکلمات بدون تغن وتطریب (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۹۶/) اور عالمگیری میں ہے ویستحب اطالۃ کلمات الاذان دوسری جگہ ہے ومد لام اللہ صواب یہ مد تعظیمی ہے جو قرآن میں محل نظر ہے نہ کہ غیر قرآن میں بھی۔

اول : تو کیا آج کل مؤذنین اکبر یا حی وغیرہ مقامات پر مد کرتے ہیں یہ بھی ترسل میں داخل ہے؟

ثانی : ہرگز نہیں، اس سے تو صرف مواضع مد مثلاً حروف مدہ ولین میں امتداد کی گنجائش نکلتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے ورنہ ایسے بے محل مد سے تو بعض مرتبہ اذان ہی واجب الاعادۃ ہو جاتی ہے، جیسے میں ابھی عرض کر چکا ہوں اسی لئے تحسین کے قائلین بھی انہی مواضع مد میں مد کے ذریعہ تحسین کے قائل ہیں۔

اول : خیر! آپ کی بات سمجھ میں آرہی ہے مگر جو لوگ لفظ اللہ، الہ وغیرہ مقامات پر وصلاً کھینچتے چلے جاتے ہیں وہ تو اچھا ہے کہ سانس ختم ہو جاتی ہے ورنہ یہ کہاں تک لے جاتے! تو یہ گنجائش کہاں سے نکل آئی جبکہ مد اصلی کی مقدار کے الفِ واحد ہونے میں قراء عشرہ میں سے کسی کا اختلاف نہیں ہے بلکہ سبھی الف واحد پر متفق ہیں، نیز یوں بھی ایک الف سے زائد مد ہمزہ یا سکون کے سبب ہوتا ہے اور یہاں حرف مد کے بعد نہ ہمزہ ہے نہ سکون، پھر اس زیادتی کی گنجائش کہاں سے؟

ثانی : جی ہاں! اچھا سوال کیا آپ نے، یہی وہ مرکزی نقطہ ہے جو موضوع اختلاف بنا ہوا ہے اس کو غور سے سنئے، دیکھئے! تجوید کا موضوع صاحب خلاصہ و دیگر مصنفین نے الحروف الهجائية القرآنية کو قرار دیا ہے، گو صاحب نہایہ فرماتے ہیں واما موضوعه فالقرآن وقال بعضهم والحديث ص/۱۵، اس سے معلوم ہوا کہ تجوید کا اصل موضوع تو قرآن مجید ہی ہے اور بعضے حضرات نے گو حدیث شریف کو بھی موضوع قرار دیا ہے اور کلمات اذان بھی حدیث ہی ہے مگر حدیث شریف بھی مخارج وصفات کی حد تک موضوع ہے ورنہ سارے قواعد تجوید مثلاً صفات لازمہ، عارضہ، مد، غنہ وغیرہ کی رعایت احادیث کے پڑھنے میں کسی کے یہاں نہیں ہے۔ آپ ہی بتلایئے! آپ حدیث پڑھتے ہوئے ان سب قواعد کی رعایت کرتے ہیں یا کسی کو سنا ہے؟

اول : نہیں۔

ثانی : اب آپ ہی بتلایئے جب نہ آپ خود ان قواعد کی رعایت کرتے ہیں نہ کسی کو سنا ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو اب کلمات اذان میں ان جملہ قواعد کی رعایت پر اصرار کیوں؟

معلوم ہوا کہ قواعد تجوید کی مکمل پابندی قرآن مجید میں ضروری ہے نہ کہ غیر قرآن میں، جب یہ بات سمجھ میں آ گئی تو آگے سنئے! اہل عرب کے یہاں موقع دعا اور استغاثہ میں مدود ثابت ہیں، اور اس کو مد کا سبب معنوی قرار دیا ہے، صاحب النشر علامہ جزریؒ فرماتے ہیں کہ **واما السبب المعنوی فهو قصد المبالغة فی النفی وهو سبب قوی عند العرب** الخ (ج ۱/ص ۲۶۸) کچھ آگے چل کر ابن مہران سے نقل فرماتے ہیں کہ **وهذا مذهب معروف عند العرب لانها تمد عند الدعاء وعند الاستغاثة وعند المبالغة فی نفی شیء** بلکہ یہاں تک لکھا ہے **ویمدون مالاأصل له بهذه العلة** (ج ۱/ص ۲۶۹) پس جس مد کی ایک اصل اور معقول وجہ بھی موجود ہو اس میں تو بطریق اولی مد کرنا چاہئے حتی کہ مؤلف موصوف علامہ جزری علیہ الرحمۃ نے تو بہت سے ائمۂ قراءت سے قرآن مجید میں بھی سبب معنوی کے ان مواقع میں مد نقل فرمایا اور اس پر اپنا عمل بھی تحریر فرمایا ہے جس کی تفصیل وہاں دیکھی جا سکتی ہے، یہی نہیں بلکہ ہمارے ماضی قریب کے ائمۂ قراءۃ سے قاری عبدالرحمٰن علیہ الرحمۃ جو باب قراءت میں سلسلۂ پانی پتیہ کی سند ہیں آپ کی بھی یہی رائے ہے آپ فرماتے ہیں چہارم مد تعظیم، چنانچہ "بعضے در اسم اللہ ورحمٰن مدی کشند"، معلوم ہوا کہ مد کے دو سبب ہیں سبب لفظی اور سبب معنوی، قرآن مجید میں سبب معنوی کی بنیاد پر مد کرنا گو ضعیف ہے مگر دعا و استغاثہ میں جب سبب معنوی کی بنیاد پر مد معتبر ہے تو اذان جو کہ اعلان ہے اس میں تو بطریق اولی مد ہونا چاہئے اور اس مسئلہ میں غیر قرآن کو قرآن پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے، دونوں میں شریعت نے بھی فرق کیا ہے۔

دیکھئے! استعاذۃ کو نماز میں سراً پڑھا جاتا ہے، بسملہ و آمین بھی آپ کے یہاں سراً ہی ہے، اور سر (راز) اس میں یہی ہے کہ یہ دونوں غیر قرآن ہیں، معلوم ہوا کہ دونوں کا حکم الگ الگ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے، اب تک کی گفتگو سے تو اتنی بات واضح ہوگئی کہ قرآن واذان کا حکم ایک نہیں ہوسکتا، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر قرآن میں مد کیلئے سبب معنوی بھی معتبر ہے، نیز اذان میں اعلان مقصود ہے اور یہ بھی مد کا ایک معنوی سبب ہے، کیا میں ٹھیک کہہ رہا ہوں؟ میری باتیں آپ کو سمجھ میں آرہی ہے؟

اول : بالکل ٹھیک ہے اور میں آپ کی باتیں غور سے سن رہا ہوں۔

ثانی : اور دیکھئے! علامہ نوویؒ "الاذکار" میں تکبیرات انتقالیہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں

المختار ان تکبیرة الاحرام لاتمد ولاتمطط بل یقولها مدرجة مسرعة وقیل تُمدُّ والصواب الأول وأما باقی التکبیرات فالمذهب الصحیح المختار استحباب مدها الی أن یصل إلی الرکن الذی بعدها (ص/۴۲)

اور یہی چیز یعنی انتقال من رکن الی رکن کا ذکر سے پر ہونا فقہاء کے یہاں مستحب ہے، معلوم ہوا کہ رکن کا ذکر سے پر ہونا یہ بھی مد کے اسباب معنویہ میں سے ایک سبب ہے اور اسی بنیاد پر یہاں لفظ اللہ کے الف میں ایک الف سے زائد مد کیا جارہا ہے۔

اول : مجھے یاد پڑتا ہے کہ غالباً صاحب نہایہ نے لکھا ہے کہ **واکثر المؤذنین من الزیادة فی المد الطبعی عن حده عن العرفی ای عرف القراء فمن اقبح البدع واشد الکراهة لا سیماً وقد یقتدی به بعض الجهلة من القراء** (نهایة،ص/۱۶۶) اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ مؤذنین کا ان مقامات پر ایک الف سے زائد مد کرنا کسی طرح درست نہیں۔

ثانی : بڑی نظر ہے آپ کی، معلوم ہوتا ہے آپ نے مسئلہ کا گہرائی سے مطالعہ کیا ہے، عبارت جو آپ نے پیش فرمائیں بڑی واضح عبارت ہے اور اس سے آپ جو مفہوم نکال رہے ہیں بالکل درست ہے، یہی وہ عبارت ہے جس کو امتداد کی ممانعت کے قائلین بطور دلیل پیش کرتے ہیں مگر حقیقت اس کی کیا ہے؟ ان شاء اللہ اس کو واضح کرنے کی کوشش کروں گا۔

بات دراصل یہ ہے کہ اسباب مد دو ہیں جیسا کہ ماقبل میں عرض کرچکا ہوں، لفظی اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معنوی، اور مد طبعی میں ایک الف سے زائد مد قرآن میں تو درست نہیں ہے، لہذا ائمۂ مساجد پر جو نکیر کی گئی وہ تو اپنی جگہ درست ہے کہ ان کا تعلق ہی قراءت قرآن سے ہے،

البتہ مؤذنین کو جو اس میں لپیٹ لیا گیا ہے وہ درست نہیں ہے اس لئے کہ مؤذنین کا تعلق غیر قرآن یعنی اذان سے ہے اور غیر قرآن میں سبب لفظی کے علاوہ معنوی بھی معتبر ہے جیسے دعا واستغاثہ وغیرہ میں بوجہ سبب معنوی ایک الف سے زیادہ مد کیا جاسکتا ہے، بلکہ سبب معنوی تو قرآن مجید میں بھی بعضے قراء کے یہاں معتبر ہے، دیکھئے! لا ریب فیه میں لا پر امام حمزہ کے یہاں بطریق طیبہ مبالغہ فی النفی کی غرض سے مد ثابت ہے اور اس میں توسط یعنی تین الف کے بقدر مد ہوگا، حالانکہ سبب لفظی کے تحت ایک ہی الف کے بقدر مد ہونا چاہئے، جب قرآن میں اعلان مقصود نہ ہونے کے باوجود سبب معنوی کا اعتبار کرتے ہوئے ایک الف سے زائد مد کی گنجائش ہوسکتی ہے تو پھر اذان اولاً تو غیر قرآن، پھر مقصود اس میں اعلان، تو اس میں مد کی اجازت کیوں نہ ہوگی؟

معلوم ہوا کہ صاحب نہایہ کا مؤذنین کو ائمہ کے ساتھ داخل کرنا درست نہیں ہے اور یہ جو کچھ میں عرض کر رہا ہوں ملا علی قاریؒ کی "المنح الفکریه" شرح جزریہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں وکذا اذا زاد فی الاصلی والطبعی علی مده العرفی من قدر الالف بان جعله قدر الالف او اکثر کما یفعله اکثر الائمة من الشافعیة والحنفیة فی الحرمین الشریفین فی الحرم المحترم فانه محرم قبیح لا سیماً وقدیقتدی بهم بعض الجهلة.

دیکھئے! اس مقام پر جہاں مد طبعی میں ہونے والی بیجا زیادتی پر تنبیہ فرما رہے ہیں اس میں صرف ائمہ کا ذکر ہے مؤذنین کو کہیں بھی ذکر نہیں فرمایا، معلوم ہوا کہ ان مواقع میں مؤذنین کا ایک الف سے زیادہ مد کرنا ملا علی قاریؒ کے یہاں مذموم نہیں ہے، مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرات نے ملا علیؒ ہی کی دو عبارتوں میں خلط کر دیا ہے، دیکھئے! ملا علیؒ اس کو بیان کرنے کے بعد طول کی مقدار سے بحث فرما رہے ہیں اور اس کے اخیر میں تحریر فرماتے ہیں والحاصل انه لا یجوز الزیادة علی مقدار خمس الفات اجماعا فیما یفعله بعض الائمة واکثر المؤذنین فمن اقبح البدع واشد الکراهة (المنح الفکریه ص/۵۶) ان دونوں عبارتوں کو نہایہ والی عبارت سے ملایئے تو اندازہ ہو جائے گا کہ بلفظہ ملا علی قاریؒ کی انہی عبارتوں کو لے کر دونوں کو ایک کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے خلط ہو گیا اور مد طبعی کی مقدار مد میں زیادتی کے باعث دونوں ہی مورد تنقید ہو گئے ہیں حالانکہ ملا علیؒ نے مؤذنین کو صرف مقام طول میں زیادتی کرنے پر تنبیہ فرمائی نہ کہ مد طبعی میں ایک الف سے زیادہ مد کرنے پر۔

اول : بھئی! عجیب راز کا انکشاف فرمایا آپ نے تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا آج اس مسئلہ سے قدرے تشفی ہوئی، مگر آخر چلتے چلتے ایک سوال کروں گا۔

ثانی : ضرور فرمایئے۔

اول : اذان کے وہ کلمات جہاں سبب لفظی موجود ہونے کی وجہ سے مثلاً الا الله، رسول الله، حی علی الفلاح وغیرہ میں طول کی گنجائش تو ہے مگر آج کل یہ مؤذنین جوان مقامات پر بے تحاشا مد کرتے چلے جاتے ہیں اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس کی بھی کوئی حد و مقدار ہے یا نہیں؟

ثانی : یہ بھی اچھا سوال کیا آپ نے! حقیقت اس کی یہ ہے کہ عامۂ مواقع طول میں زیادہ سے زیادہ پانچ الف کی گنجائش ہے، ملا علی قاریؒ نے طول کی مقدار پر بحث کرتے ہوئے امام ہذلی سے ایک قول چھ الف کا بھی نقل فرمایا ہے مگر اس کو ضعیف قرار دیا ہے، بہر حال اس سے ایک قول کو ضعیف ہی سہی چھ الف کا بھی ملتا ہے اور یہ گفتگو قراءت قرآن کے باب میں ہے اور اس کی نظیر قرآن میں قراءت حمزہ سے ملتی ہے کہ وہ مد متصل اور منفصل میں پانچ الف کے بقدر طول کرنے کے بعد سکتہ بھی کرتے ہیں اور سکتہ کم از کم دو الف ہوتا ہے ان دونوں کے مجموعہ سے سات الف کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقدار نکل سکتی ہے اس میں بھی اصل پانچ الف ہے اور چھ یا سات الف کا قول قراءت قرآن میں ضعیف ہے البتہ اذان میں چونکہ سبب لفظی کے علاوہ سبب معنوی بھی موجود ہے لہذا زیادہ سے زیادہ سات الف کی گنجائش رہنی چاہئے، بلکہ صاحب فتح الملک المتعال نے تو سبب معنوی کے تحت اللہ اکبر کے الف میں بھی ۱۴ر چودہ حرکات یعنی سات الف تک مد کو جائز قرار دیا ہے گو یہ غیر مشہور قول ہے، آپ تحریر فرماتے ہیں ولاجله اجاز الفقهاء مد الف الجلالة اربع عشرة حركة فی الله اكبر جس سے قدرے مشترک یہ معلوم ہوا کہ سبب معنوی کے تحت مد سات الف تک بھی ہوسکتا ہے اس لئے کہ اذان میں اعلان وتحسین کے مطلوب ہونے نیز بوجہ تعظیم الله اكبر جیسے مواقع مد اصلی میں توسط تک کی اجازت ہونی چاہئے اور مواقع مد عارض میں مقدار طول میں بجائے پانچ الف کے سات الف تک کی گنجائش ہونی چاہئے البتہ جو لوگ بجائے چودہ حرکات کے چودہ الفات کے جواز کے مغالطہ میں ہیں اور بے تحاشا مد کرتے چلے جاتے ہیں یہ بھی کسی طرح جائز نہیں۔

اول : جزاکم اللہ، الحمدللہ آج آپ کی گفتگو سے کئی عقدے حل ہوئے، مدت دراز سے اس مسئلہ پر کئی حضرات سے تبادلۂ خیال کرتا رہا اطمینان جیسا ہونا چاہئے ویسا نہیں ہو پا رہا تھا، آپ کی باتوں سے قدرے اطمینان ہوا۔

ثانی : یہ آپ کی مسئلہ سے دلچسپی ہی کی بات ہے کہ آپ نے اتنی گہرائی سے اس کا مطالعہ کیا، اور ہر پہلو کا جائزہ لیا، آپ کی دلچسپی ہی کی برکت سے طبیعت کھلی اور یہ دو چار باتیں توفیق الٰہی سے عرض کیں، آئندہ بھی ان شاء اللہ آپ کی ملاقات کا اشتیاق رہے گا۔

اول : ضرور! میں اپنی سعادت سمجھ کر ملاقات کرتا رہوں گا ان شاء اللہ بہت اچھا، السلام علیکم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الّا جیسے نون غیر مرسوم میں ادغام مع الغنہ

یہ مکالمہ مندرجہ ذیل دو اہم عنصر پر مشتمل ہے

ارباب علم کے مابین یہ ایک مشہور مسئلہ ہے کہ نون ساکن وتنوین کے بعد لام، را کے آنے پر ادغام بلا غنہ کے ساتھ بعض روایات میں ادغام مع الغنہ بھی بطریق طیبہ ثابت ہے البتہ ایسے مواقع میں مع الغنہ کے جواز کیلئے محقق فن علامہ جزریؒ اور عام مشائخ کی رائے یہ ہے کہ یہ ادغام مع الغنہ اسی وقت صحیح ہوگا جبکہ نون الگ سے لکھا ہوا ہو ورنہ ''الّا'' جیسے مواقع غیر مرسوم میں یہ غنہ صحیح نہ ہونا چاہئے تاکہ تلفظ ورسم میں مطابقت رہے اور صفت کا بلا موصوف کے باقی رہنا لازم نہ آئے، لیکن شیخ محمد المتولی علیہ الرحمۃ نے بعد تحقیق کے یہ ثابت فرمایا ہے کہ نون غیر مرسوم کے مواقع میں بھی ادغام مع الغنہ کوئی رسم کے خلاف نہیں اور نہ ہی اس سے صفت کا بلا موصوف کے باقی رہنا لازم آتا ہے۔

نیز عام شراح طیبہ ومشائخ فن نے اس ادغام مع الغنہ کو ازرق عن ورش کیلئے بھی فرمایا ہے مگر شیخ متولیؒ نے تحقیق کے بعد یہ واضح فرمایا ہے کہ ادغام مع الغنہ والی وجہ ازرق کیلئے روایۃ ونقلاً نہیں ہے۔

سوال : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جواب : وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

سوال : جناب واجد صاحب! بہت دنوں سے آپ نظر نہیں آئے کہیں سفر میں تھے کیا؟ آپ کو بہت یاد کر رہا تھا۔

جواب : نہیں نہیں سفر تو کیا ہوتا اور ان دنوں سفر کی گنجائش کہاں؟ کچھ پڑھنے پڑھانے کا مشغلہ ہی ایسا ہے کہ آدمی کہیں کا نہیں رہتا۔

سوال : ہاں! صحیح فرمایا، باقی یہ بہت مبارک مشغلہ ہے۔

جواب : ہاں تو کوئی خدمت ؟ کوئی خاص بات تو نہیں؟

سوال : خاص بات تو کیا ہوتی؟ بس عشرۂ کبیر سے متعلق ایک مسئلہ تھا جس کی تحقیق وتفتیش میں کافی دنوں سے لگا ہوا تھا، معلوم ہوا آج اس جگہ عشرہ کبیر کی اختتامی مجلس بھی ہے جس میں حضرت قراء کرام تشریف لائے ہوئے ہیں لہذا قیاس یہی تھا کہ آپ ضرور تشریف لائیں گے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہیں آپ سے اور حضرات قرائکرام سے ملاقات بھی ہوجائے گی اور اس مسئلہ سے متعلق کچھ تبادلۂ خیال بھی ہوجائے گا۔

جواب : ماشاءاللہ! آپ کو اللہ پاک نے تجوید وقراءت کا عمدہ ذوق عطا فرمایا ہے جب بھی آپ سے ملاقات ہوئی ہے ضرور کوئی نئی بات، نئی تحقیق، نیا مسئلہ سامنے آیا ہے تو فرمایئے کیا مسئلہ ہے؟ استفادہ کا موقع عنایت فرمایئے!

سوال : استفادہ تو میں کروں گا، آپ حضرات سے مل کر اپنی سمجھی ہوئی بات کا استصواب چاہتا ہوں؟ خیر علم قراءت کا یہ ایک معروف مسئلہ ہے کہ نون ساکن اور تنوین کے بعد لام را میں سے کوئی حرف آئے تو روایت جمہور اور عام اصول کے بموجب تو جملہ ائمہ قراءۃ کیلئے نون ساکن اور تنوین کا ادغام تام یعنی ادغام بلاغنہ ہوگا لیکن ائمہ عشرہ میں کی ایک بڑی جماعت ادغام تام کے ساتھ ساتھ ادغام ناقص بھی کرتی ہے جیسے **هدىً للمتقين، من لدنه** وغیرہ، جہاں تک مسئلہ تنوین کے بعد ان حرفوں کے آنے کا ہے تو اس میں تو کوئی تفصیل نہیں ہر جگہ تام وناقص دونوں جائز ہیں البتہ چونکہ قرءان کریم میں نون ساکن کبھی مرسوم ہوتا ہے تو کبھی رعایت تلفظ میں غیر مرسوم بھی ہوتا ہے جیسے **ان لا** (نون کے ساتھ) اور **الا** (بلانون کے) لہذا نون ساکن سے متعلق علامہ جزریؒ فرماتے ہیں کہ جو حضرات ادغام مع الغنہ کرتے ہیں انہوں نے تو اپنے اس مذہب کو مطلق وعام رکھا ہے یعنی نون ساکن رسماً ثابت ہو مثلاً **فإن لم تفعلوا، ان لا**، یعنی جس کا نون الگ سے لکھا ہوا ہو یا محذوف الرسم ہو **فإلم يستجيبوا، الّا** وغیرہ دونوں میں ادغام مع الغنہ کرتے ہیں لیکن علامہ جزریؒ فرماتے ہیں کہ مناسب یہ ہے کہ اس ادغام ناقص کو نون منفصل ومرسوم کے ساتھ مشروط ومقید کردیا جائے یعنی جب نون مرسوم ہو تو اس وقت ادغام ناقص کرنا صحیح ہوگا اور غیر مرسوم ہو تو ادغام ناقص صحیح نہ ہوگا تاکہ مخالفت رسم لازم نہ آئے یعنی تلفظ وقراءت رسم کے خلاف نہ ہو کہ نون تو رسم میں ہے نہیں پھر غنہ کیسا؟ گویا نون غیر مرسوم میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غنہ کرنا صفت کو بلا ذات کے باقی رکھنا ہے، آگے چل کر علامہ جزریؒ فرماتے ہیں کہ گو میں نے پورے باب یعنی نون مرسوم وغیر مرسوم دونوں میں اظہار غنہ سے بھی پڑھا ہے لیکن مرسوم میں غنہ اور غیر مرسوم میں عدم غنہ ہی راجح ہے، تو آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب : ہم نے بھی اپنے اساتذۂ کرام سے اسی طرح پڑھا ہے، صاحب فوائد مکیہ نے بھی جزری ہی کی تحقیق سے اتفاق کیا ہے یعنی ادغام ناقص کیلئے نون مرسوم کی قید لگائی ہے اور تقریباً سبھی نے اسی طرح پڑھا پڑھایا ہے، لیکن علامہ محمد المتولی علیہ الرحمۃ اپنی تصنیف الروض النضیر میں فرماتے ہیں کہ علامہ جزری کی یہ رائے محل نظر ہے کیونکہ متقدمین کی عبارات میں جب اطلاق ہے تو اس کی تقیید کسی قوی و مضبوط نص سے ہی ممکن ہے اور علامہ جزری نے اس موقع پر کوئی نص تقیدی بیان نہیں فرمائی اور بلا نص کے تقیید صحیح نہیں ہے۔

ثانیاً محقق جزری کا یہ نظریہ کہ نون غیر مرسوم میں غنہ کرنا یہ ظاہر رسم کے خلاف ہے کہ رسماً نون کی ذات تو موجود ہے نہیں اور بلا ذات کے اس کی صفت باقی رکھا جا رہا ہے، یہ بات یوں محل نظر ہے کہ آپ نے خود النشر میں قراءت کے ارکان ثلاثہ میں اتباع رسم سے متعلق گفتگو کے دوران یہ اصول بیان فرمایا ہے کہ جو قراءت رسم کے موافق ہو وہ صحیح اور اگر موافق نہیں ہے تو غیر صحیح ، پھر آپ نے موافقت رسم کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں (۱) موافقت حقیقتاً ہو مثلاً الصراط کہ یہ جیسا مقروء بالصاد ہے مرسوم بھی بالصاد ہے، گویا یہاں قراءت و رسم میں مطابقت ہے لہذا صحیح ہے (۲) موافقت تقدیراً ہو مثلاً ملك يوم الدين میں کلمۂ ملك تمام مصاحف میں حذف الف سے یعنی ملك مرسوم ہے اور اس کا حذف بغرض تخفیف ہے لہذا گو ظاہر میں اس کا الف مکتوب نہیں ہے مگر پھر بھی اس کو لکھا ہوا خیال کریں گے اور جب اس کو مرسوم خیال کر لیا تو کلمۂ ملک کی قراءت رسم کے موافق ہو گئی، اور اسی کو موافقتِ تقدیری کہتے ہیں اور تقدیراً موافقت بھی معتبر ہے لہذا قراءت ملك صحیح ہے، اس پر شیخ متولیؒ فرماتے ہیں کہ جب اصول یہی ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تقدیرا مرسوم ہونا بھی مرسوم کے حکم میں ہے اور ظاہراً حذف کے بعد بھی اس کو موجود خیال کیا جاتا ہے، تو اب الا کے نون غیر مرسوم کو بھی تقدیرا مرسوم و موجود کے حکم میں سمجھا جائے گا اور جب نون تقدیرا موجود ہے تو اب اس کی صفت غنہ کو باقی رکھنا کوئی محل اعتراض نہ ہونا چاہئے پھر یہاں تو وجود تقدیری کیلئے دلیل بھی موجود ہے کہ الن نجمع میں لن کا لام مشدد ہے اور اس کی تشدید کا سبب ادغام ہے جو اَن کے نون کا لام میں ہوا ہے گویا "لن" کے لام کی تشدید ادغام کے نتیجے میں ہے، اور جب ادغام کو تسلیم کیا گیا تو یہ بھی تسلیم کرنا پڑیگا کہ کوئی مدغم ہے اور وہ نون ہے، حاصل یہ کہ "لن" کے لام کی تشدید دال ہے ادغام پر اور ادغام دال ہے وجود مدغم پر اور وہ اَن کا نون ہے اور جب نون موجود تو اب نون کی صفت غنہ کا بقاء کسی طرح محل اعتراض نہ ہونا چاہئے، خلاصہ یہ کہ ملک میں تو وجود الف کی بظاہر کوئی دلیل نہیں ہے پھر بھی اس کو موجود خیال کیا جاتا ہے جبکہ یہاں تو وجود کی دلیل موجود ہے تو اس کا وجود بدرجۂ اولی معتبر ہونا چاہئے۔

پھر آپ ظاہراً نون غیر مرسوم کے وجود کو ثابت کرتے ہوئے آگے فرماتے ہیں "ان لا تطغو" جو حالت رفعی میں "لا تطغون" ہے لیکن ان مصدریہ کے داخل ہونے کی وجہ سے عامل ناصب کے عمل کے طور پر اس کا نون حذف ہو گیا ہے، گویا نون کا حذف بوجہ عمل اَن ہے اور جب عمل موجود تو عامل کو بھی موجود ماننا ہوگا، اس طرح یہ عمل وجود عامل کی غمازی کرتا ہے اور جب عامل موجود تو نون موجود اور نون موجود تو اس کی صفت کا ہونا محل اعتراض کیوں کر ہوگا؟

اسی طرح لئلایکون میں یکون منصوب ہے جو عامل ناصب یعنی "اَن" کی وجہ سے ہے اور جب عمل موجود تو عامل نصب بھی موجود ہے اور وہ "اَن" ہے یوں وجود نون ثابت اور جب نون موجود تو اس کی صفت کو باقی رکھنا معقول ہے۔

آگے آپ فرماتے ہیں کہ مزید برآں ایک غور طلب امر یہ بھی ہے کہ جب کوئی قراءت سند متصلہ اور روایت صحیحہ مشہورہ سے ثابت ہوتی ہے تو اس کے بعد رسم کی صریح مخالفت کا بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اعتبار نہیں ہوتا اور ایسی قراءت کو باوجود صریح مخالفت کے صحیح قرار دیا جاتا ہے مثلاً فلا تسئلن جو کہ یاء کے ساتھ ہے مگر اس کی یا مرسوم نہیں ہے پھر بھی یا کے ساتھ فلا تسئلنی کی قراءت بالاتفاق صحیح ہے تو مرسوم تقدیری کے مواقع میں تو غنہ کرنا بطریق اولی صحیح ہونا چاہئے، یہ ہے تحقیق علامہ متولیؒ کی، اور اب رجحان بھی قراء کا علامہ متولی ہی کی تحقیق کی طرف ہے جو قرین قیاس بھی ہے، کیونکہ علامہ جزریؒ ہی کے بیان فرمودہ اصول سے آپ نے استدلال بھی کیا ہے لہذا متقدمین کے بیان کے بموجب مرسوم وغیر مرسوم دونوں ہی صورتوں میں غنہ کو جائز رکھنا چاہئے۔

سوال : بہت خوب تحقیق ہے، بڑی مفید معلومات ہیں، اب ذرا اتنا ضرور بتلایئے کہ یہ غنہ کس کس کیلئے ہے؟

جواب : بہت اچھا تو سنئے! قراءت عشرۂ کبیر میں غور طلب امر یہ بھی ہے کہ ائمہ عشرہ میں کی جو ایک جماعت نون ساکن وتنوین کے بعد لام وراء کے آنے پر ادغام مع الغنہ نقل نہیں کرتی بلکہ صرف ادغام تام بلا غنہ نقل کرتی ہے، ان میں صحبہ یعنی شعبہ، حمزہ، کسائی، خلف عاشر کو تو سب ہی کہتے ہیں لیکن ازرق (عن ورش) سے متعلق یہ الجھن ہے کہ بعض مصنفین ومشائخ قراءت نے ان میں ازرق سے تام کی وضاحت نہیں فرمائی بلکہ ورش کے طریق اصبہانی کی طرح ازرق کو بھی ادغام مع الغنہ جائز قرار دینے والے قراء میں بیان کیا ہے۔

سوال : قطع کلام کی معافی چاہتے ہوئے ذرا اس کا حوالہ بھی دے دیا جائے تو بہتر ہوگا؟

جواب : کیوں نہیں؟ ضرور دیکھئے اولا تو علامہ جزریؒ نے طیبۃ النشر کے شعر وأدغم بلا غنة فی لام وراء– وهی ای الغنة لغیر صحبة ایضا تری یعنی شعبہ، حمزہ، کسائی اور خلف عاشر کے ماسوا قراء سے ادغام مع الغنہ بھی ہے اس میں آپ نے صحبہ کے ساتھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ازرق کوذکرنہیں فرمایا ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ازرق سے بھی ادغام مع الغنہ ہے۔

اسی طرح شارح طیبۃ علامہ نویری بھی اس کی شرح میں مکمل ورش یعنی طریق ازرق واصبہانی دونوں سے ادغام مع الغنہ کا جواز بیان فرمارہے ہیں، اور صاحب اتحاف فضلاء البشر فرماتے ہیں ورووا ذلك عن أكثر القراء، نافع، وابن كثير، وأبی عمرو، وابن عامر، وعاصم وكذا ابو جعفر ويعقوب وغيرهم (ج/۱،ص/۱۴۲)

ان ہی مشائخ کی اتباع میں حضرت مولانا قاری عبداللہ صاحب مرادآبادی نے شرح طیبہ توضیح العشر میں صحبہ جو کہ (ادغام مع الغنہ والی وجہ کو روایت نہیں کرتے) صرف بلاغنہ روایت کرتے ہیں ان کے ساتھ ازرق کو بیان نہیں فرمایا بلکہ اصبہانی کی طرح ازرق سے بھی ادغام مع الغنہ کو جائز قرار دیتے ہوئے پورے نافع سے ادغام مع الغنہ کو بیان فرمایا (ص ۱۲۶)

اوران سب کی بنیاد علامہ جزری کی النشر ہے جس میں آپ فرماتے ہیں وذهب كثير من أهل الأداء إلى الإدغام مع ابقاء الغنة ورووا ذلك عن اكثر أئمة القراءة كنافع وابن كثير وابی عمرو وابن عامر وعاصم وابی جعفر ويعقوب وغيرهم (ج/۲،ص/۲۳۰) اوراسی سے متعلق اخیر میں فرماتے ہیں (قلت) وقد وردت الغنة مع اللام والواء عن كل من القراء وصحت من طريق كتبنا نصا واداءً عن أهل الحجاز والشام والبصرة وحفص (ج/۲،ص/۲۴)

سوال : تو کیا ہمارے جامعات میں بھی اسی پر عمل درآمد ہے؟

جواب : جی ہاں! ہمارے جامعات کے درجات قراءت میں عشرۂ کبیر پڑھتے پڑھاتے ہوئے ادغام مع الغنہ والی وجہ پورے نافع سے پڑھی جاتی رہی ہے۔

لیکن شیخ محمد المتولیؒ الروض النضير میں فرماتے ہیں واما الأرزق عن ورش فلا غنة له اصلا والى ذلك الاشارة بقولنا ولا غنة عن ازرق قط اى خلافا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

للمنصوری ومن تابعه ممن قصرت همته عن تحریر الطرق، پھر آپ نے بہت مختصر انداز میں اسکی تفہیم فرماتے ہوئے طریق ازرق کے جملہ ناقلین و مصنفین کو بیان فرما کر یہ واضح فرمایا کہ ان میں کے کسی نے بھی ازرق کیلئے غنہ بیان نہیں کیا، ہاں! صاحب کامل امام ھذلی نے کامل میں ورش سے بطریق اصبہانی تو غنہ بیان فرمایا ہے لیکن طریق ازرق سے نہیں لہذا ازرق سے یہ غنہ کسی سے بھی ثابت نہیں ہے، بلکہ شیخ متولیؒ نے تو ازرق سے یہ غنہ نہیں ہے اس کو ثابت کرتے ہوئے مستقل ایک رسالہ "البرهان الاصدق والصراط المحقق فی منع الغنة للازرق" نامی تصنیف فرمایا ہے۔

سوال : جزاکم اللہ! اسی توقع سے حاضر ہوا تھا کہ آپ حضرات سے ملکر ضرور مسئلہ حل ہوجائے گا، الحمد للہ آپ کی تحقیقات سے کافی حد تک مسئلہ کے مالہ وماعلیہ معلوم ہوگئے، کتابوں کے سلسلہ میں معلومات ہوئیں، اللہ پاک کوئی دوسری ملاقات کی صورت پیدا فرمائیں ان شاء اللہ پھر کسی موقع سے استفادہ کروں گا، السلام علیکم۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابتداء براءت میں بسملہ

چند صفحات پر مشتمل اس مکالمہ میں سورۂ براءت کے شروع میں بسملہ کی شرعی حیثیت کو اجاگر کیا گیا ہے، بالخصوص ابتداء قراءت ابتداء براءت میں ترک بسملہ کے دلائل عقلیہ ونقلیہ کو جمع کرنے کی سعی کی گئی ہے،

نیز مکالمہ کی اس تفصیلی گفتگو سے یہ بھی روشن ہوا ہے کہ جواز بسملہ کیلئے مجوزین کے پاس کوئی نقل وروایت نہیں ہے البتہ جو دلائل عقلیہ پیش ہوئے مکالمہ میں ان کا رد بھی ہے۔

سائل : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجیب : وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سائل : جناب قاری صاحب بہت دنوں سے آپ کو یاد کر رہا تھا، مگر آپ سے ملاقات ہی نہیں ہو پا رہی تھی، آج قسمت سے ملاقات ہوگئی، کیسے ہو؟ خیریت تو ہے نا؟

مجیب : الحمدللہ! اللہ کا فضل آپ کی دعائیں، زہے قسمت جو آپ نے مجھے یاد فرمایا، کیا کوئی خاص بات تھی؟ کوئی خدمت ہو تو ضرور ارشاد فرمائیں۔

سائل : جی نہیں، احباب تو یاد آیا ہی کرتے ہیں، یہی تو زندگی ہے، امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جب سے معلوم ہوا کہ جنت میں دوستوں سے ملاقات ہوگی تب سے جنت کی تمنا اور آرزو اور بڑھ گئی ہے، دوستوں کی یاد اور ملاقات ہی پر مردہ دلوں کی دوا اور رنج وغم کا بڑی حد تک مداوا ہے، اور اصل بات یہ تھی کہ کل سورۂ براءہ کی بحث دیکھ رہا تھا جس کے تحت ابن عباسؓ کی روایت نظر سے گذری، آپ سے ملاقات ہوگئی تو سوچا کہ اس مسئلہ سے متعلق آپ سے تبادلۂ خیال کروں، آپ کا تو یہ مستقل فن ہے اس لئے آپ کی نظر اس مسئلہ پر ضرور ہوگی۔

مجیب : نظر تو اہل نظر کی، میری کیا نظر؟ آپ احباب کی حوصلہ افزائی ہے خیر! ارشاد فرمائیں آپ نے وہاں کیا دیکھا؟ مجھے بھی فائدہ ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سائل : مسئلہ دراصل وہاں بسملہ سے متعلق یہ مذکور ہے کہ کسی بھی سورت کو ختم کر کے براءت کو شروع کیا جائے جس کو اصطلاح میں ''درمیان قراءت ابتداء براءت'' کہتے ہیں تو ترک بسملہ پر سب کا اتفاق ہے اور کوئی بھی جواز بسملہ کا قائل نہیں، البتہ اگر قراءت کی ابتداء براءت کے شروع سے ہو تو بسملہ پڑھنا مستحب ہے اور دلیل میں ابن عباسؓ کی روایت ذکر فرمائی ہے، جبکہ قراء کرام تو اس کا انکار کرتے ہیں، ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمانؓ سے دریافت کیا کہ اس کا کیا باعث ہے کہ آپ حضرات نے سورۂ انفال کو جو منجملہ مثانی (سو آیتوں سے کم والی سورت) کہتے ہیں کیونکہ (سورۂ انفال کی آیات ۷۵ ہیں) اور سورۂ براءۃ کو جو ''مبین'' سے ہے قرآن میں باہم ملا دیا اور پاس پاس رکھا اور ان دونوں سورتوں کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں لکھی، اور پھر انفال کو سبع طوال دوسو (۲۰۰) آیات یا اس سے کم وبیش یا سو (۱۰۰) سے کافی زائد آیتوں والی سات بڑی سورتوں کے زمرے میں شامل کر دیا اس کا کیا باعث ہے؟

حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ پر ایک زمانہ میں کئی کئی سورتوں کا نزول ہوتا رہتا تھا، اس لئے جہاں آپ ﷺ پر کچھ قرآن نازل ہوا کرتا آپ فوراً کاتبین وحی میں سے کسی کو بلوا کر حکم فرماتے کہ اس حصہ کو فلاں سورت میں درج کرو جس میں ایسا ایسا ذکر آیا ہے اور انفال ان سورتوں میں سے ہے جو مدینہ طیبہ میں اول اول نازل ہوئی، اور سورۂ براءۃ نزول قرآن کے آخری دور میں نازل ہوئی تھی، اور براءۃ کا قصہ ومضمون انفال کے قصہ ومضمون سے مشابہ اور ملتا جلتا تھا، کہ انفال میں عہود کا اور براءۃ میں نقض عہود کا تذکرہ ہے اس لئے سب نے گمان کیا کہ سورۂ براءۃ انفال کا جزو ہے، اور رسول اللہ ﷺ ایسی حالت میں انتقال فرما گئے کہ آپ ﷺ نے کسی سے صراحتہ بیان نہیں فرمایا تھا کہ براءۃ منجملہ انفال کے ہے اشتباہ قصتین کی وجہ سے میں نے دونوں سورتوں کو پاس پاس رکھ دیا، اور انفال کو سبع طوال کی صف میں جگہ دے دی، اس کو ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے (الاتقان فی علوم القرآن)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس روایت سے معلوم ہوا کہ براءۃ انفال کا جزو ہے، تو جیسے اس سورت کے دیگر اجزاء سے ابتداء ہو تو بسملہ کے استحباب میں کوئی اختلاف نہیں تو یہاں بھی بسملہ کے استحباب میں کوئی اختلاف نہیں ہونا چاہئے۔

مجیب : مسئلہ تھوڑا تفصیل طلب ہے اصل جیسا کہ آپ نے فرمایا یہاں سورۂ براءۃ کی ابتداء کی دو صورتیں ہیں، انفال ختم کر کے براءۃ شروع کی جائے اور دوسری صورت یہ ہے کہ براءۃ ہی سے قراءۃ کی ابتداء کی جائے، اول صورت تو متفق علیہ ہے کہ اس وقت بسملہ نہیں پڑھی جائے گی البتہ صورت ثانیہ میں اختلاف ہے، ایک جماعت بسملہ کے استحباب کی قائل ہے اور دوسری جماعت ترک بسملہ کی استحباب کی، یعنی ان کے یہاں بسملہ نہ پڑھنا اولی اور افضل ہے اور دونوں جماعت کے اپنے دلائل ہیں، پہلی جماعت جو استحباب کی قائل ہے وہ تو مذکورہ روایت سے استدلال کرتی ہے جیسا کہ آپ نے ذکر فرمایا، فریق ثانی کے دلائل اس طرح ہیں کہ علامہ سیوطی ''الاتقان فی علوم القرآن'' میں تحریر فرماتے ہیں واخرج القشیری الصحیح ان التسمیۃ لم تکن منھا لان جبرئیل علیہ السلام لم ینزل بھا فیھا .....اس کے بعد متصل یہ روایت ہے جس کا ترجمہ یہ ہے اور مستدرک میں ابن عباسؓ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے علی ابن ابی طالبؓ سے دریافت کیا کہ سورۂ براءۃ میں ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' کیوں نہیں لکھی گئی؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ بسملہ امان ہے اور براءۃ جو ہے وہ تلوار کے ساتھ (فاقتلوا المشرکین) نازل ہوئی ہے، علامہ احمد البنا دمیاطی اتحاف فضلاء البشر میں فرماتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے ''اور علماء نے منع بسملہ کی توجیہ نزول براءۃ بالسیف کو قرار دیا ہے چنانچہ ابن عباسؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ بسملہ امان ہے اور براءۃ میں امان نہیں ہے'' اور اس قول کا حاصل یہ ہے کہ اہل عرب اپنے مراسلات صلح کے شروع میں بسملہ لکھتے تھے، بس جب وہ عہد توڑنا چاہتے تو بسملہ نہ لکھتے، ملا علی قاریؒ شرح شاطبیہ میں لکھتے ہیں وھذا تعلیل روی عن علی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ وقال الباقلانی وعلیه الجماهیر اور جیسا کہ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں بل الصحیح انه علیه السلام امر بوضع هذه السورة بعد سورة الانفال وحیا وانه علیه السلام حذف بسم الله الرحمن الرحیم من اول هذه السورة وحیا۔

سائل : اتقان کی تحقیقات سر آنکھوں پر، علامہ سخاوی علیہ الرحمۃ بھی میدان تحقیق میں اپنا مقام رکھتے ہیں اور آپ کا رجحان استحباب بسملہ کی طرف ہے لھذا آپ کی بات کو بھی ہم نظر انداز نہیں کر سکتے، علامہ فرماتے ہیں کہ ابتداء سورۃ میں بسملہ ہی قرین قیاس ہے اس لئے کہ بسملہ کا ساقط کرنا یا تو اس لئے ہے کہ سورۂ براءۃ سیف وقتال کے حکم سے نازل ہوئی جو غضب الٰہی کی علامت ہے، اور ایسے موقع پر بسملہ مناسب نہیں، یا اس بنا پر کہ حضرات صحابۂ کرامؓ کے یہاں انفال سے علیحدہ مستقل سورۃ ہونے کا حتمی فیصلہ نہیں ہوا، پس اگر نزول بالسیف کی وجہ سے ترک بسملہ ہے تو غضب کا تعلق ان لوگوں یعنی مشرکین مکہ سے تھا اور ہم تو صرف برکت کیلئے پڑھتے ہیں۔

یا اگر ترک بسملہ کی علت یہ ہے کہ اس سورۃ کے مستقل ہونے کا قطعی فیصلہ نہیں ہوا ہے یعنی یہ سورۃ انفال کا جزو ہے تو درمیانی سورۃ میں بھی تو بسملہ جائز ہے، تو یہاں کیوں ممنوع ہے؟ جس طرح دیگر سورتوں کے درمیان سے پڑھنے کی صورت میں بسملہ جائز ہے یہاں بھی جائز ہونا چاہئے ؟

مجیب : دیکھئے! اکثر صحابۂ کرامؓ مثلاً حضرت ابن عباسؓ، حضرت عمرؓ، حضرت حذیفہؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت مقدادؓ، حضرت قتادہؓ، وغیرہم اس کو مستقل سورۃ قرار دیتے تھے، بلکہ جناب نبی کریم ﷺ نے اس کو براءۃ و توبہ کا نام دیا ہے، صحابۂ کرامؓ سے اس کے چودہ نام منقول ہیں، جو اس کے مستقل علیحدہ ہونے کی دلیل ہے لہذا قراء کے یہاں ترک بسملہ کی وجہ انفال کا جزو ہونا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کبھی نہیں رہی بلکہ یہ سخاوی کا خود اپنا بیان ہے اور ویسے بھی اصول تفسیر کا مشہور مسئلہ ہے "العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص المورد" لہذا علامہ سخاویؒ کا اس کو صرف کفار ومشرکین کی موجودگی کے ساتھ خاص کرنا صحیح نہیں ہے، رہی علت نزول بالسیف کی جس کو رد کر کے سخاوی بسملہ کے جواز کے قائل ہوئے ہیں اس کی حیثیت تو صرف حکمت ونکتہ بعد الوقوع کی ہے نہ کہ علت ترک بسملہ کی، بلکہ قراء کرام کے یہاں ترک بسملہ کی اصل علت یہ ہے کہ مشائخ قراءۃ اس کی ابتداء میں بسملہ نقل نہیں کرتے بلکہ اس کی ابتداء میں ترک بسملہ ہی کو قراءۃ نقل کرتے ہیں نیز بہت سے قراء نے تو اس جگہ پر اجماع نقل کیا ہے کیونکہ مصاحف میں ساری سورتوں کی ابتداء میں بسملہ محرر ہے اور براءۃ میں نہیں ہے تو بسملہ کا غیر مکتوب ہونا نیز تفسیر جلالین شریف میں ہے "ولم تكتب فيها البسملة لانه ﷺ لم يؤمر بذلك كما يؤخذ من حديث" (رواہ الحاکم) عینی شرح بخاری میں ہے سورۂ توبہ کے شروع میں بسملہ اس لئے نہیں لکھی گئی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اس کے ساتھ بسملہ نہیں لائے تھے، معلوم ہوا کہ اولاً حضرت جبرئیل علیہ السلام اس کی ابتداء میں بسملہ نہیں لائے ثانیاً آپ ﷺ نے اس کی ابتداء میں بسملہ ارشاد نہیں فرمائی، مصاحف میں نہیں لکھا گیا اور مشائخ قراءۃ سے اس کی ابتداء میں بسملہ کا ترک منقول ہے بلکہ تفسیر ماجدی میں بحوالۂ قرطبی یہ وضاحت ہے کہ جب یہ سورۃ نازل ہوئی تو آپ نے حضرت علیؓ کو قاصد بنا کر بھیجا تھا جس پر آپ نے موسم حج میں متعدد مواقع پر براءت کو پڑھ کر سنایا تو اس کے اول میں بسملہ نہیں پڑھی ظاہر بات ہے کہ آپ تو قاصد تھے تو آپ نے حضور ﷺ کی ہدایت کے مطابق ہی تلاوت فرمائی ہوگی اور یہ ابتدائے قراءت ابتدائے براۃ ہے جس سے متعلق ہماری گفتگو ہو رہی ہے۔

بلکہ آپ کی برکت سے یاد آیا کہ محمد بن مقاتل رازیؒ نے ایک استفتاء یعنی "رجل ابتدأ سورة براءة ولا يسمي هل هو خطأ" کے جواب میں جب فرمایا "هو خطاء" تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ملا علی قاریؒ نے "المسئلة فی البسملة" نامی رسالہ مرتب فرمایا جس میں اس کا مدلل رد فرماتے ہوئے فرمایا "ان هذا قول باطل مخالف للكتاب والسنة واجماع الامة وتفصيله يطول" یعنی ابتداءِ قراءت ابتداءِ براءت میں ترک بسملہ کو خطاء کہنا قول باطل ہے کہ یہ کتاب وسنت واجماع امت کے خلاف ہے، پھر اس پر بڑی وقیع ومدلل گفتگو فرمائی ہے۔

ثالث : السلام علیکم!

سائل : وعلیکم السلام! جناب قاری صاحب بڑے موقع سے آپ تشریف لے آئے کافی دیر سے ہمارے درمیان ایک مسئلہ پر گفتگو ہو رہی ہے اور اس مسئلہ کو سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں آپ بھی اس میں ہماری مدد فرمائیں۔

ثالث : ضرور! ضرور!

سائل : ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ماشاءاللہ آپ کے جوابات سے ایک حد تک تسلی ہوئی، مگر ایک بات ذہن میں اور آئی اگر میرا حافظہ خطا نہیں کرتا تو امام طحاویؒ کا رجحان بھی کچھ استحباب بسملہ کی طرف ہے، آپ فرماتے ہیں کہ اگر نزول بالسیف کی وجہ سے براءۃ کی ابتداء میں بسملہ نازل نہیں ہوئی، تو یہ علت سورۂ محمد کے شروع میں بھی ہے، جس کو سورۃ القتال کہا گیا، بسملہ نہ ہونی چاہئے تھی، اسی طرح سورۂ ویل لکل همزة ، تبت يدا أبي لهب میں بسملہ نہ ہوتی کہ ان میں عذاب کا ذکر ہے۔

ثالث : اگر اجازت ہو تو ایک دو باتیں میں بھی عرض کر دوں۔

مجیب : ضرور! ضرور!

ثالث : دیکھئے! علامہ آلوسی صاحب روح المعانی میں اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ مضمون کے لحاظ سے ان میں بڑا فرق ہے کیونکہ براءۃ میں کما وکیفا ہر دو طرح منافقین وکفار اور مؤمنین تمام ہی کی شان میں شدت وعید، غیظ وغضب، قہر وجلال، عذاب وخصہ، سیف وحرب،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قتال و جہاد کا اظہار و تذکرہ کیا گیا ہے، دوسری کسی بھی سورت میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہے، نیز بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ اہل عرب جب معاہدوں کو منسوخ کرتے تھے تو اس کی منسوخی کی تحریروں پر بسم اللہ نہیں لکھتے تھے اور سورۂ براءۃ میں بھی معاہدوں کی منسوخی کا اعلان ہے اس لئے اس میں بھی مذاق عرب کی رعایت میں بسملہ کو حذف کردیا گیا ورنہ بسملہ کے اثبات سے عادت عرب کے پیش نظر برأۃ و نقض عہد میں نرمی کا وہم ہوگا جو خلاف مقصود ہے لہذا جس طرح دیگر سورتوں کی ابتداء میں بسملہ کا اثبات رحمت ہے تو برأت میں اس کا ترک واسقاط عین رحمت ہے بخلاف ویل لکل اور تبت یدا کے ان سورتوں میں غضب ہے مگر نقض عہد و برأت عن الحفظ والصیانۃ کا کوئی تذکرہ نہیں ہے کہ بسم اللہ سے مزاج عرب کی خلاف ورزی لازم آئے، معلوم ہوا کہ سورۂ محمد، ویل لکل، تبت یدا جیسی سورتوں کو اس پر قیاس کر کے ترک بسملہ پر اعتراض کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

اور نزول قرآن میں مزاج عرب کی رعایت ایک بڑی وجہ ہے، دیکھئے! قرآن کوئی شعر و شاعری نہیں ہے پھر بھی اس میں فواصل کی رعایت ضرور رکھی گئی ہے جیسے اذا الشمس کورت، والضحی، الرحمن، علم القرآن، لا اقسم بھذا البلد وغیرہ، بلکہ بعض مواقع میں اس کی رعایت میں کچھ حروف حذف بھی کر دیئے گئے مثلاً واللیل اذا یسر، وغیرہ، جو دراصل یسری تھا اوزان سیاق وسباق کی رعایت سے یاء کو حذف کر دیا گیا، الظنونا، الرسولا، السبیلا کے کلمات بلا الف تھے رعایت فواصل میں ایک الف ان کے ساتھ ملحق کر دیا گیا، اولئك، لا انتم، ولا اوضعوا وغیرہ میں الف اور واؤ کی زیادتی کی وجہ میں صاحب نثر المرجان علامہ کرمانی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ خطوط سابقہ میں جبکہ حرکات کا وجود نہ تھا اظہار حرکت کی ضرورت کے موقع پر ان حرکات کو حروف علت کی صورت میں لکھا جاتا تھا چنانچہ اولئك کا واؤ جو کسی بھی قراءۃ میں ثابت نہیں ہے دراصل واؤ نہیں ہے بلکہ ھمزہ قبلیہ کا ضمہ ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو الیك سے اشتباہ کی وجہ سے قدیم طرز کے مطابق واو سے لکھا گیا ہے اور لا اوضعوا کا الف بھی ماقبل کے لام کے فتحہ کی صورت میں ہے جس کا عرب میں رواج وماحول تھا، لہذا جیسا کہ صاحب روح المعانی نے فرمایا والحق استحباب ترکها حیث انها لم تکتب فی الامام ولا یقتدی بغیره

مجیب : بات تو صحیح ہے مگر چونکہ ایک جماعت جواز کی بھی قائل ہے لہذا معتدل رائے یہ ہے کہ ترک بسملہ واجب نہیں بلکہ مستحب ہے البتہ بعض حفاظ جو بسملہ کے ترک کو بہر حال ضروری قرار دیتے ہیں اور بسملہ پڑھ لینے کو ناجائز خیال کرتے ہیں جس کو حضرت اقدس تھانویؒ نے اغلاط العوام سے قرار دیا ہے شاید اسی خطا کی اصلاح کی مصلحت سے بعض فقہاء نے ترک بسملہ کو نہیں بلکہ بسملہ پڑھنے کو مستحب قرار دیا ہے ورنہ فی حد ذاتہ اور نفس الامر میں بلا رعایت امر دیگر برأۃ پر ترک بسملہ ہی مستحب ہے گو ایک خاص مانع قوی یعنی اصلاح عقیدۃ العوام کی وجہ سے بسملہ پڑھنے کو مستحب فرمایا ہے تاکہ اس کے پڑھنے کو کوئی گناہ نہ سمجھ بیٹھے کیونکہ یہ واضح ہے کہ نفس الامر میں کسی مسئلہ کی نوعیت یہ اور چیز ہے اور کسی عارض کی بناء پر اس کے برخلاف عمل درآمد یہ امر آخر ہے۔

سائل : جزاکم اللہ! قاری صاحبان، آج آپ کی ملاقات سے مسئلہ کی حقیقت سے آگاہی ہوئی کہ ابتداء قراءت ابتداء براءت میں بسملہ سے متعلق اس قدر تفصیل ہے، بالخصوص ترک بسملہ کیلئے پیش کردہ تحقیق ودلائل کو آپ دونوں سے سن کر بڑی مسرت ہوئی، اللہ کرے ملاقات سے ایسا سنہرا موقع بار بار نصیب ہو۔

مجیب : نہیں نہیں، یہ آپ کے حسن ظن اور وسعت ظرفی کی بات ہے ورنہ کہاں ہم اور کہاں لفظ تحقیق۔ جزاکم اللہ۔ انشاء اللہ پھر ملاقات ہوگی اور ضرور ہوگی۔ السلام علیم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن کریم کی تعریب وتنقیط اور قراءات مختلفہ کے متعدد فوائد

(۱) حضرت عثمان غنیؓ جامع قران ہیں یا جامع الناس علی مصحف واحد؟ (۲) جب دور صحابہ میں قران کریم کو اعراب ونقطوں سے عاری وخالی رکھا گیا تھا تو پھر تعریب وتنقیط کی ضرورت کیا پیش آئی؟ (۳) اعراب کس نے وضع فرمائے؟ (۴) روایت حفصؒ کے مطابق اعراب لگائے جانے کی کیا وجہ ہے؟ (۵) کیا اختلاف قراءت صرف قراء ہی کے حق میں مفید ہے یا اس کی افادیت دیگر علوم وفنون سے بھی تعلق رکھتی ہے۔
''قران کریم کی تعریب وتنقیط'' نامی اس مکالمہ میں مذکورہ بالا سوالات کے محقق جوابات دیئے گئے ہیں۔

حذیفہ : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اسمٰعیل : وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حذیفہ : کہاں رہتے ہیں آپ؟ نظر ہی نہیں آتے کئی روز سے زیارت کو جی چاہتا ہے مگر جناب کے دیدار سے محرومی ہی رہتی ہے۔

اسمٰعیل : آپ بھی کہاں ملتے ہیں، اور بھئی! کیا عرض کروں؟ آپ سے پھر معاملہ مخفی تھوڑا ہی ہے ایک ہی کشتی کے سوار ہیں آپ کی طرح ہمیں بھی اب ساحل سے ہم کنار ہونا ہے کشتی کنارے لگانا ہے سالانہ قریب ہے فرصت کہاں؟ ہر وقت یہی دھن سوار ہے کہ کسی طرح کتابیں ختم ہوں۔

حذیفہ : جی ہاں! بات صحیح ہے میں بھی آج کل اسی فکر میں ہوں مگر آج خلاف معمول آپ اتنی تیزی کے ساتھ اور اتنے خوش وخرم کہاں جارہے ہیں؟ کوئی خاص تقریب ہے یا کیا؟

اسمٰعیل : ہاں بھئی ہاں، تقریب ہی کیوں، بلکہ تقریب سعید کہوں تو بیجا نہ ہوگا، آج ہمارے کچھ طلبۂ عزیز قراءتِ سبعہ عشرہ میں قرآن کریم کی تکمیل فرمارہے ہیں، بقول حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ اس دعائیہ مجلس میں شرکت کیلئے جارہا ہوں۔

حذیفہ : اچھا اچھا! تو اس میں کچھ اس فن سے متعلق گفتگو بھی ہوگی یا نہیں، میں بھی کچھ اس فن سے متعلق سیکھنا سمجھنا چاہتا ہوں، اور ہاں! آپ نے بھی تو سبعہ عشرہ کی تکمیل کی ہے، آپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہی سے چلتے چلتے دو چار باتیں کیوں نہ عرض کردوں۔

اسمٰعیل : جی ہاں! الحمدللہ! اللہ کا شکر ہے استاذ محترم کی کرم فرمائی کہ مجھ نااہل نے بھی اس فن شریف سے کسی درجہ میں استفادہ ضرور کیا ہے مگر کہاں میں اور کہاں آپ؟ آپ جیسے بڑے حضرات کا علم وتفقہ! چہ نسبت خاک را با عالم پاک؟

حذیفہ : نہیں بھئی! ایسی بات مت کرو آپ نے جب مستقل فن ہی کو پڑھا ہے تو کوئی اپنی جگہ کچھ ہو مگر اس فن خاص سے اتنی واقفیت تو نہ رکھیگا جتنی آپ کو ہے، اسلئے جی چاہتا ہے کہ میں بھی آپ کے ساتھ چلوں کہ کچھ مذاکرہ بھی ہو جائے۔

اسمٰعیل : اچھا جب آپ کا اصرار اسی پر ہے تو حاضر ہوں، سمجھ میں آیا تو جواب دوں گا مگر سوال کی طرح جواب پر ایسا اصرار مت فرمایئے۔

حذیفہ : دیکھئے مولانا صاحب! عامۂ خطباتِ جمعہ میں یہ قراء وائمۂ کرام حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کیلئے جامع القرآن کا وصف استعمال کرتے ہیں وہ کہاں تک صحیح ہے؟

میری اپنی تحقیق تو یہ ہے کہ جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری شرح بخاری میں ابن ابی داؤد سے اسناد صحیح کے ساتھ حضرت سوید بن غفلۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ بخدا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مصاحف کے باب میں جو کچھ کیا وہ ہماری پوری جماعت کے مشورے کے بعد کیا ہے۔

چنانچہ آپ نے صحابۂ کرامؓ سے مشورہ طلب کرتے ہوئے معلوم کیا کہ مجھ کو یہ بات پہونچی ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ میری قراءت فلاں کی قراءت سے بہتر ہے حالانکہ یہ تو قریب بکفر ہے، تو ہم نے کہا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ لوگوں کو ہم مصحف واحد پر جمع کردیں تو سب نے کہا : بالکل ٹھیک ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو مصحف واحد پر جمع فرمایا، لہذا آپ کو جامع قرآن کہنا صحیح نہیں، جامع قرآن تو درحقیقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسمٰعیل : بالکل صحیح فرمایا آپ نے لیکن بات دراصل یہ ہے کہ.....

حذیفہ : مولانا صاحب! قطعِ کلام کی معذرت کرتے ہوئے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں کہ اب تک کی گفتگو سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان ؓ نے لوگوں کو مصحف واحد پر جمع کردیا، تو مصحف واحد سے کیا مراد ہے؟ مجھے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان ؓ نے تقریباً آٹھ مصاحف لکھوا کر مختلف بلاد وامصار میں روانہ فرمائے ہیں، اوران میں بھی بعض کلمات کے اعتبار سے مصاحف ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

اسمٰعیل : صحیح فرمایا آپ نے! بات یہی ہے جو آپ نے کہی مگر تھوڑی تفصیل طلب ہے حاصل جس کا یہ ہے کہ مصحف سے مراد یہاں رسم ہے یعنی حضرت عثمان ؓ نے لوگوں کو رسم واحد پر جمع کردیا، رہ گیا مسئلہ سات یا آٹھ مصاحف کا تو وہ چونکہ بلاد وامصارِ مختلفہ میں روانہ کرنا تھا لہٰذا متعدد نسخے تیار کرانے پڑے اوران نسخوں میں رسم تقریباً سبھی کی ایک تھی البتہ جن بعض مواقع میں مصاحف کے مابین رسما اختلاف ہوا ہے اس کی وجہ علامہ دانیؒ اپنی کتاب "المقنع" میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت عثمان ؓ نے قرآن کو مصاحف میں جمع کرنا شروع کیا اوراس کو رسم واحد یعنی لغتِ قریش پر لکھوانا چاہا تو آپ کے پیش نظر یہ بات بھی تھی کہ یہ قراءتِ متواترہ سبھی منزل من اللہ اور مسموعہ من الرسول ﷺ ہیں، آگے آپ فرماتے ہیں کہ ساری قرائتوں کو مصحف واحد پر جمع کرنے کی یہی صورت ممکن تھی کہ جو قرائتیں رسم واحد کے تحت نہ آسکتی ہوں اس کو تکرار کلمہ کے ساتھ مثلاً ووصّی بها، وأوصی بها، تجری من تحتها الانهٰر، تجری تحتها الانهٰر، کانوا اشد منهم قوة، منکم قوة، وغیرہ اب اگر مصحف واحد میں اسطرح کلمہ مکرر لکھا جاتا تو خلط ملط ہوجاتا اور ایک قسم کا اختلاف اب بھی باقی رہتا جو جمع عثمانی کی مصلحت کے خلاف تھا اس لئے آپ نے شکل یہ اختیار فرمائی کہ ایسے کلماتِ مختلفہ کو بلاد وامصار کے تلفظ کی رعایت کرتے ہوئے ان کے مصحف میں اسی انداز پر لکھ دیا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مصاحف میں رسم کی اس رعایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قراءاتِ متواترہ کی حفاظت کا باقاعدہ اہتمام کیا گیا ہے۔

حذیفہ : چلئے! ضمناً مزید معلومات ہوگئیں البتہ میں تو ایک اور بات عرض کررہا تھا اور وہ یہ کہ جب قراءاتِ مختلفہ متواترہ ہیں تو پھر اعراب ونقطے روایتِ حفصؒ کے مطابق کیوں؟

اسمٰعیل : اچھا سوال کیا آپ نے! اس کے جواب سے قبل ایک اور دلچسپ بات عرض کروں جو آپ کی برکت سے اسی وقت ذہن میں آئی اور وہ یہ کہ اعراب ونقط کا داعیہ کس کے دل میں اور کیونکر پیدا ہوا ؟

دیکھئے! اسلام سے قبل اہل عرب میں نقطے واعراب رائج نہ تھے بلکہ وہ اپنے فطری ملکہ اور طبعی مہارت کی وجہ سے اعراب وغیرہ صحیح طور پر ادا کرلیتے تھے پھر جب اسلام خوب پھیل گیا اور عرب کا عجم سے اختلاط شروع ہوا تو عرب وعجم دونوں کی تلاوت میں حتی کہ گفتگو تک میں غلطیاں ہونے لگیں اسلئے علماء نے حرکات ونقط کی علامات وضع فرمائیں۔

اس سلسلہ میں علامہ دانیؒ نے ''المحکم فی نقط المصاحف'' (ص/۴۰۳) میں سبب کے طور پر یہ واقعہ ذکر فرمایا ہے کہ عتبیؒ کہتے ہیں کہ سیدنا امیر معاویہ ؓ نے زید بن سمیہ (والی بصرہ) کو خط لکھ کر عبیداللہ بن زیاد کو طلب فرمایا، حاضری کے بعد حضرت معاویہ ؓ نے دورانِ گفتگو زبان وبیان کی غلطیاں پائیں آپ نے عبیداللہ کو واپس بھیجتے ہوئے زیاد کو اپنے مکتوب میں ملامت کی اور فرمایا کہ عبیداللہ جیسا شخص یوں ضائع کیا جاسکتا ہے؟

زیاد نے صورتِ حال کے پیشِ نظر حضرت امام ابوالاسود دؤلی م (۹۹ھ) تلمیذ حضرت علی ؓ سے اعراب ونقط وضع کرنے کی درخواست کی کہ اس سے لوگ اپنے کلام کو بھی درست کرلیں گے اور غلطیوں سے بچ سکیں گے، تو قرآن کریم کی تلاوت بھی غلطیوں سے محفوظ ہوجائیگی، امام ابوالاسود دؤلی نے ان کی درخواست کو ناپسند کرتے ہوئے انکار کردیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زیاد نے ان کو آمادہ کرنے کیلئے ایک تدبیر کی وہ یہ کہ ایک شخص کو ابوالاسود کی گزرگاہ میں بٹھا دیا اور حکم دیا کہ یہ جب گزریں تو ان کو سناتے ہوئے قرآن کریم کو قصداً غلط پڑھو، چنانچہ جب وہ گذرے تو اس شخص نے بآواز بلند سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۳ کے الفاظ "إن الله برىء من المشركين ورسوله کو ورسوله بكسر اللام والهاء" پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکین اور اپنے رسول دونوں سے بیزار ہیں (العیاذ باللہ) ابوالاسود نے یہ سنتے ہی بڑی بے تابی سے فرمایا عز وجه الله أن يبرأ من رسوله یعنی اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کی بیزاری سے پاک ہے یہ کہتے ہوئے فوراً زیاد کے پاس پہونچے کہ تمہاری درخواست میں نے منظور کر لی اب میں عربیت میں حرکات و نقطے وضع کرنا چاہتا ہوں اور پہلے قرآن کریم میں اعراب لگانا چاہتا ہوں آپ کچھ آدمی میرے پاس بھیج دیں، زیاد نے حسب فرمائش تیس کاتبوں کو بھیج دیا۔

امام ابوالاسودؒ نے اولاً ان میں سے دس کا انتخاب کیا اور پھر ان دس میں سے بنی عبد قیس کے ایک شخص کو منتخب فرمایا اور اس سے کہا کہ قرآن و روشنائی ساتھ رکھ لو، ساتھ ہی کوئی اور رنگ بھی، جب میری قراءت میں انفتاحِ فم ہو تو فتحہ کی علامت کے طور پر ایک نقطہ اس حرف پر لگاؤ، اور انضمامِ شفتین ہو رہا ہو تو ایک نقطہ اس حرف کی جانب میں لگاؤ، اور جب انخفاضِ صوت و فم ہو یعنی آواز پست ہو رہی ہو تو ایک نقطہ اس حرف کے نیچے لگاؤ۔

ان ہدایات کے بعد امام ابوالاسودؒ نے نہایت اطمینان کے ساتھ قران مجید پڑھنا شروع کیا اور کاتب حسب ہدایت نقطے لگاتا گیا، ہر ہر جز کے اختتام کے بعد آپ اس پر نظر ثانی بھی فرماتے رہے اس طرح پورے قرآن میں اعراب لگا دئے گئے بعد میں لوگوں نے اسے قبول کیا اور اس کا نام شکل و تشکیل رکھا اور آگے چل کر اس میں تبدیلی بھی ہوئی چنانچہ خلیل بن احمد نحوی مصری (م ۱۷۰ھ) نے ضبط حرکات نیز تنوین کی صورت اور ہمزہ کی علامت اور اقلاب کی نشانی وضع کی، اور ساتھ ہی رَوم و اشمام کی علامت بھی ایجاد کی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اب لیجئے اصل سوال کا جواب! مختصر یہ کہ رسم کے ذریعہ قراءات متواترہ کی حفاظت تو ہو ہی گئی تھی، پھر روایت امام حفصؒ کے مطابق جو اعراب ونقط لگے وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ قراءت دیگر قراءات کی بنسبت سہل الأداء ہے مثلاً اس میں امالے، تسہیل، صلات، سکتاتِ لفظیہ، اختلاس، اشمام بالحرف وغیرہ سوائے ایک ایک جگہ کے نہیں ہے چونکہ یہ قراءت آسان تھی، نیز امام ابوحنیفہ ؒ قراءت میں امام عاصم ؒ کے شاگرد ہیں لہذا امام صاحب کی بھی یہی قراءت تھی چنانچہ مذہب حنفی کے ساتھ ساتھ یہ قراءت بھی چلی، اور اس مذہب کی طرح اطراف عالم میں یہ قراءت بھی پھیل گئی حتی کہ لوگوں کو گمان ہونے لگا کہ یہی ایک قراءت ہے، نیز آپ کی برکت سے اس کی ایک اور معقول وجہ ذہن ناقص میں آرہی ہے شاید آپ پسند فرمائیں گے کہ یہ روایت حفص عن عاصم جن اکابر صحابہؓ سے منقول ہے ان میں ایک حضرت علیؓ بھی ہیں اور آپ ہی کے شاگرد رشید امام ابوالاسودؒ واضع اعراب ہیں تو قرین قیاس ہے کہ آپ نے اپنی معمول بھا قراءت یعنی روایت حفص کے مطابق ہی تلاوت فرمائی اور کاتب نے اسی کے تحت اعراب بھی لگائے ہوں

حذیفہ : بات تو آپ کی سمجھ میں آرہی ہے مگر ایک بات اور جو ذہن میں گردش کر رہی ہے وہ یہ ہے کہ وہ ایک مستقل فن ہے جس کو اس فن سے لگاؤ ہے وہ اس کو پڑھے پڑھائے مگر آپ کو اس سے کیا فائدہ؟

بہتر یہ ہے کہ دوسرے لوگ اپنا وقت اپنی مناسبت کے مطابق فنون میں لگائیں تاکہ اس میں آگے بڑھیں۔

اسمٰعیل : مولانا صاحب! یہ مسئلہ تو محل غور ہے، میں جہاں تک اپنی ناقص فہم کے مطابق سمجھا ہوں وہ یہ کہ علم قراءت ایک ایسا علم ہے جس سے ہر ایک اپنے اپنے فن میں مدد حاصل کرسکتا ہے اسلئے کہ قرآن فہمی میں اختلافِ قراءت کو ایک اہم مرجع کی حیثیت حاصل رہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے جیسا کہ مقدمہ مفردات میں لکھا ہے کہ صحابۂ کرام ﷺ اور تابعین بعض آیات کو سمجھنے کیلئے اختلافات قراءات سے استفادہ کرتے ہیں، خصوصاً حضرت عبد اللہ بن مسعود ﷺ اور حضرت اُبی ابن کعب ﷺ کی قراءت اس باب میں بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہے مثلاً سورۂ جمعہ میں "إذا نودی للصلوة من یوم الجمعة فاسعوا"۔

ابن مسعود ﷺ کی قراءت میں (فامضوا) ہے جس سے سعی کے معنی کی تفسیر ہوتی ہے اور سعی سے جو دوڑنے کے معنی بظاہر معلوم ہو رہے تھے اس کی وضاحت ہو جاتی ہے۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ اگر میں ابن مسعود ﷺ کی قراءت اختیار کرتا تو میرے بہت سے تفسیری سوال حضرت ابن عباس ﷺ سے استفسار کے بغیر حل ہو جاتے، بعض علماء نے تفسیری ارتقاء اور اس کے مدارج کے سلسلہ میں اختلافِ قراءت کو پہلا زینہ قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ تدوینِ قرآن تفسیر مین پہلی کوشش تھی جس کو صحابہؓ نے اختیار کیا مگر اس میں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ قراءاتِ متواترہ تو نصوص کی حیثیت رکھتی ہے لیکن قراءتِ غیر متواترہ کو تفسیر کی حیثیت دے سکتے ہیں۔

خلیل اللہ (ثالث) : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اسمٰعیل وحذیفہ : وعلیکم السلام!

خلیل اللہ : اچھا! معلوم ہوتا ہے آپ بھی جلسہ ہی میں جا رہے ہیں۔

اسمٰعیل : جی ہاں! جلسہ ہی میں جا رہے تھے، راستہ میں مولانا سے ملاقات ہوگئی انہوں نے کچھ پوچھنا شروع کر دیا ہے تو ذرا ٹھہر گئے ہیں آپ بھی سنئے ابھی یہ اور کچھ پوچھ رہے ہیں۔

حذیفہ : میں ان سے یہ پوچھ رہا تھا کہ فنِ قراءت مستقل ایک فن ہے جس کو اس فن سے لگاؤ ہے وہ اسے پڑھے پڑھائے مگر ان کو اس سے کیا فائدہ؟ بہتر یہ ہے کہ دوسرے لوگ اپنا وقت اپنی مناسبت کے مطابق فنون میں لگائیں تاکہ وہ اس میں آگے بڑھیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسمٰعیل : لیجئے آپ کے ذہن میں اگر اس سلسلہ میں کوئی بات ہو تو آپ فرمائیے!

ثالث خلیل اللہ : اگر آپ کی یہی رغبت ہے تو چند باتیں جو اس وقت ذہن میں ہیں عرض کردوں، دیکھئے! علامہ جزریؒ نے "النشر" میں اختلاف قراءت کے ایسے متعدد فائدے ذکر فرمائے ہیں جن کا تعلق قاری اور غیر قاری سبھی سے ہیں۔

(۱) انتہائی درجہ کی بلاغت اور کامل درجہ کا اعجاز اور مکمل ترین وحسین ترین اختصار! اسلئے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک کلمہ کی تبدیلی قراءت کے متعدد اختلافات (معنی اور مصداق کے اعتبار سے) کئی آیتوں کے قائم مقام ہوتے ہیں، پس جب ان میں سے ہر ایک قراءت ایک آیت کے مرتبہ میں ہے تو اگر ہر لفظ اور ہر قراءت کی دلالت کے بجائے ایک مستقل آیت نازل ہوتی ظاہر ہے کہ اس سے کلام بہت طویل ہو جاتا مثلاً وارجُلَکم، وارجُلِکم۔

(۲) یہ اختلاف نبی کریم ﷺ کی نبوت اور قرآنِ مجید کی صداقت وحقانیت پر عظیم الشان اور واضح ترین وقطعی دلیل اور مکمل ترین علامت ونشانی ہے اس لئے کہ جدا جدا قرائتوں میں طرح طرح کا اختلاف ہوتے ہوئے بھی قرآن میں ذرا برابر تضاد ومخالفت اور تناقض نہیں ہے بلکہ اس کی ساری قراءتیں ایک ہی طور طریق اور ایک ہی اسلوب وطرز پر باہم ایک دوسرے کی تصدیق وتشریح وتائید وتفسیر کرتی ہیں اور ہر عاقل وفہیم جانتا ہے کہ یہ صفت اللہ تعالیٰ ہی کے کلام میں ہوسکتی ہے پس جب کلامِ الٰہی ہے تو جس نبی پر نازل ہوا ہے وہ بھی بلاشک صادق ہے۔

(۳) سہولت لفظ! اسی انتہائی بلاغت واختصار کی صفت کے سبب امت کو قرآن کا یاد کرنا اور اس کلام کو ادا کرنا اور آگے اس کا نقل کرنا آسان ہوگیا۔

(۴) إعظام الأجور، اسی اختلاف کے سبب اس امت کے علماء اور قراء کے اجر وثواب میں روز افزوں ترقی واضافہ ہوتا رہتا ہے اسلئے کہ وہ ہر قراءت کے معنی کی جستجو کرنے اور ہر لفظ کی دلالت سے احکام اور حکمتیں نکالنے اور پوشیدہ بھیدوں اور مخفی اشارات کے ظاہر کرنے میں اپنی پوری کوشش خرچ کرتے ہیں اور پورے غور وخوض اور گہری نظر سے توجہ کرکے اپنے علم وفہم کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اندازے کے مطابق ہر قراءت کی توجیہ، تعلیل اور اس کی ترجیح کے اسباب اور اس کے مضمون کی تفصیل منکشف اور واضح کرتے ہیں اور حق تعالیٰ کا دستور ہے کہ وہ محنت و مشقت کے مطابق اجر و ثواب عطا کیا کرتے ہیں۔

(۵) اسی سے باقی امتوں کے مقابلہ میں اس امت کی بزرگی اور شرافت و فضیلت ظاہر ہوتی ہے اس لئے کہ اس امت نے کتابِ الٰہی کو پورے شوق و ذوق اور کامل توجہ و رغبت کے ساتھ پڑھا اور پڑھایا، اس کے ایک ایک لفظ سے بحث کی ایک ایک صیغہ کی تحقیق کی اس کی صحت و درستگی کو آشکارا فرمایا، غرض اس قدر اہتمام کیا کہ کسی اور امت کا فکر بھی اس حد تک نہ پہونچ سکا۔

(۶) نیز ان قراءات مختلفہ سے وہ عظیم الشان خوبی و فضیلت جس کا حق تعالیٰ نے اس امت کیلئے ذخیرہ کیا ہے وہ یہ کہ امت اپنے پروردگار کی کتاب (جو ان سے تعلق پیدا کرنے کا اعلیٰ ترین ذریعہ اور وسیلہ ہے) کو متصل و صحیح سند کے ذریعہ نبی ﷺ تک پہونچاتی ہے اور ہر قاری اپنی اختیار کردہ وجوہ کو نقل کے ذریعہ منبع العلوم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ مربوط و متعلق کرتا ہے جس سے اہلِ باطن اور بے دین لوگوں کے شبہات کا قلع قمع ہو جاتا ہے اور یہ صرف اسی امت محمدیہ ﷺ اور اسی کتابِ الٰہی کی خصوصیت ہے اور یہ ایسا اعلیٰ ترین فائدہ اور عظیم الشان خصوصیت ہے کہ اگر اس کے سوا اختلافِ قراءت کا اور کوئی فائدہ نہ ہوتا تو یہی کافی وافی تھا۔

(۷) نیز آیت کریمہ "إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحفظون" سے اللہ تعالیٰ نے حفاظتِ قرآنِ مجید کا جو وعدہ فرمایا ہے اس کے مصداق ویسے تو ایک روایت کو پڑھنے پڑھانے والے بھی ہیں مگر ساری قراءات کو پڑھنے پڑھانے میں اس کی مکمل حفاظت ہے،

لگے ہاتھ اور بھی چند فوائد جن کا تعلق متعدد علوم وفنون سے ہے عرض کرتا چلوں دیکھئے! آیت کریمہ "إنه من يتق ويصبر" میں دو قراءتیں ہیں بحذف الیاء و باثبات الیاء إنه من يتق، من يتقي توجیہ اس کی یہ کی گئی ہے کہ باثبات الیاء ہے تو من موصولہ ہے اور اگر بحذف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الیاء ہے تو من شرطیہ ہے جس کی وجہ سے اثرِ جزم ظاہر ہو کر حرف علت ساقط ہو گیا ہے، اسی طرح آیت کریمہ "ولکن الشیاطین کفروا میں دو قراءتیں ہیں الشیاطین کے نون کا ضمہ اور فتحہ، اب اگر منصوب ہے تو اس کے ساتھ لکن مثقلہ ہے جو حرف مشبہ بالفعل ہے اور اگر مرفوع ہے تو لکن مخفف من المثقلہ ہے لہذا عمل اس کا باطل ہو گیا ہے۔

اور لیجئے ایک واقعہ یاد آ گیا ایک مرتبہ اعمش نے امام حمزہ کی قراءت "فإن قتلوکم فاقتلوھم" پر امام حمزہ سے سوال کیا کہ آپ کی قراءت سے تو یہ نکلتا ہے کہ ایک شخص مقتول ہونے کے بعد بھی دوسرے کو قتل کر سکتا ہے اس کا حل کیا ہے؟

آپ نے جواب دیا کہ دراصل عرب کی عادت ہے کہ جب ان میں سے کوئی قتل ہو جاتا ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم قتل ہو گئے! اس محاورہ کی رعایت کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم قتل ہو جاؤ یعنی تم میں سے کسی کو قتل کر دیا جائے تو فاقتلوھم، معلوم ہوا کہ مقتول کو قتل کے لئے نہیں کہا جا رہا ہے۔

بات طویل ہو رہی ہے اکتائیے گا نہیں! میں تو اس سے صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ علمِ قراءت ایسا علم ہے جس سے صرف اس کے پڑھنے پڑھانے والے ہی نہیں بلکہ ہر ایک مستفید ہو سکتا ہے اسی طرح آیت کریمہ "قل فیھما اثم کبیر" میں دوسری قراءت کثیر ہے دونوں سے دو مختلف معنوں کی طرف اشارہ ہے کبیر سے کیفیت کی زیادتی مراد ہے اور کثیر سے کمیت کی زیادتی مراد ہے اور شراب وجوے میں کیفیت وکمیت دونوں ہی اعتبار سے برائی موجود ہے۔

حذیفہ : شکریہ جناب!

آپ سے ملکر بھی بہت فائدہ ہوا اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اس فن کی عظمت اور اس کی وسعت کا اندازہ ہوا جو اس سے پہلے نہیں تھا، جلسہ کا وقت بھی ہو گیا ہو گا چلئے! میں بھی چلتا ہوں وہاں اساتذہ سے ملاقات بھی ہو جائے گی اور مزید سننے کا موقع ملے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قراءت ترتیل

اس مکالمہ میں درج ذیل امور کو زیر بحث لایا گیا ہے

خوش آوازی عطیۂ خداوندی ہے اور انسان اپنی فطرت میں خوش گلوئی کا دلدادہ اور گنگنانے کا عادی ہے، بعثت نبوی ﷺ سے قبل یہ بھولی بھٹکی انسانیت خوش گلوی کے عطیۂ خداوندی کو غلط استعمال کر کے فسق و فجور کی مجالس کو گرماتی اور اپنے کو عتاب خداوندی کا مورد بنا رہی تھی، لیکن قربان جایئے رحمۃ اللعالمین ﷺ پر آپ نے امت کی اس زبوں حالی پر ترس کھایا اور بڑی حکمت عملی و عرق ریزی سے اس کے دھارے کو بدلا اور امت کو اس عطیہ کیلئے تحسین قراءت کا نہایت صحیح و موزوں مصرف عنایت فرمایا کہ مضمون کی پاکیزگی کے ساتھ ساتھ ترتیلاً، تدویراً و حدراً تلاوت میں جہاں فطرت کی تسکین کا نہایت عمدہ سامان ہے وہاں انسان اس کی بدولت توجہات ربانی کا مرکز بنے گا، نیز دلائل نقلیہ سے ترتیل کا ثبوت، اور عربی عمدہ لہجوں کی اشاعت کیلئے قاری عبدالرحمٰن مکی کو مکۃ المکرمہ سے ہندوستان بھیجا جانا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج شریف..... الحمدللہ اللہ کا شکر ہے، آپ کی دعا۔

سوال : کئی روز سے آپ نظر نہیں آتے معلوم ہوا کہیں تشریف لے گئے تھے؟

جواب : جی ہاں! پچھلے دنوں ملیشیا میں آل ولڈ مظاہرۂ قرائت منعقد ہوا تھا مجھے بھی ان لوگوں نے دعوت نامہ بھیجا تھا، اور اس پر مصر ہوئے کہ میں ضرور شرکت کروں، ادھر مشغولی بھی اتنی زیادہ تھی مگر نسبت قرآن اور ان کے پیہم اصرار کی وجہ سے شریک ہونا ہی پڑا، ماشاءاللہ دنیا بھر کے قراء جمع ہوئے تھے، ہر ایک نے اپنی خداداد صلاحیت کا بہترین مظاہرہ کیا، بڑی مسرت ہوئی کہ اس دور میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو زینوا القرآن باصواتکم کا حق ادا کرنے کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں۔

سوال : ماشاءاللہ! ماشاءاللہ ! مبارک ہو بڑی خوشی ہوئی آپ کے اس سفر کی روداد سن کر،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ نے بھی تو پڑھا ہوگا؟

جواب : ہاں! الحمدللہ پڑھا اور حاضرین نے بڑی خوشی کا اظہار کیا، عرب ممالک سے آئے ہوئے قراء سے اچھی ملاقاتیں رہی ان حضرات کے یہاں ہندوستان جیسے ملک میں قراءت وتجوید کے فن سے ایسی دلچسپی بڑی تعجب خیز بات تھی دیر تک حالات معلوم ہوتے رہے بہت سوں نے حالات سن کر ہمارے اداروں کی زیارت کا شوق بھی ظاہر فرمایا۔

سوال : الحمدللہ اچھا تو قاری صاحب! بتلایئے وہاں اس مجلس کی کیا ترتیب رہتی ہے؟

جواب : ترتیب بس یہی ہے کہ مختلف بلاد وامصار سے تشریف لائے ہوئے قراء کرام کی لسٹیں تیار کر کے اس کو مجالس پر تقسیم کر دیا جاتا ہے، روزانہ دو مجلس منعقد ہوتی رہی قراء کرام ترتیلاً تلاوت میں اپنی اپنی فنی کاوشیں پیش کرتے رہے، یہ مجلس تقریباً دو دن رہی، ویسے تین دن کا پروگرام تھا مگر پہلا دن تو افتتاحی خطبہ واہمیت قراءۃ قرآن، تعارف مہمانان پھر کچھ ایک دو قراءت ہی میں وقت ختم ہوگیا، اصل تو دو دن ہی تھے جس میں آخری مجلس میں کلمات تشکر اور تقسیم انعامات اور صدر محترم کا بیان اور دعا رہی۔

سوال : اگر آپ محسوس نہ فرمائیں تو دو ایک سوال جو مدت سے میرے ذہن میں گردش کرتے رہتے ہیں عرض کروں۔

ثالث : السلام علیکم خیریت تو ہے کیا کسی خاص موضوع پر گفتگو ہو رہی ہے؟

جواب : نہیں ایسی کوئی خاص بات نہیں مولانا صاحب! میں تو اپنے سفر کی روداد سنا رہا تھا اس پر ہمارے دوست کوئی سوال کر رہے ہیں آپ بھی سنئے آپ کی بھی فن پر اچھی نظر ہے کوئی مفید بات موقع کے مناسب آپ بھی ارشاد فرمایئے، ہاں تو آپ کیا فرما رہے تھے۔

سوال : ہاں تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ اگر آپ محسوس نہ فرمائیں تو عرض کروں دو ایک سوال جو مدت سے میرے ذہن میں گردش کرتے رہتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب : اس میں محسوس کرنے کی کیا بات ہے آپ دل کھول کر جو چاہیں سوال کریں خوشی ہوگی۔

سوال : جزاکم اللہ.... تو عرض یہ ہے کہ یہ قراء کرام جن لہجات میں قراءۃ کر رہے تھے اس طرح ترتیلاً تحسینِ قراءت شرعاً مطلوب ہے یا نہیں؟ رسول اکرم ﷺ سے اس سلسلہ میں کوئی ارشاد اور اس باب میں کچھ ہدایات ذخیرۂ احادیث میں بھی ملتی ہیں یا نہیں؟

جواب : ماشاءاللہ اچھا سوال فرمایا آپ نے... اور بھی کچھ لوگوں نے اس سلسلہ میں مجھ سے سوالات کئے تھے اس موقع پر جواب بھی دے دیا تھا اب آپ نے پھر وہی سوال دہرایا ہے، تو بات دراصل یہ ہے کہ تحسین قراءۃ مطلوب ہی نہیں بلکہ رسول اکرم ﷺ نے باقاعدہ اس کی ترغیب دلائی ہے اور یہی نہیں بلکہ آپ ﷺ نے بڑی حکمت کے ساتھ امت کے ایک خاص طبقہ کو اس کی طرف مائل فرمایا ہے اور ان تحسین کرنے والوں کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے بڑے وقیع کلمات ارشاد فرمائے ہیں اگر آپ کے پاس وقت ہو تو ذرا تفصیل سے اس مسئلہ کو عرض کر سکتا ہوں۔

سوال : ضرور...ضرور...اسی لئے تو سوال کیا ہے کہ مسئلہ ذرا مفصل مبرہن ہو جائے اور لوگوں کا خلجان دور ہو جائے۔

جواب : بہت بہتر...تو بات دراصل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی تو بعثت ہی اسلئے ہوئی ہے کہ بندگانِ خدا کے بھولے بھٹکوں کو صحیح راہ دکھلائیں اور گمراہی کی ظلمت سے نکال کر ہدایت کے نور سے نوازیں، رحمتِ خداوندی سے کوسوں دور ہو گئے بندوں کو اس کی رحمتوں کا مورد بنائیں، ادھر آپ علیہ الصلوۃ والسلام جو کہ رحمۃ للعالمین ہیں جب دنیا میں تشریف لائے ہیں تو انسانوں کا وہ طبقہ جس کو خوش گلوئی یا عمدہ پرکشش آواز جیسی معجزانہ نعمت سے نوازا گیا تھا مگر وہ قدرت کی طرف سے عنایت کئے ہوئے نسخۂ کیمیا کا نہ مصرف جانتے اور نہ ہی انہیں اس کی قیمت معلوم تھی اس زبردست دولت کے باوجود وہ اپنے آپ کو غربت کا مارا خیال کر کے چند کوڑیوں کے عوض ارباب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ثروت کی غلامی کرتے، اپنی خداداد آواز سے ان کی فسق وفجور کی مجلسیں گرماتے، عشق ومعاشقہ کے فحش اشعار کو خوش گلوئی سے عزت بخشتے اور اپنے آقا ومالک کے جذبات وخواہشات کی تسکین کرکے مجلسِ مئے نوشی میں رنگ بھرتے اور اصحاب ثروت بھی ایسے مغنّی یا مغنّیہ سے خدمت حاصل کرنے کو باعث فخر خیال کرتے تو کچھ بندیوں نے کسی کی موت پر مصنوعی رونے دھونے اور نوحہ سے روپیہ کمانے کو خوش آوازی کا مصرف قرار دیا تھا مگر ان بندگانِ خدا نے یہ نہ سوچا کہ اس عطیہ سے تو اصل معطی کی رضا وتوجہ حاصل کرنی چاہیے، قربان جائیے سرکار دوعالم ﷺ پر کہ آپ کو امت کی اس زبوں حالی اور اس عظیم سرمایہ کے ضیاع پر ترس آیا اور جہالت ونادانی میں ڈوبی اس امت کو صحیح راہ دکھلائی اور فرمایا زينوا أصواتكم بالقرآن کہ تم اپنی آوازوں کو قرآن کریم میں استعمال کرو کہ اس کی اصل زینت قرآن کریم ہی سے ہے، ظاہر بات ہے کہ دھارے کو بدلنا نبی جیسی اولوالعزم ذات گرامی ہی سے ممکن ہوتا ہے تو کبھی فرمایا زينوا القرآن باصواتكم کہ تم اپنی فطری آوازوں سے قرآن کو زینت دو، یوں بڑی حکمت عملی سے خوش آوازی کی قدر فرماتے ہوئے فرمایا کہ تم اپنی حسین آوازوں اور لہجوں کی عمدہ صلاحیتوں کو قرآن کریم میں استعمال کرکے اس کو جس قدر مزین کرسکتے ہو کرو کہ اس میں تمہارے جذبات کی تسکین بھی ہوگی اور اللہ تعالیٰ ایسی تلاوت کو اس قدر شوق سے سنیں گے اور قدر فرمائیں گے کہ کسی دوسری چیز کو بھی اس قدر شوق سے نہیں سنتے۔ کیا عجب انقلاب ہے کہ جس آواز سے اب تک بندہ خدا کا معتوب ومغضوب بنتا تھا اسی آواز سے اب وہ قدرت کا مشتاق بن گیا، قدرت اس کا شوق رکھنے لگی چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے ما اذن الله لشيء ما اذن لرجل حسن الصوت بالقرآن من صاحب القينة إلى قينته پھر چونکہ دھارے کو بدلنا تھا اور اس طرح کی صلاحیتوں کو قرآن کریم میں لگانا تھا تو صرف ترغیبی وتشویقی انداز پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ کبھی ترہیبی انداز اختیار کرتے ہوئے فرمایا ليس منا من لم يتغن بالقرآن پھر جب کسی عمدہ ادا کے حامل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو اس میں پوری لگن سے مست و مصروف پایا تو اس کی تحسین فرمائی چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو جب پرسوز آواز میں تلاوت کرتے ہوئے سنا تو داد تحسین دیتے ہوئے فرمایا **لقد اوتیت مزمارا من مزامیر ال داؤد** ، ادھر حضرت سالم کو سنا تو فرمایا **الحمد لله الذی جعل فی امتی مثل هذا** بلکہ بذات خود بھی قرآن کریم کو بہت ہی حسین انداز میں تلاوت فرما کر نمونہ پیش فرمایا، نبی کی ذاتِ بے مثال کو اس کا یقین تھا کہ انسان فطری طور پر خوش الحانی گانے اور گنگنانے کا عادی ہے اگر اس کو صحیح مصرف نہیں ملتا تو یہ مختلف قسم کے فسق و فجور میں اپنی پر کیف آوازوں کو ضائع کر دیگا لہذا آپ کی ذات گرامی نے بڑی دل سوزی و عظیم فراست اور بے مثال حکمت عملی سے ایک طویل عرصہ کی پر تاثیر قولی و عملی ہدایات سے امت کے دھارے کو بدلا اور انہیں قرآن میں مصروف فرمایا۔

سوال : ماشاءاللہ! بہت ہی دل نشیں انداز میں آپ نے مسئلہ کی وضاحت فرمائی آپ کی گفتگو سے تو تحسین قراءت کا منشاء نبوی کے عین مطابق ہونا معلوم ہوا بہت سے لوگوں سے مسئلہ کا یہ گوشہ بالکل مخفی اور مخفی ہی نہیں بلکہ ان کے نزدیک تو تحسین قراءت گویا کوئی شجرۂ ممنوعہ ہے اب اس کے بعد قاری صاحب ذرا اتنی وضاحت اور فرما دیجئے کہ امت نے اس کے بعد ان ارشادات نبوی سے کہاں تک دل چسپی لی۔

جواب : ہاں ضرور پھر کیا تھا.. شمع رسالت کے پروانوں نے جب منشاء نبوی کو پالیا تو پوری پوری زندگی اس پر قربان کرنے اور وقف کر دینے کو اپنے لئے شرف و سعادت خیال کیا اور کوئی خوش الحان ترتیلاً تلاوت کر کے نہ صرف جذبہ کی تسکین کرتا ہے بلکہ قربِ خداوندی کے منازل بھی طے کرتا ہے تو کوئی تدویراً تلاوت کر کے اپنی نسبتوں کو رفعت بخشتا ہے اور اس طرح پر کوئی تو توجہاتِ ربانی اور رضائے الٰہی کے حصول میں سرگرداں نظر آتا ہے کبھی تنہائی کی تلاوت سے خود کیف محسوس کرتا ہے تو کبھی مجمع میں تلاوت کر کے ماحول کو پر کیف بنا دیتا ہے اور بہتوں کو بے خود

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر دیتا ہے اور اس طرح ہزاروں قلوب میں جگہ کر لیتا ہے، غرض یہ کہ ہدایت نبوی ﷺ کے بعد تو سلف وخلف سب ہی نے حسن قراءت کو بصد شوق اپنایا اور کئی خوش الحان بندوں نے اس کو من حیث الفن اپنایا اور اس میں خوب محنت کی جس کے نتیجہ میں حسنِ قراءت ان کا وصفِ امتیازی ہو گیا چنانچہ کبار تابعین حضرت یحییٰ بن وثاب المتوفی ۱۰۳ھ سے متعلق امام اعمش فرماتے ہیں

کان یحییٰ بن وثاب من احسن الناس قراء ۃ ربما اشتھیت ان اقبل رأسه من حسن قرائة وکان اذا قرأ لا تسمع فی المسجد حرکة کان لیس فی المسجد احد۔

صاحب مفتاح السعادۃ فرماتے ہیں کہ حضرت علقمہؒ بڑے تابعی ہیں آواز بڑی عمدہ تھی جب حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے آپ کو سنا تو فرمایا کہ جناب نبی کریم ﷺ تم کو سن لیتے تو خوش ہو جاتے ایسے ہزاروں واقعات کتب میں موجود ہیں۔

سوال : بہت اچھا قاری صاحب! جب آپ اس قدر کھل کر بات کر رہے ہیں تو ایک سوال کر لوں گو ذرا تلخ ہے مگر پوچھ ہی لوں تو بہتر ہے پھر التفاتِ دلِ دوستاں رہے نہ رہے۔

جواب : آپ پوچھتے ہی رہیں آپ کے سوالات بڑے محققانہ انداز کے ہیں۔

سوال : جزاکم اللہ...تو عرض یہ ہے کہ بعض قراء جو تحسین کے نام پر بڑی کھینچا تانی کرتے ہیں عجیب وغریب راگ نکالتے ہیں اور وہ اپنے ان لہجوں کی رعایت میں تجوید وقراءت کے بہت سے اصول بالائے طاق رکھ دیتے ہیں آیا اس کی بھی گنجائش ہے؟ یا پھر تحسین کیلئے بھی کچھ حدود وقیود ہیں جن کی رعایت کرنے کا رسول اکرم ﷺ نے حکم فرمایا ہے۔

جواب : آپ کی بات بالکل صحیح ہے ہر چیز کے حدود وقیود ہیں تو تحسینِ قراءت کے حدود وقیود کیوں نہیں ہوں گے؟ مگر اس میدان میں بعض لوگ وہ آئے جو حدود وقیود وضوابط کا لحاظ نہ کر سکے اور تحسین کیلئے شعر وشاعری کی طرح تلاوت میں حرفوں کی کمی بیشی، مدود میں مبالغہ کر کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اصول کے دائرہ سے نکل گئے، چونکہ فراست نبوی ﷺ نے صدیوں پہلے اس کو محسوس فرمالیا تھا تو آپ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ فرما گئے اور خوش الحانی کی ترغیب کے ساتھ ساتھ اس کے دائرے کی حد بندی بھی فرما گئے چنانچہ فرمایا **ایاکم ولحون اهل العشق واهل الکتابین** کے عشاق وفساق کے انداز میں تحسین سے احتراز کریں اس ارشاد کے پیش نظر معتدل مزاج خدامِ قرآن وخدامِ حدیث نے ارشادِ نبوی کی روشنی میں اس کے حدود کی نشاندہی بھی فرمائی، معلوم ہوا کہ ایسی خوش الحانی مذموم ہے جس سے اصول تجوید متاثر ہوتے ہوں مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اس کو بنیاد بنا کر نفس خوش الحانی جیسا پاکیزہ عمل ہی ترک کر دیا جائے بلکہ راہ اعتدال اختیار کرتے ہوئے غلو اور حد تجاوزی سے احتراز کرنا چاہئے۔

سوال : اچھا قاری صاحب! آپ کی باتوں سے ایک حد تک اطمینان ضرور ہوا مگر آج کل جو تحسینِ قرآن کے مختلف لہجے رائج ہیں کیا اسی طرح قرآن پہلے بھی پڑھا گیا ہے مجھے تو لگتا ہے کہ اس طرح کی کھینچا تانی ہی سے غالباً علماء مجودین نے منع فرمایا ہے۔

ثالث : اگر اجازت ہو تو ایک دو باتیں اس سلسلہ میں عرض کر سکتا ہوں

سوال : ضرور...ضرور...

جواب: مولانا صاحب معاف فرمائیے! جو لوگ یہ فیصلہ کر رہے ہیں وہ قلت تأمل سے ناشی ہے قاری صاحب کی اگلی تقریر اگر آپ نے غور سے سنی ہے تو اس میں یہی سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ دو چیزیں الگ الگ ہیں تحسین مع رعایت الحدود اور تحسین مع عدم رعایت الحدود اسی جگہ لوگ خلط ملط کرتے ہیں اور اسی کو سمجھنے کی ضرورت ہے دیکھئے! حافظ ابن حجرؒ شرح بخاری فتح الباری میں علامہ نووی کی التبیان سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں **اجمع العلماء علی استحباب تحسین الصوت بالقرآن ما لم یخرج عن حدالقراء ة بتمطیط فان خرج حتی زاد حرفا او اخفاه حرم** اور جن لوگوں نے بھی اس مسئلہ پر کلام کیا ہے تقریباً سبھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے اس قید کو ملحوظ رکھا ہے معلوم ہوا کہ تحسینِ صوت کے سبھی قائل ہیں البتہ لہجہ بنانے میں حروف وحرکات کی کمی بیشی مدود میں حد تجاوزی، بیجا غنہ کرنا، بلا وجہ آواز کپکپانا وغیرہ امور سے احتراز ضروری ہے لہذا اگر ان امور سے احتراز کرتے ہوئے مختلف لہجوں میں تلاوت کی گئی تو یہ صرف جائز ہی نہیں بلکہ مطلوب اور شرعاً ممدوح ہے اس طرح کی تحسینِ قراءت پر حضور ﷺ نے بعض صحابہؓ کو دادِ تحسین عنایت فرمائی ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ نے خود بھی ترتیلاً تلاوت کا اہتمام فرمایا ہے چنانچہ مسلم شریف کی روایت ہے عن حفصه انها قالت ما رأيت رسول الله ﷺ في سبحة قاعدا قبل وفاته لعام فكان يصلي في سبحته قاعدا وكان يقرأ بالسورة فيرتلها حتى تكون اطول من اطول منها۔

علامہ عثمانیؒ اپنی شرح فتح الملہم میں اس کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں قال الشوكاني فيه استحباب ترتيل القراء ة والمراد بقولها (حتى تكون اطول من اطول منها) ان مدة قراء ته لها اطول من قرأة سورة اخرى اذا قرء ت غير مرتلة والا فلا يمكن ان تكون السورة نفسها اطول منها من غير تقييد بالترتيل والاسراع۔

عن قتادة سألت انس ابن مالكؓ عن قرأة النبي ﷺ فقال كان يمد مدا بخاری شریف کی روایت ہے صاحب فتح الباری نے اسی روایت کے تحت ابونعیم سے ایک روایت نقل فرمائی ہے جس کے الفاظ اس طرح ہیں كان يمد صوته مدا۔

حافظ الحدیث علامہ جزریؒ فرماتے ہیں میں نے اپنے شیخ امام ابوعبداللہ محمد المصری سے مکمل قرآن کریم بالتحقیق یعنی ترتیلاً پڑھا اور آپ سے سندِ مسلسل بالتحقیق حاصل کی جو اُبی ابن کعبؓ تک پہونچ رہی تھی پھر اُبی ابن کعب نے بھی حضور ﷺ سے پورا قرآن بالتحقیق پڑھا اور حضور ﷺ نے بھی حضرت جبرئیلؑ سے پورا قرآن مجید بالتحقیق پڑھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال : ماشاءاللہ.. خوب قاری صاحب! علامہ جزریؒ تک تو سلسلہ آپ نے پہونچادیا مگر ہمارے دور تک تحسین اور ترتیل کے یہ لہجے کس راستہ سے پہونچے ذرا اس کی بھی وضاحت فرمائیں۔

جواب : یہی تو پوچھنے کی بات تھی، ماشاءاللہ سوال کرنے کا بڑا اچھا سلیقہ آپ کو عطا ہوا ہے تو سنئے ! اس کے بعد سلسلہ در سلسلہ اسی فن شریف کی طرف امت نے اپنے اپنے دور میں خصوصی توجہ مبذول فرمائی حتی کہ جب حضرت مولانا رحمۃ اللہ کیرانویؒ نے مہبط وحی مکۃ المکرمہ میں ایک تاریخی ادارہ مدرسہ صولتیہ کی بنیاد رکھی تو اس فن شریف کی طرف خصوصی توجہ فرمائی اور وقت کی عبقری شخصیات کی خدمات حاصل کرکے اس فن کو بام عروج تک پہونچایا اور قراء کرام کی ایک ایسی جماعت تیار فرمائی جو قرأت قرآن کے رائج الوقت سارے لہجوں میں پوری مہارت رکھتی تھی چنانچہ مسندِ قراءِ ہند حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن مکیؒ وقاری عبدالمالک صاحب علیہما الرحمۃ اسی درس گاہ کے فیض یافتہ تھے۔

چنانچہ ایک روز حضرت مولانا رحمۃ اللہ کیرانوی علیہ الرحمۃ مہاجر مکی نے متعدد علماء وصلحاء کی موجودگی میں حضرت قاری عبداللہ صاحب مکیؒ اور قاری عبدالرحمٰن صاحب مکی علیہما الرحمۃ کو سینے سے لگایا اور آبدیدہ ہوگئے پھر طویل دعا فرمائی اور اپنی پوری قلبی توجہ کے ساتھ یہ الفاظ ارشاد فرمائے ''عبداللہ تم کو تو میں یہاں مدرسہ صولتیہ مکۃ المکرمہ کیلئے رکھتا ہوں اور عبدالرحمٰن تم کو حکم دیتا ہوں کہ تم ہندوستان جاکر قرآن کی خدمت کرو اور علم تجوید وقرأت کی ترویج کرو نیز مصری اور عربی لہجوں کی بھی تعلیم دو جن سے اہل ہند نابلد ہیں'' چنانچہ تعمیل ارشاد میں قاری عبدالرحمٰن صاحب ۱۳۰۰ھ میں ہندوستان تشریف لاکر تادم حیات اس فن کی نشر واشاعت میں مشغول رہے۔

ایسی ہی ایک عبقری شخصیت حضرت مولانا قاری عبدالمالک قدس سرہ کی ہے جنہوں نے مدرسہ صولتیہ ہی میں قاری عبدالرحمٰن صاحب مکیؒ سے صرف روایت حفص کو حاصل کیا، نہایت خوش

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الحان اور کئی عربی لہجوں کے ماہر و جامع، حسینی، مصری، عشاقی، مایہ، حجازی وغیرہ لہجوں پر زبردست قدرت رکھتے تھے آپ نے بھی ہندوستان تشریف لاکر فن کے ساتھ ساتھ ان لہجوں کی اشاعت میں قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کا ناقابل فراموش ساتھ نبھایا ہے اور مکۃ المکرمہ کا یہ فیض پھر مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں منتقل ہوا چنانچہ حضرت مولانا عین القضاۃ صاحبؒ نے ان دونوں حضرات کے ساتھ ساتھ قاری محمد صدیق میمن سنگھی، قاری عبدالمعبود صاحب اور قاری نذر محمد صاحب وغیرہ ماہرین فن کی خدمات حاصل کی اور مدرسہ فرقانیہ کو مخزن القراء بنادیا، اس دور میں قرأتِ قرآن کے متعدد لہجوں یعنی حسینی، مصری، عشاقی، مایہ، حجازی، رقعی کے ماہرین وہاں ہر وقت جمع رہتے تھے اسی مدرسہ کا فیض یافتہ فرد فرید حضرت الاستاذ مولانا قاری انیس احمد صاحب بھی تھے جن کے سلسلہ کو اللہ پاک نے قبولیت عام عطا فرمائی اور بھائی! اخیر میں ایک بات لمحۂ فکریہ کے طور پر عرض کروں کہ فکر کی یہ کیسی ناانصافی ہے کہ تدویراً تلاوت میں ہر طرح کے لہجوں کو جائز و صحیح کہنے والے یہ لوگ ترتیل کو ان لہجوں کی وجہ سے مورد اعتراض قرار دیتے ہیں؟

مجیب اول : الحمد للہ اس سلسلہ میں لوگ اس وقت دنیا بھر میں کام کر رہے ہیں آج میں آپ حضرات کی اس فن شریف کی ان برگزیدہ شخصیات سے ملاقات کراؤں گا جن کی شخصیات آفتاب آمد دلیلِ آفتاب کا مصداق ہیں جنہوں نے اس فن شریف کی خدمات کیلئے اپنی زندگیاں وقف کر رکھی ہے اور تجوید و قرأت ان کا اوڑھنا بچھونا بنا ہوا ہے ہمارے لجنۃ القرأت والتجوید کی منعقد ہونے والی سالانہ دعائیہ محفل میں یہ حضرات تشریف لائے ہوئے ہیں اس مجلس میں شرکت کیلئے میں جارہا تھا آپ نے راستہ میں خیریت کے بہانے اتنی تاخیر کرادی...تو چلئے شاید جلسہ کی کاروائی شروع ہو چکی ہوگی۔

سوال : ضرور، ضرور، آیئے تو چلتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علم تجوید کی شرعی وتاریخی حیثیت

مکالمہ میں علم تجوید کا ماٰخذ، اس کی شرعی حیثیت، اصول تجوید لغت سے ماخوذ ہیں اس مغالطہ کا ازالہ، اس فن کی تدوین اور اس پر تصنیف وتالیف کی ضرورت، نیز اس تحریری حفاظت کی تاریخ جیسے اہم اجزاء پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

سوال : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جواب : وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

سوال کہئے جناب! کیا حال ہے؟

جواب: حال تو اہل حال کا، بے حال وبدحال سے کیا حال دریافت کرتے ہیں؟

سوال : ارے بھئی! کافی مدت سے زیارت ہی نہیں ہو رہی ہے؟

جواب : جی ہاں! آپ بھی مشغول، میں بھی مشغول۔

سوال : میں نے تو اب اپنے یہاں اسکول سے فراغت کے بعد علیگڈھ یونیورسٹی میں داخلہ لیا ہے اور تاریخ کو اپنا موضوع بنایا ہے اور آپ؟

جواب : فن قراءت کی تکمیل کے بعد اب قریب کے ایک مدرسہ میں شعبۂ تجوید وقراءت کی کچھ ٹوٹی پھوٹی خدمت کر رہا ہوں۔

سوال : اچھا ماشاء اللہ، خدمت قرآن مبارک ہو، اور جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ میرا موضوع تاریخ ہی ہے اور اسی سے کچھ طبعی دلچسپی بھی ہے، کئی روز سے فن تجوید کی تاریخی حیثیت پر کچھ لکھنے پڑھنے کا خیال آتا رہتا ہے آج قسمت سے آپ مل گئے۔

تو آپ ہی سے اس موضوع کے متعلق کچھ معلومات حاصل کرنا چاہوں گا۔

جواب : بہت عمدہ موضوع ہے، قرآن مجید بھی امم سابقہ کی تاریخ کے عبرت آموز واقعات سے بھرا پڑا ہے، مجھے بھی تاریخ پڑھنے کا بڑا شوق ہے خصوصا تاریخ اسلام تو دیکھتا ہی رہتا ہوں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خیر بہر حال آپ اپنی دلچسپی کے مطابق سوالات فرمائیں، موقع پر جو یاد آئے گا عرض کروں گا۔

سوال : اچھا تو پہلی بات یہ عرض کرنی ہے کہ تجوید کی ابتداء کہاں سے ہوئی؟ اور چونکہ یہ علوم شرعیہ میں سے ہے لہذا یہ بھی معلوم کروں گا کہ آیا یہ منزل من اللہ ہے؟ یا اصول وضوابط وغیرہ بعد کے لوگوں نے اپنی طرف سے وضع کر لئے ہیں، اگر بعد کے لوگوں کی ایجاد ہو تو پھر اس کو علوم شرعیہ سے قرار دینا کیسے درست ہوگا؟ حالانکہ تجوید سے قرآن مجید کی تلاوت کرنا واجب شرعی قرار دیا گیا ہے۔

جواب : جی ہاں! علم تجوید علوم شرعیہ سے ہے اور تلاوت قرآن مجید بھی تجوید سے واجب شرعی ہے اس میں کوئی شک نہیں جیسا کہ صاحب نہایہ نے ولم ینفرد ابن الجزری بذکر فرضیة التجوید کہہ کر علماء عظام کی ایک طویل فہرست بیان فرمائی ہے کہ یہ سبھی حضرات بیک زبان فرضیتِ تجوید کے قائل ہوئے ہیں، نیز یہ علم بعد کے لوگوں کی ایجاد نہیں بلکہ منزل من اللہ ہے جس کی وضاحت علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لطائف الاشارات میں فرمائی ہے: "وفی شرح البخاری للبرماوی فی معنی مدارسة جبرئیل للنبی ﷺ أن معناه تعلم مخارج الحروف وکیفیة النطق بها ، وکذالك قال الکرمانی وعبارته "وفائدة درس جبرئیل تعلیم الرسول تجوید لفظه، وتصحیح اخراج الحروف من مخارجها، ولیکون سنة فی حق الأمة لتجوید التلامذة علی الشیوخ قرائتهم (ص/۲۰۹)

معلوم ہوا کہ کلام اللہ کے الفاظ اور اسکے کیفیات نطق کی حفاظت کا اہتمام ابتداء ہی سے کیا گیا ہے اور کیوں نہ ہوتا جبکہ اللہ رب العزت نے اسی کلام پاک میں "ورتل القرآن ترتیلا" کے ذریعہ تاکید کے ساتھ اس کا حکم فرمایا تھا جس کے نتیجہ میں اللہ کے رسول ﷺ نے امت کو بھی اس کے اہتمام کیلئے مختلف انداز سے متوجہ فرمایا ہے چنانچہ ابن خزیمہ کی صحیح میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے آپ کا یہ فرمان مرفوعا مروی ہے "إن الله یحب أن یقرأ القرآن کما

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انزل " تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (جن کو ترتیل وتحقیق یعنی کما انزل سے حظ وافر عطا فرمایا گیا تھا) آپ ﷺ کا یہ فرمان مرفوعا نقل کیا گیا ہے "جودوا القرآن وزینوہ بأحسن الاصوات وأعربوہ فإنہ عربی واللہ یحب أن یعرب بہ" تو کہیں اللہ کے حبیب ﷺ نے ترہیبی پہلو اختیار فرماتے ہوئے امت کو اس طرف بطور خاص توجہ دلائی چنانچہ ارشاد ہے "رب قارئ للقرآن والقرآنُ یلعنہ" کہ بسا اوقات لوگ تلاوت کرتے ہیں اور حال یہ ہوتا ہے کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے، جبکہ بے چارہ بندہ تلاوت تو اسلئے کر رہا تھا کہ اس کو اس کے مولائے حقیقی کی رضا نصیب ہو اور کام بن جائے مگر اس بیچارے کو کہاں معلوم کہ اس کی لفظی کوتاہی اور اسکی طرف سے غفلت کے سبب اطلاع نبوی ﷺ کے بموجب وہ اپنی اسی تلاوت کے باعث بجائے اسکے کہ اس کو رضائے الٰہی نصیب ہوتی، مورد لعنت بنتا ہے۔

نیز صاحب نہایت القول المفید ہی نے کتاب کی ابتداء میں شیخ برہان الدین قلقیلی رحمۃ اللہ علیہ سے رحمۃ للعالمین ﷺ کا ایسا ارشاد گرامی نقل فرمایا ہے کہ بیدار حس آدمی کا دل ہل جائے اور اس کی نیند حرام ہو جائے فرماتے ہیں "وقال الشیخ برہان الدین القلقیلی فی شرحہ علی متن الجزریۃ بعد أن ذکر الحدیث المار مع ما تیسر لہ من شرحہ وقد صح أن النبی ﷺ سمی قارئ القرآن بغیر التجوید فاسقا (ص/۱۰)

ایک امتی کیلئے بہت بڑی تنبیہ ہے، اللھم احفظنا منہ، الحاصل حضور ﷺ نے ترغیب وترہیب دونوں طرح امت کو الفاظ قرآن کی حفاظت کی تعلیم فرمائی ہے پھر دور نبوی ﷺ کے بعد جب شمع رسالت کے پروانوں پر حفاظت کی ذمہ داری عائد ہوئی تو انہوں اس کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنالیا، اپنے آپ کو اس کے لئے وقف کر دیا۔

سوال : ماشاءاللہ، تجوید کی ابتداء کے سلسلہ میں کتاب وسنت کی روشنی میں ایسی مفید باتیں، تاریخی معلومات آج ہی آپ سے سنی مگر آپ کی گفتگو سے یہ بات ظاہر ہو رہی ہے کہ تجوید کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سارے ہی قوانین منزل من اللہ ہیں اور سب کی حفاظت بھی یکساں اہتمام کے ساتھ ہوئی ہے، حالانکہ فیض الباری شرح البخاری شریف میں میری نظر سے گذرا ہے کہ تجوید کے جملہ مسائل لغت عربیت سے ماٴخوذ ہیں اور میں نے لغت میں مد کے متعلق کوئی بات نہیں دیکھی، معلوم نہیں کہ قراء حضرات نے یہ باب کہاں سے اٴخذ کیا ہے ؟

اور سیوطیؒ نے اس بارے میں کوشش کی ہے لیکن انہوں نے بھی ایک ہی حدیث بیان کی ہے، عرض یہ ہے کہ مد اگر مذکورہ معنوں کی رو سے اہل لغت کے یہاں ثابت ہے تو پھر اہل لغت نے کیوں اسے اخذ نہیں کیا؟ اور اگر مد فقط درازی صوت کا نام ہے تو اولی یہ ہے کہ اہل ادا اس بارے میں اولاً لغت وعربیت سے اس کی تحقیق کریں۔

جواب : اچھا تو یہ بات فیض الباری میں ہے، خیر! مگر تحقیق اس میں یہ ہے کہ اس بحث کا اولا مقدمہ ہی درست نہیں ہے اور وہ تجوید کے مسائل کا لغت وعربیت سے ماٴخوذ ہونا بلکہ اس کا مدار تو نقل متواتر ہی پر ہے اور اس لئے بسا اوقات تجوید وقراءت کے مسائل کا ٹکراؤ لغت وعربیت کے قواعد سے ہوتا ہے، مگر وہاں نقل ہی کو ترجیح دی جاتی ہے۔

میں آپ سے سوال کرتا ہوں کیا لام، را کے پر باریک ہونے کے اور نون ومیم میں بقدر الف غنہ، سکتہ، بسملہ، تعوذ کے احکام وقواعد کا ثبوت لغت وعربیت سے پیش کر سکتے ہیں؟

حالانکہ یہ جملہ مسائل بالاتفاق ماٴخوذ، متواتر، معمول اور معتبر ہیں معلوم ہوا کہ تجوید کے مسائل نقلی، ادائی اور سماعی ہیں لغت سے ماخوذ نہیں۔

دیکھئے! علامہ سیوطیؒ ''الإتقان فی علوم القرآن'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ'' كان ابن مسعود ﷺ يُقْرِئُ أحدا فقرأ الرجل إنما الصدقات للفقراء والمساكين مرسلة " (أی بدون مد) فقال ابن مسعود ﷺ ما هكذا أقرأنيها رسول الله ﷺ فقال كيف اقرأكها يا اباعبد الرحمن؟ قال اقرأنيها إنما الصدقات للفقراء والمساكين فمدها،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حالانکہ للفقراء پر مد نہ کرنے سے معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا مگر چونکہ لسان نبوت علی صاحبھا الصلوۃ والسلام سے مد کے ساتھ اخذ کیا تھا تو اس کے خلاف کیسے تعلیم کر سکتے تھے۔

اسی طرح مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ إعلاء السنن میں تحریر فرماتے ہیں کہ قطبہ بن مالک فرماتے ہیں "سمعت رسول اللہ ﷺ قرأ فی الفجر ق فمر بهذا الحرف لها طلع نضيد ٥ فمد نضيد یعنی نضید پر مد عارض وقفی فرمایا۔

اس طرح صاحب نہایہ حضرت انسؓ کی روایت نقل فرماتے ہیں "من قال لا اله الا الله ومدها هدمت له اربعة الاف ذنب" علامہ جزریؒ فرماتے ہیں کہ روایت کو ضعیف ہے مگر فضائل اعمال میں معتبر ہے، اچھا تو یہ بات بیچ میں مد کی آ گئی تھی جو کافی مدید ہو گئی، اصل تو ہم اس کے تاریخی پہلو پر بات کر رہے تھے، دیکھیے! صحابۂ کرام ﷺ نے کتنی باریک بینی کے ساتھ اس کو نبی کریم ﷺ سے حاصل کیا ہے جس کا اندازہ صاحب نہایہ کی اس نقل سے ہو سکتا ہے جس کو آپ علامہ مرعشی کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں "وكان النبی ﷺ یخرجها (ای الضاد) من الحانبین" صحابۂ کرام نے یہ تک نوٹ کیا کہ اس حرف کو آپ دونوں طرف سے ادا فرماتے تھے، یہی نہیں بلکہ اس طرح ادا کرنے کی کوشش بھی ان حضرات نے کی جیسا کہ حضرت عمرؓ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ بھی ضاد دونوں طرف سے ادا فرماتے تھے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ تجوید منزل من اللہ ہے نیز رسول اللہ ﷺ نے اس کی تعلیم فرمائی ہے اور پھر صحابۂ کرام نے تعلیم و تعلم کا خاص اہتمام فرمایا ہے، بعض صحابۂ کرام ﷺ تو خصوصاً معلم قراءۃ ہی کی حیثیت سے معروف و مشہور ہوئے۔

سوال: ماشاء اللہ آپ نے اچھی معلومات افزا گفتگو فرمائی اور مسئلہ کی تاریخی حیثیت کو اجاگر کیا مگر ایک بات اور رہ جاتی ہے وہ بھی عرض کرتا چلوں ورنہ مسئلہ تشنۂ تکمیل رہے گا آج آپ سے اتفاقی ملاقات ہو گئی ورنہ آپ کہاں ہاتھ آتے ہیں؟

جواب: جی ضرور فرمائیے!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال : وہ یہ کہ اس فن کی حفاظت سینہ بسینہ کب تک ہوئی؟ جہاں تک مجھے یاد ہے قرن اول وثانی میں تو اس فن میں کوئی کتاب نظر نہیں آئی تو پھر اس کی تحریری حفاظت کا دور کہاں سے شروع ہوا ہے؟

جواب : اس سلسلہ میں جو کچھ میری نظر سے گذرا ہے اس کا خلاصہ عرض کردوں اور وہ یہ کہ اہل عرب چونکہ ارباب لسان تھے تو قرآن کریم کو وہ اپنے فطری ملکہ اور پیدائشی استعداد سے عربی لغت کے طرق واصول کے موافق تلاوت کر لیتے تھے، لہذا ان کو تو کسی قسم کے قواعد وضوابط تجوید کی چنداں حاجت نہ تھی، لیکن جب فتوحات اسلامی کا دائرہ وسیع ہونے لگا اور اسلام عرب سے نکل کر عجم میں بھی پہونچا اور اہل عجم کو کتاب مجید کی تلاوت کی نوبت آئی ادھر اہل عجم اہل لسان تھے نہیں، اس لئے عربیت کے قوانین وضوابط سے ناآشنا تھے، لہذا تلاوت میں قرآن کریم کی لفظی فصاحت وعربیت متاثر ہونے لگی اور ائمہ قراءت وعلماء کو منقولہ ادائیگیوں کی حفاظت کیلئے خطرہ محسوس ہونے لگا، لہذا انہوں نے ایسے قواعد واصول کے وضع کرنے کو ضروری سمجھا جس سے اہل عجم بھی صحیح وفصیح عربی ادا پر قادر ہوکر "الذین اتینھم الکتاب یتلونه حق تلاوته" میں داخل ہوجائیں، نیز تلاوت پر وارد تمام بشارتوں کے مستحق ہوجائیں، چنانچہ دیگر فنون کی طرح اس پر بھی باضابطہ تصنیف وتحریر کا سلسلہ صحابۂ کرام وتابعین عظام کے بعد شروع ہوا ہے اور غالب خیال یہ ہے کہ اس فن پر تحریری کام دوسری صدی کے وسط سے شروع ہوا ہے جس میں کبار نحاۃ سے علامہ خلیل بن احمد بصری، سیبویہ، قطرب، فراء، مبرد جیسی شخصیات کو اولیت حاصل ہوئی مگر ان سب میں بھی تقدم وفوقیت امام خلیل بن احمد بصری متوفی ۱۷۰ھ کو حاصل ہے آپ نے صحابۂ کرام وتابعین عظام کی ادائیگیوں اور حروف قرآنیہ کی منقولہ اصوات کو الفاظ وعبارت کا جامہ پہنایا، چنانچہ آپ نے اپنی کتاب العین کے شروع میں مخارج وصفات حروف، القاب واسماء حروف کا تذکرہ فرمایا لیکن اب تک اس کو دیگر کتب فن میں ضمنا وتبعا بیان کیا جاتا تھا پھر وقت گزرتا گیا اور انہی اصول ضوابط کا انداز بیان نکھرتا گیا تا آنکہ کچھ ائمہ امت اور خدام قرآن نے اس کو فن کی حیثیت دیکر اس میں مستقل تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع فرمایا، چنانچہ صاحب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کشف الظنون کی تحقیق پر اس کے مصنف اول موسیٰ بن عبید اللہ خاقانی ۳۲۵ھ نے قصیدہ خاقانیہ ترتیب دیا جس کی علامہ دانیؒ نے تیسیر میں نشان دہی فرمائی (کشف الظنون، ج ۱، ص ۲۵۵)

اس کے بعد ایک کتاب اسی فن پر پانچویں صدی کی اوائل میں معرض وجود میں آئی جو اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے، مصنف اس کے امام ابو محمد مکی ابن ابی طالبؒ ہیں اس کتاب کے متعلق خود مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ۳۹۰ھ میں مجھے خیال ہوا کہ علم تجوید پر کوئی کتاب لکھوں اور کچھ ابتداء بھی اس کام کی کر لی مگر چونکہ متقدمین میں سے کسی کی کوئی تصنیف اس وقت میرے علم میں نہیں تھی اس لئے بڑی مشکلات کا سامنا ہوا حتیٰ کہ حرفوں کی فصیح وصحیح ادائیگی کو ضبط تحریر میں لاتے لاتے تیس سال کا عرصہ گزر گیا تب جا کر اللہ تعالیٰ کی مدد سے میں اپنے اس مقصد میں کامیاب ہوا، مذکورہ کتاب میں مصنفؒ نے ہر ایک حرف پر مستقل گفتگو فرماتے ہوئے اس کا مخرج، صفات محلیہ، صفات لازمہ، پھر لازمہ میں بھی صفات مشہورہ کے علاوہ اور کئی صفات کا اضافہ پھر باب معرفة ما السابق من الحروف والحركات وعلل ذلك جیسے اور کئی اہم ابواب پر وقیع گفتگو فرمائی ہے حتیٰ کہ مصنفؒ کے اس نرالے وانوکھے انداز کی وجہ سے بعض حضرات نے اس کو فن کی اول تصنیف قرار دیا ہے پھر اس کے بعد تو تصانیف وتالیفات کا ایک سلسلہ ہی چل پڑا... مختصر واجمالی تاریخ جو اس وقت ذہن میں حاضر تھی عرض کر دی باقی فن تجوید وقراءۃ کی صدی وار تالیفات وتصنیفات پر مفصل گفتگو قاری محی الاسلام پانی پتیؒ نے اپنی کتاب شرح سبعہ قراءت میں فرمائی ہے۔

سوال : جزاکم اللہ، آپ نے معلومات میں کافی اضافہ فرمایا اور یہ آخری کتاب شرح سبعہ اب تک میں نہیں دیکھ سکا ہوں اب انشاء اللہ اس کو ضرور دیکھوں گا۔

جواب : جی ہاں! ضرور دیکھئے آپ کے یہاں کتب خانہ میں تو ہوگی ہی، اگر نہ ہو تو مجھ سے طلب فرمائیں میرے پاس میرا ذاتی نسخہ موجود ہے۔

جزاکم اللہ! فقط والسلام۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اختلافِ مخارج

باب تجوید کا ایک بنیادی اور اہم مسئلہ مخارج کی تعداد میں اختلاف کا ہے، اس پرلطف مکالمہ میں وجہ اختلاف کو حسی مثال سے سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ مسئلہ محسوس ہو کر شرح صدر کا باعث بن سکے، نیز ہندوپاک کے مصاحف میں سورۂ بروج کے حاشیہ پر ایک نوٹ یعنی ''آیہ حمصیہ'' لکھا ہے ارباب علم کے مابین یہ ایک مسئلہ لاینحل کی طرح تھا اس اہم مکالمہ میں اس کی حقیقت نیز سورۂ بروج میں اس کے لکھا جانے کی حیثیت کو مدلل انداز میں آشکارہ کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

شاگرد: السلام علیکم۔

استاذ: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! بھئی مزاج تو اچھے ہیں؟ کیا بات ہے جب سے پڑھ کر گئے ہو آج ملاقات ہو رہی ہے اس سال کیا پڑھتے ہو؟

شاگرد: اللہ کے فضل وکرم سے اور حضرت والا کی دعاؤں سے بعافیت ہوں، حضرت! آپ کی یاد تو مسلسل آتی ہے مگر کچھ گھریلو پریشانیوں کی وجہ سے بدرجۂ مجبوری اپنے وطن کے قریب ادارے میں داخلہ لینا پڑا، اس سال درجۂ پنجم میں داخل ہو کر ہدایہ وغیرہ پڑھ رہا ہوں۔

استاذ: اچھا اچھا! بہت اچھا اللہ تعالیٰ علم نافع اور عمل صالح سے نوازے۔

شاگرد: حضرت والا سے فن تجوید سے متعلق دو تین باتیں پوچھنا چاہتا ہوں اگر وقت ہو تو زحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔

استاذ: ارے بھئی! اس میں زحمت کیا ہو گی؟ ضرور پوچھئے!

شاگرد: ایک بات تو یہ ہے کہ قراء کے مابین حروف کے مخارج کی تعداد میں جو اختلاف ہے کہ کوئی چودہ تو کوئی سولہ اور کوئی انتیس (۲۹) کا ناقل ہے اس کا منشاء آخر کیا ہے؟

استاذ: بھئی دیکھو! سب سے پہلے یہ جان لو کہ حقیقۃً ہر حرف کا مخرج الگ الگ ہے لہذا انتیس (۲۹) حروف کے انتیس مخارج ہوں گے مگر بعض حروف ایسے ہیں کہ من حیث المخرج ایک دوسرے سے بہت زیادہ قریب ہیں اور اتنی حد تک کہ سطحی نظر سے ان کے مابین تمیز بہت دشوار

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہے اس بنیاد پر ارباب فن نے بغرض سہولت اور اس مسئلہ کو عام فہم بنانے کیلئے ایسے بعض حروف کے مخارج کو ایک شمار کرلیا ہے مثلاً طاء، دال، تاء کا مخرج زبان کی نوک اور ثنایا علیا کی جڑ ہے مگر جیسا کہ صاحب نہایۃ القول المفید نے علامہ مرعشیؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ثنایا علیا کی جڑ کے تین حصے ہیں جن میں اوپر کا حصہ طاء کیلئے اس سے کچھ نیچے دال کیلئے اور بالکل آخری حصہ میں تاء کا مخرج ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر تاء کو طاء کی طرح ثنایا علیا کی جڑ کے اوپر کے حصہ سے ادا کیا جائے تو وہ غلط ہو کر ٹ بن جاتی ہے جس کا عربی زبان میں کوئی وجود ہی نہیں، یہی حال ثاء، ذال، ظاء کا ہے مگر اول تو ثنایا کی جڑ ذرا سی اور پھر اس میں تین حصے، ظاہر ہے کہ اس کا ادراک ہر کس وناکس نہیں کرسکتا، اگر ایسی باریکیاں بتائی جائیں تو بہت سے لوگ اس سے اعراض کرتے اور اس طرح وہ قرآن شریف کی صحت سے ناواقف رہتے اور اپنے آپ کو "إن قومی اتخذوا هذا القرء ان مهجوراً" کا مصداق بنالیتے اور بفرمانِ سرکار دوعالم ﷺ ((رُبَّ قَارِئٍ لِلْقُرْءِ انِ وَالْقُرْءِ انُ يَلْعَنُهُ)) کے لعنت کے مستحق ہوتے، حاصل یہ کہ جہاں دو حرفوں کے مخارج کے مابین تمیز سہل ہو تو اس کو الگ شمار کیا اور جہاں تمیز دشوار ہے ایسے حروف کے مخارج کو ایک شمار کیا جس کی وجہ سے مخارج میں اختلاف ہوا ہے۔

شاگرد : حضرت... آپ کی بات تو سمجھ میں آرہی ہے مگر کیا کوئی محسوس مثال سے آپ اس کی وضاحت فرمائیں گے جس سے بات کھل کر سامنے آجائے۔

استاذ : محسوسات میں اس کو اس طرح سمجھئے کی ایک درخت کی ٹہنی ہے، ٹھہرئے جی! ٹہنی منگا کر سمجھا دیتا ہوں، ارے بھائی عمیر! او عمیر! کہاں چلے گئے؟

خادم : جی حضرت! حاضر ہوں فرمایئے۔

استاذ : بھئی تم یہیں رہا کرو تاکہ ضرورت کے وقت تلاش نہ کرنا پڑے، جاؤ! کسی بھی درخت کی چھوٹی چھوٹی پتیوں والی ایک ٹہنی لے آؤ، جاؤ جلدی سے لے کر آؤ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خادم : ابھی لایا حضور! لو حضرت کیا اس سے کام چل جائے گا؟

استاذ : ٹھیک ہے چلو کام چل جائے گا، دیکھو بھئی! یہ ٹہنی تو آپ دیکھ رہے ہیں۔

شاگرد : جی حضرت...

استاذ : تو بھئی عمیر! اسے لے کر تھوڑی دور چلے جاؤ، (شاگرد سے) چلو اچھا ہے جو آپ نے عینک لگا رکھی ہے بات جلدی سے سمجھ میں آ ویگی، ذرا اپنی عینک اتار دو اور وہ ٹہنی دیکھو اور بتاؤ کیا وہ ٹہنی نظر آ رہی ہے؟ کیا یہ بتا سکتے ہو اس میں کتنے پتے ہیں؟

شاگرد : نہیں حضرت! چونکہ آپ نے چشمہ اتروا دیا ہے لہذا ہر ہر پتہ تو الگ الگ نظر نہیں آتا کہ گن کر بتا سکوں البتہ اتنا ضرور نظر آتا ہے کہ کوئی ہری چیز ہے۔

استاذ : اب ذرا چشمہ لگا کر دیکھو۔

شاگرد : (چشمہ پہن کر) ہاں اب تو ہر پتہ صاف نظر آتا ہے، اور میں گن بھی سکتا ہوں کہ کتنے ہیں؟

استاذ : ماشاء اللہ! چلو مسئلہ حل ہو گیا، اب تمہاری سمجھ میں آ گیا ہوگا جب بغیر چشمہ کے ضعف بصارت کے سبب باریک چیزوں کا ادراک نگاہیں نہیں کر پاتیں اور اگر بینائی قوی ہو تو آنکھیں باریک چیزوں کو بھی دیکھ لیتی ہیں، یہی حال معنویات کا ہے کہ ضعفِ بصیرت لطیف و باریک چیزوں کے ادراک سے مانع بنتی ہے اور بصیرت قوی ہو تو نگاہ باریک بیں اسے معلوم کر لیتی ہے تو ہر حرف کے مخرج کا علیحدہ علیحدہ ہونا ایک امر واقعی ہے ارباب بصیرت یعنی ائمہ فن نے ضعیف البصیرۃ لوگوں کی رعایت کرتے ہوئے مخارج کے اس باریک فرق کو نظر انداز کر دیا اور من حیث المخرج باریک فرق والے حرفوں کا مخرج ایک قرار دیا اس طرح مخارج کا عدد انتیس سے گھٹ کر سترہ تک پہونچ گیا پھر بعضے ائمہ نے حروف مدہ میں مخرجِ معین پر ہونے والے معمولی اعتماد کو بمصلحتِ اختصار معتبر قرار دیتے ہوئے ایک اور مخرج (جوف) کو حذف کر دیا اس طرح تعداد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سولہ ہوگئی اس پر بھی بعض ائمہ فن کو بعضے حروف کے مخارج مثلاً ل ن را کے مابین تمیز عام لوگوں کے واسطے دشوار محسوس ہوئی تو انہوں نے اور کم کرتے ہوئے چودہ مخارج بیان کئے اور اکثریت اس باب میں ایسے ہی لوگوں کی ہے اور اس طرح مخارج کی تعداد کم ہو کر افہام و تفہیم اور حفظ میں سہولت ہوگئی تو وہ بھی درست ہے۔

شاگرد : حضرت ایک اور بات جو آپ سے معلوم کرنی ہے وہ یہ کہ قرآن کریم میں سورۂ بروج کے وسط میں ایک آیت پر حاشیہ میں جو آیۃ حمصیہ لکھا رہتا ہے اس کا کیا مطلب ہے کیا مقامِ نزول کی طرف اشارہ ہے؟

استاذ : نہیں بھائی! اسے نزول یا مقام نزول سے کوئی تعلق نہیں، دراصل اس کا تعلق عدّ آی یعنی آیتوں کے شمار سے ہے، یہ شمارِ آیات ایک مستقل فن ہے جس پر متقدمین و متاخرین ائمہ فن کی بہترین تصانیف ہیں مگر سوئے قسمت سے ہم نے اسے کبھی قابل اعتناء نہ سمجھا جس کے نتیجہ میں ہم یکسر اس سے ناواقف ہیں اگر وقت میں وسعت ہوتی تو میں شمارِ آیات کے سلسلہ میں فرامین نبوی ﷺ، اس کے فوائد اور اس پر لکھی ہوئی کتابوں کا سیر حاصل تعارف کراتا، تاہم اتنی کوشش کروں گا کہ تمہارے سوال کا جواب تسلی بخش ہو جائے۔

اس سلسلہ میں اول یہ جاننا ضروری ہے کہ قرآن کریم کی آیات کو جو شمار کیا ہے تو ایسے کل سات شمار ہے ،مکی، مدنی، بصری، شامی، کوفی، اور حمصی اس حیثیت سے آیات قرانی کی دو قسمیں ہوگئی ہیں ایک اجماعی اتفاقی اور دوسری اختلافی، اجماعی آیات وہ کہلاتی ہیں جن کے آیت ہونے پر تمام شمار متفق ہوں اور ایسی کل ۶۰۹۰ آیات ہیں اور اختلافی آیات وہ کہلاتی ہیں جن کے آیت ہونے پر مذکورہ شماروں میں اختلاف ہے کسی شمار میں وہ آیت ہو اور کسی میں نہ ہو ایسی آیات ۲۷۳ ہیں ایسی مختلف فیہ آیات کی ترجمانی کیلئے ائمہ امت نے ۵ کا عدد وضع فرمایا، جہاں یہ عدد لکھا ہوا ہے وہ اس آیت کے مختلف فیہ ہونے کی علامت ہوتی ہے چونکہ لفظ مختلف میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی پانچ حروف ہیں اسلئے یہ عدد موضوع ہوا، منجملہ ان شماروں کے ایک شمار اہل حمص کا ہے، اس شمار کی مجموعی آیات ۶۲۳۲ ہیں اور اس کی نسبت حضرت شریح بن یزید الحمصی کی طرف کی جاتی ہے، حاصل اس کا یہ ہوا کہ کسی آیت پر حمصی لکھنے کا مطلب یہ ہوگا کہ اہل حمص کے شمار میں یہ آیت ہے اور دوسروں کے یہاں آیت نہیں ہے مثلاً سورۂ بروج مین "إن الذين امنوا وعملوا الصٰلحات لهم جنت تجرى من تحتها الانهار" پر ۵ کا عدد لکھا ہوا ہے جو کہ محل اختلاف ہے اور حاشیہ میں اس پر آیت حمصیہ لکھا ہے یعنی اہل حمص کے یہاں یہ سورۂ بروج کی گیارہویں آیت ہے اور "ذلك الفوز الكبير" بارہویں آیت ہے اور ان کے علاوہ دیگر ائمہ کے یہاں إن الذين سے ذلك الفوز الكبير تک مکمل ایک ہی آیت ہے اب مذکورہ حاشیہ کے مطابق حمصی شمار میں سورۂ بروج کی کل تیئیس (۲۳) آیات بنتی ہیں جبکہ اس کی آیات کے کل بائیس ہونے پر اتفاق ہے جیسا کہ علامہ شاطبیؒ نے اپنی شہرۂ آفاق قصیدہ ناظم الزہر میں تحریر فرمایا ہے، معلوم ہوا کہ سورۂ بروج کی وہ آیت شریفہ جس کا آپ سوال کر رہے ہیں اس کے بارے میں اہل شمار کا کوئی اختلاف ہی نہیں اس لئے اس کے حمصی ہونے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا معلوم نہیں ہمارے یہاں کے مصاحف میں یہ کس نے اور کہاں سے لکھ دیا ہے؟

فن کی معتبر کتابوں میں اس جگہ کوئی اختلاف مذکور نہیں، مصری مصاحف میں بھی اس کا ذکر نہیں بلکہ یاد آیا کہ ایک مرتبہ کتب خانہ میں کسی کتاب کی تلاش میں گیا تھا دیکھتے دیکھتے ایک کتاب "بصائر ذوى التميز فى لطائف الكتاب العزيز" پر نظر پڑی کچھ ٹھیک لگی تو لے آیا، دوران مطالعہ جب سورۂ بروج پر پہونچا تو اس میں بھی لکھا ہوا تھا "اياتها إثنتان وعشرون" معلوم ہوا کہ کوئی اختلاف نہیں، اور علامہ سخاویؒ اپنی تصنیف جمال القراء جلد اول صفحہ ۲۲۹ پر تحریر فرماتے ہیں "سورة البروج عشرون وايتان بلا خلاف" ہاں دیکھئے! اگر حافظہ خطا نہیں کرتا ہے تو ایک مدت ہوگئی ندوۃ العلماء لکھنؤ کے کتبخانہ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تصنیف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"درة الفرید" کے مطالعہ کا موقع ملا تھا اس میں سورۂ بروج میں الأنهار سے متعلق مذکور ہے، (و یک آیت است خاصۂ حمصیان است) تومن تحتها الانهار ممکن ہے اس عبارت کی بنیاد پر ہمارے ہندوستانی مصاحف میں آیۂ حمصیہ لکھنے کا رواج ہو گیا ہے لیکن اس پر اول تو سوال یہ ہے کہ جب فن کی تقریباً جملہ کتب معتبرہ میں سورۂ بروج کی جملہ آیات پر جملہ اعداد کا اتفاق منقول ہے لہذا اس کی کوئی بھی آیت مختلف فیہ نہیں ہے اور اگر کسی کتاب میں یہ اختلاف مذکور بھی ہے تو وہ کثیر کے مقابلہ میں قلیل اور مشہور کے مقابلہ میں خبر واحد کے مترادف ہے۔

پھر ایک اعتراض یہ ہے کہ پورے قرآن کریم کی ۱۴۲ آیات میں حمصی شمار کو دیگر شماروں سے اختلاف ہے پھر اسی جگہ اختلاف حمصی کی وضاحت کیلئے وجہ تخصیص کیا ہے؟ بالخصوص اسی سورۂ بروج سے قبل سورۂ انشقاق میں " إنك كادح " پر صرف اہل حمص کے یہاں آیت ہے جس کو جملہ ائمہ عدالآی بیان بھی فرماتے ہیں لہذا حق تو اس سورت میں آیت حمصیہ لکھنے کا تھا بلکہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے الاتقان فی علوم القرآن میں سورۂ بروج کو ان چالیس سورتوں میں بیان فرمایا ہے جن کی آیتوں میں بقول علامہ جلال الدین کے اجمالی و تفصیلی کوئی اختلاف ہی نہیں۔

شاگرد : حضرت میں نے آپ کو بہت زحمت دی، میں اور بھی کچھ باتیں پوچھنا چاہتا تھا مگر اس وقت آپ کہیں تشریف لے جا رہے ہیں اس لئے پھر کسی موقع پر حاضر خدمت ہوں گا انشاءاللہ۔

استاذ : ہاں ضرور آیئے! اس وقت تو مجھے لجنۃ القراءۃ والتجوید کے سالانہ اجلاس میں شرکت کرنی ہے اگر کوئی شغل نہ ہو تو آپ بھی چلئے۔

شاگرد : ضرور چلوں گا۔

استاذ : چلئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حسنِ صوت

حسنِ صوت سے متعلق اس مکالمہ کے مرکزی عناصر مندرجہ ذیل ہیں :-

(۱) خوش آوازی سے تلاوت کا عنداللہ مرغوب ہونا، (۲) اور قرآن کریم کا ہر تالی اس کا مکلف ہے، (۳) اس کی ترغیب کیلئے متعدد ارشادات نبویہ ﷺ کا ہونا، (۴) جو شخص فطرۃً حسن الصوت نہیں ہے وہ تحسین قراءت کی بجا آوری کیسے کر پائے گا؟ (۵) جب ریاکاری شرعاً جائز نہیں تو اس کے خوف سے تحسین قراءت کے نیک و مرغوب عمل کو چھوڑ دیا جائے گا؟ (۶) نماز میں قراءت کے دوران مخارج وصفات کی طرف توجہ کرنا کیا خشوع وخضوع کے منافی ہے؟ حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے قلم سے مؤخر الذکر دونوں الجھن کا بہترین حل۔

سائل : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجیب : وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سائل : جناب...صاحب! کہئے مزاج تو بخیر ہیں؟

مجیب : الحمدللہ! اللہ کے فضل وکرم اور آپ کی دعاؤں سے میں بعافیت ہوں۔

سائل : جناب.... صاحب بہت خوش وخرم نظر آرہے ہیں، کہاں کا ارادہ ہے؟

مجیب : جناب..... آج ہماری انجمن لجنۃ القراءۃ والتجوید کا سالانہ اجلاس ہے مجھے بھی اس میں حصہ لینے کی سعادت حاصل ہوئی ہے اسلئے وہیں کے ارادے سے چلا ہوں۔

سائل : اچھا... پھر تو جناب آج کوئی تجوید پر بیان داغنے جارہے ہیں...ماشاءاللہ۔۔

مجیب : نہیں نہیں جناب! مجھے اس مبارک محفل میں تلاوت قرآن پاک کا شرف حاصل ہوا ہے، وہاں اور بھی دوست واحباب اپنی مسحور کن آواز میں کلام پاک سنائیں گے، بڑا لطف رہے گا، آپ بھی چلئے۔

سائل : جناب! چلوں گا تو ضرور! لیکن پہلے آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں جو بہت دنوں سے میرے دل میں کھٹک رہی ہے وہ یہ کہ آج کل لوگ حسن صوت اور خوش لہجگی کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رٹ لگا رہے ہیں تو کیا خوش لحجگی سے قراءت وتلاوت اتنی ضروری ہے، یا اچھے لہجے سے پڑھنے سے ثواب زیادہ ملتا ہے؟ کیا کوئی اس کی فضیلت وارد ہے؟ آخر کیوں اس کو اتنی اہمیت دی جاتی ہے؟

مجیب : جناب! میں آپ کو کیا بتاؤں، خوش لحجگی سے قرآن کریم کی تلاوت عقلا ونقلا مطلوب ہے اس کی فضیلت کی نقلی روایات تو میں بعد میں ذکر کروں گا مگر پہلے یہ بتادوں کی عقلی اعتبار سے بھی یہ کتنا مرغوب ہے، خوش گلوئی اللہ رب العزت کا ایک بڑا قیمتی انعام ہے، اور فطرتاً وہ ہمارے درمیان بڑی مرغوب شی ہے، یہی وجہ ہے کہ خوش گلوئی سے جب کوئی چیز پڑھی جاتی ہے تو کان اس کی طرف بے ساختہ متوجہ ہوجاتے ہیں اس کے برخلاف مکروہ آواز کے متعلق قرآن کریم کہتا ہے "إن انكر الاصوات لصوت الحمير" اس کو سننے میں کانوں کو کراہیت اور بار معلوم ہوتا ہے اور ویسے بھی فطرتِ انسانی کچھ گانے اور گنگنانے کی عادی ہوتی ہے جب یہ طبعی تقاضہ ہے تو اسے ایسی کوئی چیز ضرور چاہئے جس سے وہ اپنے طبعی جذبہ کی تسکین کا سامان کر سکے۔

دوسری طرف گانے بجانے کو شریعت نے ممنوع قرار دیا ہے تو کچھ تو ایسا ضرور ہونا چاہئے جس سے وہ ممنوعات سے بچتے ہوئے بھی فطری تقاضہ کو پورا کر سکے۔

لہذا قرآن کریم کی طرف اس کو متوجہ کیا گیا کہ وہ اس میں اپنی خداداد صلاحیتوں کو استعمال کر کے اسے اچھا سے اچھا پڑھے تا کہ خود بھی اور سننے والے بھی محظوظ ہوں اور ثواب تو ہے ہی۔۔۔ ہم خرما وہم ثواب.... اسی لئے شریعت مطہرہ نے فطرت کا لحاظ کرتے ہوئے قرآن شریف میں اس کو مطلوب ومرغوب قرار دیا، اب رہی نقل تو ملا علی قاریؒ شرح مشکوۃ شریف میں مسند عبد الرزاق سے نقل فرماتے ہیں "لكل شيء حلية وحلية القرآن الصوت الحسن يعنى كما أن الحلل والحلى يزيد للحسناء حسنا كذا الصوت الحسن للقران"

ہر چیز کی ایک زینت اور زیور ہوتا ہے جس سے اس کے حسن میں دوبالگی پیدا ہوجاتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے، اس کی اہمیت میں اضافہ ہو جاتا ہے تو قرآن شریف کا زیور خوش گلوئی ہے اور متعدد روایات میں ہم بندوں کو صیغۂ امر سے اس کی ترغیب دلائی گئی ، چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا "زینوا القرآن بأصواتکم" غور فرمائیے کہ اول تو اس مطلوبہ زینت کیلئے فعل امر استعمال فرمایا اور صیغۂ امر جمع لا کر تمام ہی مخاطبین کو اس کا مکلف کیا جا رہا ہے، بلکہ کبھی تو فرمایا "لیس منا من لم یتغن بالقرآن" گو تغنی کے دوسرے معنی سفیان ثوریؒ نے استغناء کے بھی لئے ہیں لیکن امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اہل لغت کے نزدیک راجح معنی ترنم کے ہیں، اور حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا" ما أذن الله لشیء ما أذن لنبی حسن الصوت یَتَغَنّٰی بالقرآن" بلکہ ایک روایت میں اور بھی تعمیم کے ساتھ فرمایا" الله اشد اذنا للرجل الحسن الصوت بالقرآن" اللہ تعالیٰ حسن الصوت قاری کی قراءت کی طرف جتنا کان لگاتے ہیں اتنا کسی دوسری چیز کی طرف نہیں لگاتے، نیز ابن ماجہ کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک روز مجھے گھر جاتے ہوئے راستہ میں دیر ہو گئی آپ ﷺ میرا انتظار فرما رہے تھے تو سرکار علیہ الصلوۃ والتسلیم نے پوچھا" ماحَبَسَكِ" اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا" یا رسول الله ﷺ إن فی المسجد رجلا ما رأیت احدا احسن قراءۃ منه" اس پر آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تشریف لے گئے اور سنا تو وہ حضرت سالم مولی ابی حذیفۃ رضی اللہ عنہ تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا" الحمد لله الذی جعل فی أمتی مثله" کتنی بڑی فضیلت ہے اور کیوں نہ ہو جو چیز خود اللہ رب العزت کے یہاں مرغوب و مستحسن ہو وہ کس کے یہاں غیر مرغوب و غیر مستحسن ہو سکتی ہے بلکہ خود اللہ کے رسول ﷺ کی فضیلت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں " ما بعث الله نبیا قط إلا حسن الوجه وحسن الصوت وکان نبیکم احسنهم وجها واحسنهم صوتا (رواہ الترمذی)

سائل : اچھا.. آپ کی گفتگو سے یہ معلوم ہوا کہ تزیین قرآن کا مکلف ہر کوئی ہے تو پھر وہ لوگ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو قدرۃً حسن صوت نہیں رکھتے ان کیلئے یہ حکم تکلیف مالایطاق ہے حالاں کہ "لا یکلف اللہ نفسا إلا وسعها" اللہ تعالیٰ طاقت ووسعت سے زیادہ کا مکلف نہیں بناتے۔

مجیب : ہاں.. صاحب بڑا اچھا سوال کیا آپ نے! پہلے بھی یہی سوال ابن ابی ملیکہؒ سے بھی کیا گیا کہ "أرأیت إن لم یکن حسن الصوت" تو جواب دیا کہ "یحسنه ما استطاع" یعنی جتنا اس سے ہو سکے تحسین کی کوشش کرے پھر روایت کے الفاظ میں آپ نے غور نہیں فرمایا آپ ﷺ نے باصواتکم کا لفظ استعمال فرمایا کہ اپنی اپنی آواز میں مزین کرو، معلوم ہوا کہ ہر شخص اپنی فطری آواز میں تزئین وتحسین کا مکلف ہے، منشا یہ ہے کہ وہ اپنی قدرتی آواز میں ایسی خوش لہجگی پیدا کرے جس سے زینوا پر عمل ہو سکے۔

سائل : اچھا جناب! یہ خوش آوازی اختیار کرنا ان لوگوں کیلئے آسان ہے جو خوش الحان ہے مگر جو لوگ اچھی آواز نہیں رکھتے تو ظاہر ہے کہ ان کو تحسین کیلئے تکلف کی ضرورت ہوگی حالانکہ تکلف کے ساتھ قرآن شریف پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، چنانچہ امام جزریؒ تجوید کی تعریف میں فرماتے ہیں "مکملا من غیر ما تکلف" یعنی بے تکلف پڑھنے سے ہی تجوید مکمل ہوتی ہے، پھر ایک روایت میں حضور ﷺ فرماتے ہیں "اقرء وا القران بلحون العرب" یہاں لحون عرب سے اپنے فطری لب ولہجہ میں بلا تکلف پڑھنا مراد ہے معلوم ہوا کہ قرآن شریف کو بلا تکلف سادگی کے ساتھ پڑھا جائے یہ مطلوب ہے،

مجیب : جناب! آپ کا یہ اعتراض بے بنیاد ہے، لحون عرب کا یہ مطلب نہیں جو آپ نے سمجھا بلکہ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ عرب جس طرح قرآن مجید کو پڑھتے ہیں اور ان کا جو لب ولہجہ ہے وہ اختیار کرو چنانچہ علامہ جزریؒ نے نشر کبیر (ج ۱، ص ۲۱۰) میں عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں جودوا القرآن وزینوه بأحسن الصوت واعربوه فإنه عربی واللہ یحب أن یعرب به "ظاہر ہے کہ عربی لب ولہجہ کیلئے ضرور محنت کرنی ہوگی تو اس سے خود

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معلوم ہوا کہ آدمی تھوڑی کوشش کرے اچھا لہجہ بنائے اور اگر اس کوشش کو آپ تکلف کہہ رہے ہیں تو یہ تکلف ہی سہی مگر یہ ابتداء ہوتی ہے تھوڑا وقت مسلسل مشق کرنے سے وہ طبیعت بن جاتی ہے اور تکلف رخصت ہو جاتا ہے اور پھر یہ کوشش ممنوع بھی کہاں ہے؟ ورنہ "زینوا" کے کیا معنی ہوں گے؟ بلکہ مسند ابی یعلی کی ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے حضرت ابوموسی اشعری ؓ کا قرآن مجید سنا تو فرمایا "لقد اوتی هذا مزمارا من مزامیر آل داود" اللہ تعالی نے ان کو آل داود کا سوز عطا فرمایا ہے اس پر حضرت ابوموسی اشعری ؓ نے فرمایا اگر مجھے خبر ہوتی کہ آپ سن رہے ہیں تو اور بھی بنا سنوار کر پڑھتا، دیکھیے! غور فرمایئے! حضرت ابوموسی اشعری ؓ فرماتے ہیں کہ میں اور بنا سنوار کر پڑھتا اور حضور ﷺ اس پر کوئی نکیر نہیں فرما رہے ہیں معلوم ہوا کہ تحسین کیلئے کوشش کرنا ممنوع نہیں ہے۔

سائل : اچھا..صاحب ایک بات اور بھی پوچھوں! جب یہ خوش الحانی اتنی مطلوب ومحمود ہے تو پھر اس روایت کا کیا مطلب جس میں ہے کہ "إیاکم ولحون اهل الفسق واهل الکتابین" اس سے تو پتہ چلتا ہے کہ فاسقوں اور عاشقوں کے ترنم کی طرح قرآن مجید کو پڑھنے سے احتراز کرنا چاہیئے۔

مجیب : جناب.. تحسین وخوش الحانی میں عام طور پر افراط وتفریط ہوتی ہے کچھ لوگوں نے ایسی روایت کو دیکھ کر خوش الحانی کا سرے سے انکار کر دیا ہے بلکہ خوش الحانی سے پڑھنے والوں کو وہ گا کر پڑھنے کا طعن دیتے ہیں میں سمجھتا ہوں یہ تفریط ہے اور کچھ لوگوں نے اس کی حقیقت کو سمجھنے میں یہ غلطی کی ہے کہ لہجہ ہی کا نام قراءت رکھ دیا لہجہ کو اصل اور مقصود سمجھ لیا، وہ لہجہ کا اس قدر اہتمام کرتے ہیں کہ چاہے تجوید کی کوئی غلطی ہو جائے مگر لہجہ نہ چھوٹنے پائے یہ افراط ہے، اس سلسلہ میں دونوں کے درمیان اعتدال کی راہ وہ ہے جس کی طرف قاری عبدالرحمٰن مکیؒ نے رہنمائی فرمائی ہے انہوں نے اس کا بڑا اچھا تجزیہ کیا اور اس کے حدود مقرر کئے وہ فرماتے ہیں کہ ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے الحان اور ایک ہے انغام، الحان کہتے ہیں قواعد تجوید کو اصل قرار دیکر اس کی پابندی کے ساتھ خوش الحانی سے اس طرح پڑھنا کہ قواعد تجوید اصل ہوں اور لہجہ اس کے تابع ہو، اور انغام کہتے ہیں کہ قواعد موسیقیہ کی رعایت کے ساتھ تجوید سے اس طرح پڑھنا کہ قواعد موسیقیہ (خوش الحانی) اصل ہوں اور قواعد تجوید اس کے تابع ہوں ان میں سے اول تو کتاب اللہ میں مطلوب ومدوح ہے اور ثانی مکروہ وممنوع ہے۔

ثالث : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں بہت دیر سے آپ حضرات کی گفتگو سن رہا ہوں جی چاہا کہ اگر اجازت ہو تو میں بھی اس میں شریک ہو جاؤں۔

جواب : ضرور...ضرور...

سائل : ہم تحسین صوت کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے میرے کچھ سوالات تھے جس کے انہوں نے بڑے تشفی بخش جواب دیئے۔

اچھا جناب! آپ کی ان معلومات افزا گفتگو سے مجھے بڑی خوشی ہوئی، اللہ تعالیٰ آپ کے علم میں مزید ترقی عطا فرمائے، میں ایک اور بات پوچھنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ حسن صوت اور خوش الحانی سے جب قرآن مجید پڑھا جاتا ہے تو عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ سامعین جھومتے ہیں اور واہ واہ کرتے ہیں جس کی وجہ سے پڑھنے والا اور تحسین کرتا ہے تو یہ خوش الحانی لوگوں سے داد لینے اور نام کمانے کیلئے ہوئی اور یہ ریا ہے جو شریعت میں انتہائی مذموم ہے۔

مجیب : جناب آپ نے دکھتی نبض پکڑی ہے یہی سوال ایک مدت تک مجھے بھی ستاتا رہا چونکہ مجھے بھی قراءت کے جلسوں میں عام طور پر مدعو کیا جاتا ہے اور اس کی وجہ سے بار بار پڑھنے کی سعادت حاصل ہوتی ہے میں بھی اس مرحلہ سے گزرتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ یہ تو ریا ہے اور اس طرح پڑھنا اکارت گیا، لہذا اس سوال کا جواب ہم آپ سے معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ثالث : ہاں بھئی! تم دونوں کا سوال بالکل ٹھیک ہے اور اس طرح میں بھی ایک مدت تک اس میں گم رہا، بہت کتابیں دیکھیں کہیں سے تسلی نہ ہوئی، بالآخر ایک دفعہ سوانح قاری عبد المالکؒ کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ عقدہ حل ہوگیا وہ لکھتے ہیں کہ خود انہیں بھی یہ خلش تھی اس پر انہوں نے حکیم الامت حضرت اقدس تھانویؒ سے بذریعہ خط پوچھا کہ خلش یہ رہتی ہے کہ جب کبھی طبیعت حاضر ہو اور اچھا پڑھا جائے تو سننے والوں کے کیف کو محسوس کر کے طبیعت میں حظ پیدا ہو جاتا ہے کہیں یہ ریا میں تو داخل نہیں ہے؟ اس پر مرشد محسن حضرت اقدس تھانویؒ نے جواب لکھ کر بھیجا کہ آپ کا خط ملا آپ کی اس خلش سے خوشی ہوئی پیش کردہ سوال کے جواب میں یہ ہے کہ پڑھنے سے پہلے یہ خیال باندھے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے پڑھتا ہوں اور دوران تلاوت کچھ رہ گیا ہو اور آپ کی رضا کے علاوہ جو دیگر جذبے پیدا ہوگئے ہوں ان کو معاف فرما کر قبول فرمائیے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں گے اس خیال سے تلاوت ترک نہ کریں کہ اس میں ریا کا شائبہ داخل ہوگیا ہے یہ شیطانی وسوسہ ہے اور ترک عمل کا ایک لطیف حیلہ ہے۔

سائل : اچھا.. جناب آپ لوگوں کو میں نے بڑی زحمت دی اور آپ کا بہت قیمتی وقت لیا اب میں صرف ایک بات کی زحمت دوں گا ابھی کچھ روز پہلے ہی ایک صاحب نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ ایک قاری جب تجوید میں کھو جاتا ہے اور سارے مخارج وصفات کا خیال رکھتا ہے تو اس کی پوری توجہ اس کی طرف ہو جاتی ہے تو کیا یہ خشوع وخضوع کے منافی نہیں جو نماز میں مطلوب ہے؟

ثالث : جناب.. یہ بات مجھ سے اور لوگوں نے بھی پوچھی مگر ماہرین اس سے واقف ہیں کہ مخارج وصفات کی طرف توجہ مبتدئین کو بے شک کرنی پڑتی ہے لیکن جو حضرات بے تکلف صحیح پڑھنے کے کمال سے بہرہ ور ہوتے ہیں انہیں مخارج وصفات کا خیال تک بھی نہیں آتا اور صحیح پڑھتے چلے جاتے ہیں اور حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ مخارج وصفات کی طرف توجہ رہنا خشوع وخضوع کے منافی نہیں ہے کیونکہ یہ صحت صلوٰۃ کی طرف متوجہ ہونا ہے جو مامور بہ ہے وساوس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں داخل نہیں کہا جا سکتا (الجواہر الفقیہ ص ۸۲/)

سائل : بہت خوب جناب.. میں آپ کا اور اپنے رفیق محترم کا بے حد ممنون ہوں کہ خوش الحانی سے متعلق نہ صرف قابل قدر معلومات فراہم فرمائیں بلکہ آپ حضرات سے اس سلسلہ کے میرے دیرینہ خدشات وخلجانات بھی کافور ہوئے بالخصوص نماز میں مخارج وصفات کی طرف توجہ کے باب میں منافی خشوع وخضوع ہونے کے شبہ کا بڑا اچھا مختصر جواب حضرت اقدس تھانویؒ کے حوالہ سے دیکر اطمینان دلایا، اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علاماتِ وقف اوران کی شرعی حیثیت

"علاماتِ وقف اوران کی شرعی حیثیت" اس مکالمہ میں معرفت وقف کی اہمیت اور دورِ اول ہی سے اس کی طرف کیا گیا اعتناء، علامہ سجاوندیؒ کی وضع فرمودہ علامات کوئی جدید امر نہیں ہے، نیز سورۂ فاتحہ میں نستعین کا اھدنا سے وصل کرنے پر دس نیکی کم ہونے کے شبہ کا ازالہ جیسے اہم امور پر بحث کی گئی ہے

مجیب : الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وعلى اله وصحبه اجمعين....

أما بعد .. قال الله تعالى فى القرآن المجيد اعوذ بالله .... ورتل القرآن ترتيلا، وقال علىؓ الترتيل هوتجويد الحروف ومعرفة الوقوف.. وقال ابن الانبارى من تمام معرفة القران معرفة الوقف والابتداء فيه۔

محترم سامعین! حیات انسانی کے ابواب متفرقہ میں ایک باب مشغولیت بالقرآن کا ہے کہ وہ کچھ وقت تلاوت قرآن کریم کی نذر کرکے برکات قرآن مجید نیز منعم حقیقی کے نعم لازوال سے سرفراز ہوں جس کا وعدہ کلام پاک میں بار بار فرمایا گیا ہے، مگر جیسا کہ آپ کو معلوم ہے "إذا ثبت الشيئ ثبت بلوازمه" کہ وعدۂ خداوندی موقوف علی شرط الصحۃ ہے جب تک شرط کا تحقق نہ ہوگا وجود مشروط موقوف رہیگا، اب صحت کلام پاک کیلئے جہاں صحتِ حروف شرطِ اول ہے وہیں معرفتِ وقف بھی ضروری ہے۔

معترض : ٹھہرئے جناب ٹھہرئے! (اسی وقت مجلس میں آئیں گے)

مجیب : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

معترض : وعلیکم السلام.. جناب قاری صاحب! معاف فرمایئے جب بھی آپ سے اس تجوید کے عنوان سے کوئی بات سنی بس رائے کا پہاڑ بنا کے دکھایا، مخارج کی لمبی چوڑی ابحاث، صفات کی مصیبت مزید براں، پھر غنہ اور مد کہاں کی مصیبت، پھر ادائیگیوں کی نزاکتیں جو بال کی کھال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کھینچنے سے کم نہیں اور آج پھر ایک نیا گل کھلا وقف کا، بھلا عربی زبان جو کہ ایک صاف ستھری زبان ہے یہ اینچ پینچ آپ نے کہاں سے جوڑ دیئے میں بھی تو کچھ عربیت سے واقفیت رکھتا ہوں۔

مجیب : جناب علی صاحب! آپ کی عربی سے واقفیت قابل داد ہے عربی سے آپ اچھی خاصی واقفیت رکھتے ہوں گے مگر شاید وہ ایسی عربی ہوگی جو مخارج وصفات اور غنہ اور مدود کی قید سے آزاد ہو، نیز جس میں وقف ووصل کا کوئی مقام نہ ہو، اگر آپ ذرا اپنی عقلِ خداداد سے کام لیتے تو روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا کہ دنیا کی کوئی بھی زبان ان قیود سے آزاد رہ کر زبان کہلائے جانے کی مستحق نہیں چہ جائیکہ عربی زبان جو کہ افضل الالسنہ واصح الالسنہ ہے، دیکھئے! وقف جس کو آپ نئے گل سے تعبیر فرما رہے ہیں اگر اس کی رعایت کلام میں نہ کی جائے یا بے محل وقف کیا جائے تو معنی کچھ کے کچھ ہو جاتے ہیں۔

اردو ہی کو لے لیجئے مثلاً آپ نے اپنے خادم سے کہا: فلاں کو پکڑو، مت جانے دو، وقف کیا پکڑو پر اگر خادم آپ کے محل وقف پر توجہ نہ کرے اور پکڑو کا وصل کر لے مت کے ساتھ "پکڑو مت، جانے دو" تو مفہوم بالکل الٹ جائے گا، اس طرح اور بھی سینکڑوں مثالیں ہیں جیسے "کھیلو مت، پڑھو" کھیلو، مت پڑھو، معلوم ہوا کہ وقف ووصل کی معرفت بھی از حد ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں جا بجا وقف ووصل کی علامت لگا دی گئی ہے۔

معترض : ٹھیک ہے قاری صاحب! مگر یہ جو علامات وقف ووصل قرآن مجید میں لکھی ہوئی ہیں یہ تو جہاں تک میرا خیال ہے چھٹی صدی کی پیداوار ہے جیسا کہ مؤرخین نے لکھا ہے کہ یہ علامات وقف علامہ سجاوندیؒ نے لگائی ہیں، آپ کیا فرماتے ہیں کیا اس کا ثبوت زمانہ نبوت میں کہیں ملتا ہے؟ اگر نہیں تو پھر ان علامات کی رعایت وقف ووصل میں کہاں تک صحیح ہے؟ میرا ضمیر تو ایک سیکنڈ بھی زمانہ نبوت کے بعد کی اس پیداوار کو قبول کرنے کیلئے تیار نہیں۔

مجیب : دیکھئے جناب! آپ کی تحقیق اپنی جگہ صحیح ہے کہ یہ علامات علامہ سجاوندیؒ نے لگائی ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ قبل ازاں اس کا وجود ہی نہ تھا بلکہ بلاخوف تردید یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ زمانہ نبوت ہی میں محل وقف کی تعلیم و تعلم کا اہتمام تھا۔

لیجئے حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں ''لقد عشنا برهة من دهرنا وأن أحدنا ليؤتى الايمان قبل القرآن ثم تنزلت سورة على محمد ﷺ فنتعلم حلالها وحرامها وما ينبغي أن يوقف عنده منها كما تتعلمون أنتم اليوم القرآن'' اور یہ ان حضرات کا حال ہے جو اہل لسان تھے، خود حضور اکرم ﷺ کی کیفیت تلاوت کو بیان کرتے ہوئے اُم المؤمنین حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ أن رسول الله ﷺ كان إذا قرأ قطع قراء ته اية اية ، يقول بسم الله الرحمن الرحيم، ثم يقف۔

اس روایت کے پیش نظر فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ فواصل پر وقف کرنا سنت ہے، صاحب خلاصہ البیان نے تحریر فرمایا ہے أما الفواصل فهی أحب الأوقاف مطلقا ،إن وقف عليه بالسنة بلکہ آگے کیوں جائیے خود ''ورتل القرآن ترتيلا'' کی تفسیر فرماتے ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہیں ''الترتيل هو تجويد الحروف ومعرفة الوقوف'' معلوم ہوا کہ بغیر رعایت وقوف کے ترتیل کی تکمیل ہی نہیں ہو سکتی اور ان وقوف پر ہی تو یہ رموز دلالت کرتے ہیں، اب اگر کوئی اس کی رعایت نہ کرے اور غیر ضروری قرار دے تو عرف سے الگ ہو کر اصطلاحاً بھی بے وقوف ہی کہا جائیگا یہاں تک دور نبوی ﷺ میں اور زمانہ صحابیت میں وقف کا اثبات ہوا اور دور تابعین کو دیکھتے ہیں تو یہ بات تواتر کے ساتھ منقول ہے کہ کبار تابعین میں سے امام اہل مدینہ امام ابو جعفر اور آپ کے تلامذہ کبار میں سے امام نافع مدنی اور دیگر ائمہ کرام امام ابو عمرو بصری، امام یعقوب حضرمی، امام عاصم کوفی رحمہم اللہ وغیرہم وقوف کی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ فرماتے تھے، یہ دور تابعین اور تبع تابعین ہے جس کو خیر القرون کہا گیا ہے۔

معترض : جزاکم اللہ... جناب قاری صاحب! کیا بتاؤں میرا تو یہ حال ہے کہ قرآن کو کھولتے ہی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جونہی ان رموز اوقاف پر نظر پڑتی ہے الجھن سی محسوس ہوتی ہے بعض مرتبہ نوبت یہاں تک پہونچ جاتی ہے کہ قرآن کریم کو بند کر کے رکھ دینا پڑتا ہے مگر آپ کی اس گفتگو سے قدرے تسلی ہوئی۔

مجیب : اللہ تعالیٰ آپ کو تسلی دائمہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے اور لیجئے ایک اور روایت یاد آ گئی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ "قال لی رسول اللہ ﷺ اقرأ علیّ، فقلت یا رسول اللہ! اقرأ علیك وعلیك أنزل؟ فقال : إنی أحب أن أسمعه من غیری قال: فافتتحت سورة النساء فلما بَلَغْتُ شهیدا فقال لی : حسبك! اس پر علامہ دانیؒ فرماتے ہیں ألاتری أن الوقف علی شهیداً کاف،لیس بتام والتام ولایکتمون الله حدیثا لانه اخر القصة وهو فی الأیة الثانیة."

اس سے تو معلوم ہوا کہ وقف کے جزئیات تک کی تعلیم آپ ﷺ نے فرمائی ہے اس کے علاوہ خیر القرون کے بعد بھی آج تک سارے علماء کبار نے بیک زبان وقف کی ضرورت کا اعتراف کیا ہے، جیسے ابن الانباری، ابوحاتم، ابوالقاسم ھذلی، ملا علی قاری، امام ابوزکریا انصاری وغیرہم حضرات کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ "من لم یعرف الوقف لم یعرف القران" لہذا علامہ سجاوندیؒ نے جو علامات وقف لگائی ہیں گو وہ چھٹی صدی کی ہیں مگر ان کا یہ علامات لگانا کوئی امر جدید نہیں بلکہ اسلاف خیر القرون ہی کی آسان ترجمانی ہے، یا یوں کہئے کہ معرفت وقف جو منشا خداوندی ومنشأ رسول ﷺ ہے علامہ سجاوندی علیہ الرحمۃ نے ان علامات وقف ووصل کو وضع فرما کر اس کی تعمیل کو آسان سے آسان تر بنا دیا لہذا امت ان کا جتنا شکریہ ادا کرے کم ہے چہ جائیکہ ان کی سعی کو ناقابل اعتبار قرار دیا جائے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

لیکن یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ یہ وہ علامات نہیں ہیں جس کا خلاف شرعاً حرام وناجائز ہو بلکہ محقق فن امام جزریؒ فرماتے ہیں ؎

ولیس فی القران من وقف وجب ولا حرام غیر ماله سبب

بلکہ کسی بھی قاری نے یہ نہیں لکھا کہ علامات وقف پر وقف کرنا ضروری ہے، صاحب خلاصۃ کہتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں" اما الوصل فهو أصل فی القراءة "یعنی اصل تو وصل ہی ہے نیز امام ابوزکریا انصاری فرماتے ہیں" مثل القاری کمثل المسافر "جیسے مسافر منزل مقصود پر بہت جلد پہونچنا چاہتا ہے اسی طرح قاریٔ قرآن بھی حتی الامکان زیادہ اسٹیشن نہ کرے مگر اس کا بھی لحاظ رکھے کہ وقف ضعیف کو قوی پر ترجیح نہ ہوجائے اور تعلق لفظی ومعنوی کو ملحوظ رکھتے ہوئے وقف کرے، خلاصۂ کلام یہ ہے کہ علم وقف بھی ایک اہم ترین علم ہے جو تجوید ہی کی طرح ضروری ہے گویا کہ ترتیل کی گاڑی کے تجوید الحروف ومعرفۃ الوقوف دو پہیے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے یہاں یہ دونوں سند قراءت کیلئے موقوف علیہ ہیں۔

ثالث : السلام علیکم!

معترض : وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ... جناب ہم کافی دیر سے مسئلہ وقف پر گفتگو کررہے ہیں ہمارے برادر محترم اچھی تحقیقات پیش فرمارہے ہیں آپ بھی سماعت فرمائیے!

ثالث : ٹھیک ہے۔

معترض : جناب قاری صاحب وقف ووصل کی ضرورت تو آپ کی اس گفتگو سے سمجھ میں آرہی ہے مگر جب موضوع وقف ووصل ہی کا چل رہا ہے تو میرا ذہن ایک مسئلہ کی طرف منتقل ہورہا ہے اگر اجازت ہو تو عرض کردوں۔

مجیب : ضرور ضرور کیوں نہیں۔

معترض : حفاظ کرام کی یہ عادت سی ہوگئی ہے کہ تراویح میں عامۃ نستعین کے نون کا مابعد سے وصل کرکے اھدنا کی ہمزہ کو حذف کردیتے ہیں حالانکہ کلام اللہ کا ہر حرف دس نیکیاں رکھتا ہے جیسا کہ روایات صحیحہ میں موجود ہے " فله به حسنة الخ "اس اعتبار سے دس نیکیاں کم ہوجاتی ہے اور نہ معلوم اس طرح وصل کرتے رہنے سے کس قدر نیکیاں کم ہوتی رہتی ہوں گی، جبکہ منشأ تلاوت ہی نیکیوں کا حصول ہے پھر تو ان کا یہ طرز عمل بالکل منشأ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تلاوت کے خلاف جارہا ہے؟

مجیب : کیا آپ اس پر کچھ فرمائیں گے؟

ثالث : نہیں حضرت آپ ہی فرمایئے تاکہ میں بھی استفادہ کروں۔

مجیب : میں تو کافی دیر سے سمع خراشی کررہا ہوں، مقولہ بھی تو مشہور ہے "کل جدید لذیذ" لہذا اگر کوئی تکلیف نہ ہو تو آپ ہی کچھ فرمایئے۔

ثالث : بہت اچھا، آپ کا حکم سر آنکھوں پر، آپ نے بہت اچھا سوال کیا... مجھ سے بھی بعض احباب نے یہ سوال تقریراً وتحریراً کیا جس کا مفصل جواب تو ان کو لکھ چکا ہوں مگر اس وقت چند موٹی موٹی باتیں اس مسئلہ سے متعلق آپ سے عرض کردوں، دیکھئے! ارشاد خداوندی ہے "قرآنا عربیا غیر ذی عوج" دوسری جگہ فرمایا "بلسان عربی مبین" معلوم ہوا کہ قرآن کریم کا نزول خالص عربی زبان میں ہوا ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "اقرءوا القرءان بلحون العرب" نیز علامہ جزریؒ نے نشر کبیر میں عبداللہ بن مسعودؓ کے حوالہ سے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی نقل فرمایا "جوّدوا القرآن وزینوہ بأحسن الأصوات وأعربوہ فانہ عربی واللہ یحب أن یعرب بہ" یعنی تلاوت میں اس کی عربیت کا مکمل لحاظ ہونا چاہئے پھر اس کے ساتھ دوسرا مقدمہ یہ ملا لیجئے کہ قرآن کریم میں کسی بھی قراءت کی صحت کیلئے جو شرائط ثلاثہ بطور معیار مقرر ہیں منجملہ ان کے ایک عربیت یعنی اصول عربیت کی موافقت ہے جس کی بجاآوری از حد ضروری ہے اور اس کے خلاف جائز نہیں، مذکورہ مقدمات سے قرآن مجید کی تلاوت میں عربیت کی رعایت کا ضروری ہونا نیز اس کا مطلوب شرعی ہونا معلوم ہوتا ہے، اور منجملہ اصول عربیت کے ایک یہ ہے کہ ہمزۂ وصلی جو ابتداء بالسکون کی پریشانی کے حل کیلئے لایا جاتا ہے وصل کی صورت میں یہ دشواری نہ رہنے کی وجہ سے حذف ہوجاتا ہے اور ایسے مواقع میں اس کو باقی رکھنا اصول عربیت کے خلاف ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے، اسی اصول کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تحت اھدنا کی ہمزہ کو بھی بحالت وصل حذف کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

معترض : آپ کی بات بالکل صحیح ہے اور نہ اس میں اشکال کی کوئی گنجائش ہے مگر اصل بات تو ثواب کی کمی کا ہے، جو اب بھی جوں کا توں باقی ہے، آپ ہی بتلایئے اس کے بعد بھی ایک حرف کی کمی کی وجہ سے دس نیکیاں کم ہوں گی یا نہیں؟

ثالث : جلدی نہ کیجئے غور سے بات سنئے! جب بات مکمل ہو جائے تو پھر جو سوال ہوگا دیکھا جائے گا اچھا دیکھئے! مسئلہ حذف کا صرف اھدنا کی ہمزہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ سورۂ فاتحہ میں ہی ہمزۂ وصلیہ کے حذف کی متعدد مثالیں ہیں جیسے "رب العالمین" "الرحمن الرحیم" "مالك یوم الدین" میں سے ہر جگہ لام تعریف کا ہمزہ حذف ہو رہا ہے تو وہاں تو یہ اعتراض نہیں اور صرف "اھدنا" میں کیوں؟ نیز مسئلہ صرف ہمزۂ وصلی وغیر وصلی کے حذف تک ہی منحصر نہیں بلکہ اس کے سوا اور بھی کئی حروف وصلا حذف ہوتے ہیں منجملہ ان کے واو جمع جیسے "اقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ" اسی طرح الف تثنیہ "وقالا الحمد" اور یاء مدہ جیسے "فی الارض" یہ وہ مقامات وصل ہیں جہاں قاری کو بر بناء وصل ان حروف کو حذف کرنا پڑتا ہے، اب اگر آپ کا پیش کردہ ثواب کی کمی والا اصول لیا جائے تو ان مقامات پر ہر حرف کے حذف پر ثواب کی کمی لازم آتی ہے حالانکہ قاری یہاں حذف پر مجبور ہے کیا رحمت خداوندی کو اس قدر حسابی اور تنگ سمجھ لیا ہے کہ عربیت کے امتثال میں حذف کئے گئے حرف پر بھی ثواب میں کمی واقع ہو جائے حالانکہ رحمت حق کے ۹۹ حصے تو ابھی وہاں ظاہر ہوں گے جہاں کیلئے ثواب حاصل کیا جاتا ہے، اور ویسے بھی "رحمت حق تو بہانہ می جوید" اس کے ماسوا چند وہ مقامات حذف ہیں جس میں قاری کو وصل و وقف کرنے کا اختیار ہوتا ہے جیسا کہ آپ کی پیش کردہ مثال اھدنا اسی طرح "المطمئنة ارجعی الی ربك" وغیرہ اس اختیار کا مطلب یہ ہے کہ قاری وصل کر کے ہمزہ کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حذف رکھے یا وقف کر کے ہمزہ کو باقی رکھے دونوں میں ہی موافقت قواعد عربیت نیز امتثال امر خداوندی ہے جب دونوں ہی میں امتثال امر خداوندی ہے تو پھر ثواب کی کمی کا کیا سوال ہے؟

یہ مسئلہ چونکہ مدت دراز سے موضوع گفتگو بنا ہوا ہے اس لئے اس سلسلہ میں کافی چیزیں میری نظر سے گذری ہیں، میں خود بھی اس مسئلہ میں کئی روز گم رہ چکا ہوں، ایک روز امداد الفتاوی کا باب التجوید دیکھ رہا تھا تو معلوم ہوا کہ بعینہ یہی سوال حضرت اقدس تھانویؒ سے بھی کسی نے کیا تھا حضرت نے اس کا جو جواب مرحمت فرمایا بطور ختام مسک یہاں ذکر کر کے اپنی بات ختم کردوں گا، سائل کا سوال تو طویل ہے مگر اس کا جزو ثانی یہ ہے کہ " قل هو الله أحدٌ" کو "الله الصمد" سے ملا کر پڑھیں یا "نستعین" کو "اهدنا" سے ملا کر پڑھیں تو بوجہ حذف ہمزہ کے نیکیاں کم ہوں گی یا نہیں؟

حضرتؒ نے جواب ارشاد فرمایا کہ رہا شبہ نقصِ ثواب کا تو نقص فی الکم سے نقص فی الکیف لازم نہیں آتا، کیا معلوم نہیں ایک دُوَنّی باوجود دو اِگنّی سے ناقص فی العدد ہونے کیف وکیت میں برابر ہے؟ نیز ممکن ہے کہ وہ حکماً ملفوظ ہونے کے سبب مکتوب الأجر ہو اس گفتگو کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ نستعین پر وقف نہ کیا جائے اور ہمیشہ وصل ہی سے پڑھا جائے بلکہ منشاء یہ ہے کہ جو لوگ وصل کرتے ہیں ان کو مورد اعتراض ٹھہرانا اور دس نیکیوں کی کمی کا الزام دینا درست نہیں ہے۔

معترض : آپ حضرات کی باتیں میں نے بغور سنیں، الحمدللہ کافی معلومات حاصل ہوئیں، حفاظ کرام کے اس طرز عمل سے تو میں واقعی ناراض تھا مگر آپ نے اچھی صفائی فرمائی، ان شاء اللہ موقع بموقع اس طرح ملاقات ہوتی رہیں گی۔

ثالث : محترم میں آپ کا شکر گذار ہوں کہ آپ نے مجھے کہنے کا موقع عنایت فرمایا، اور برادرم آپ کا بھی ممنون ہوں کہ آپ نے میری باتوں کو غور سے سنا اور ان کو پسند فرمایا، ٹھیک ہے تو چلتے ہیں، خدا حافظ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معرفتِ وقف

"معرفت وقف" کے اس مکالمہ میں وقف کی اہمیت، دورِ اول سے اس کی طرف اعتناء وقف کی غلطی سے غلط معنی کا توہم، قرآن فہمی کیلئے معرفت وقف کا ضروری ہونا، اور علاماتِ وقف وسکتہ کے محل واحد میں جمع ہوجانا جیسے اہم اجزاء پر گفتگو کی گئی ہے۔

شاگرد : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

استاذ : وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

استاذ : ارے ساجد میاں! آپ آگئے، دیکھو آج ہم لجنۃ القراءت کے جلسہ میں مدعو ہیں، یہ دعوت نامہ ہے جلد ہی وہاں پہنچنا ہے۔

شاگرد : ٹھیک ہے حضرت! تو آج سبق کی چھٹی کردیتے ہیں اور آپ کے ہمراہ چلتے ہیں۔

استاذ : نہیں نہیں! یہ تمہارے شوق کی بات ہے، خدا تعالیٰ مبارک کرے، تھوڑا سا پڑھ ہی لو تاکہ ناغہ نہ ہو! پڑھو!

شاگرد : والجزء الثانی من الترتیل معرفة الوقوف من محل الوقف والابتداء وکیفیتهما، (خلاصۃ البیان)

استاذ : بس بس!

ف : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

استاذ : وعلیکم السلام ! حافظ صاحب! اس قدر اہتمام کے ساتھ کہاں؟ اور بھئی حافظ صاحب کہنے سے ناراض تو نہ ہوں گے؟ مجھے ہر وقت پروفیسر کہنے کے مقابلہ میں یہی اچھا لگتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ف : استغفراللہ ثم استغفراللہ محترم! اس میں ناراضگی چہ معنی دارد اللہ تعالیٰ نے دولتِ حفظ کی نعمت سے نواز کر جتنا بڑا شرف اس ذرۂ بے مقدار کو عطا فرمایا پروفیسر جیسے ہزاروں القاب وخطاب اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے یہ میرا عقیدہ ہے اس وقت بھی قرآن پاک ہی کی نسبت سے لجنۃ القراءت کی دعوت پر اس کے اجلاس میں شرکت کیلئے جارہا ہوں، نکلتے وقت جی میں آیا کہ اپنے پرانے رفیق وصدیق حمیم سے بھی ملتا چلوں اور معلوم ہوا کہ آپ بھی تو بطور فیصل مدعو ہیں۔

استاذ : جی ہاں! میں بھی مدعو ہوں، ذرا سبق پڑھ لیتے ہیں پھر ساتھ چلیں گے۔

ف : بہت اچھا۔

استاذ : سنو! ساجد میاں! ترتیل کے معنی حضرت علی ؓ کی تفسیر کے مطابق تجوید الحروف ومعرفۃ الوقوف ہے اس لئے تجوید ووقف دونوں ہی ابواب کے ذیل میں عموماً یہ آیت کریمہ بطور دلیل پیش کی جاتی ہے اور ترتیل اس وقت مکمل ہوتی ہے جب قاری حرفوں کو صحیح مخارج وصفات سے ادا کرنے کے ساتھ وقف کرنے میں قواعدِ وقف اور مواقع کی بھی رعایت کرے، ترتیل ہی کا دوسرا جز علمِ وقف ہے، اہمیت کے لحاظ سے علمِ وقف علمِ تجوید سے کم نہیں کیونکہ جس آیت کریمہ سے تجوید کا وجوب ثابت ہوتا ہے اسی آیت کریمہ سے علمِ وقف کا بھی وجوب ثابت ہوتا ہے، پس جو شخص محض تجوید سے پڑھے اور وقف کرنے میں محلِ وقف کی رعایت نہ کرے تو اس کی ترتیل مکمل نہ ہوگی اور خلاف مأمور بہ ہوگا، ارباب فن قاری کو مثل مسافر اور اوقاف کو مثل منازل لکھتے ہیں جیسا کہ مسافر کو ہر ہر منزل پر ٹھہرنا ضروری نہیں بلکہ عبث ہے اسی طرح قاری کو ہر ہر جگہ پر وقف کرنا مناسب نہیں، لیکن جس طرح مسافر کو کسی منزل پر ٹھہرنا ضروری ہوتا ہے اسی طرح قاری کو تقاضۂ بشری کے تحت وقف کرنا ضروری ہے ورنہ تکلیف مالا یطاق لازم آئیگا اور " لا یکلف اللہ نفسا إلا وسعها " ان معروضات کی روشنی میں جب وقف کی ضرورت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ثابت ہوگئی تو اس کا جاننا بھی ضروری ہوا حتی کہ ابو حاتم تو یہاں تک فرماتے ہیں "من لم یعرف الوقف لم یعرف القرآن" اسی کو شیخ الشیخ حضرت قاری محب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے اچھے انداز میں بیان فرمایا: آپ فرماتے ہیں کہ بڑی خوبی یہ ہے کہ اگر علمِ تجوید سے قرآن مجید کی صحت ہوتی ہے تو علم وقف سے قرآن مجید کی معرفت ہوتی ہے۔

استاذ محترم جناب قاری انیس احمد صاحب کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت قاری محب الدین صاحب فرمایا کرتے تھے کہ موجودہ زمانے میں ایسے لوگ بھی ہیں جو قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ بہت عمدہ پڑھتے ہیں لیکن جس وقت اوقاف میں غلطی کرتے ہیں تو سن کر بڑی کلفت ہوتی ہے، خلاصۂ کلام یہ کہ قراء کے نزدیک کلام مجید میں کلمہ اور کلام کی تصحیح اصل مقصود ہوتی ہے، مفسرین کے نزدیک قرآن مجید کی توضیح و تصحیح معنی اصل مقصود ہے اور ائمۂ وقف کے نزدیک لفظ اور معنی دونوں کی صحت اصل مقصود ہے اسلئے ان کے نزدیک دونوں کی رعایت ضروری ہے، بس جی بات لمبی ہوتی جارہی ہے وقت بھی ہورہا ہے حافظ صاحب کو بھی انتظار ہے کل پڑھ لیں گے تشریف لے چلیں۔

(اٹھتے ہوئے) حافظ صاحب!

ف : جناب قاری صاحب جزاکم اللہ! آپ کا درس بڑا معلومات افزا رہا وقف کی اس قدر ضرورت واہمیت میرے ذہن میں اب تک نہیں تھی البتہ ایک کھٹک ذہن میں ہے جو پیش کردوں اور وہ یہ کہ کیا تلاوت کلام پاک کیلئے اس قدر مثل پل صراط تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک راہ کو لازم قرار دینا کہ ذرا ادھر سے ادھر ہوا اور گیا کام سے قصور معاف فرمائیں، حضرت! کیا یہ سب پابندیاں "ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر" کے خلاف تو نہیں ہے؟

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں "یَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا بَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا او کما قال علیه

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الصلوۃ والسلام" اگر اس قدر قیود تلاوت کلام پاک کیلئے ہوں گے تو کم از کم مجھ جیسا تو تلاوت کلام پاک کی ہمت ہی نہیں کر سکتا، آپ ہی فرمایئے قاری صاحب غلط تو نہیں کہہ رہا ہوں ایسی وحشتناک قیود لگانے کی آخر ضرورت کیا ہے؟

استاذ : لطیف صاحب :! اس قسم کا سوال تو کوئی اور کرتا بھلا آپ اور یہ سوال؟ جبکہ حفص کی تکمیل تک تو ہم ساتھ ساتھ رہے ہیں شاید سلسلہ منقطع ہونے کی وجہ سے ہے یا ایسا لگتا ہے کہ جب سے کالج کا رخ کیا ہے پھر لوٹنا نصیب نہیں ہوا، محترم! معرفت الوقوف کی تو سخت ضرورت ہے جیسا کہ میں نے عرض کیا بغیر اس کی رعایت کے معنی کہیں سے کہیں پہنچ جاتے ہیں اور مفہوم مراد خداوندی کے بالکل خلاف ہو جاتا ہے مثلاً دیکھئے! إن الله لا يستحيي، إن الله لا يهدي، فبهت الذي كفر والله ، لإن شكرتم لأزيدنكم ولإن كفرتم ایسے موقع پر وقف کر دیا جائے تو معنی کہاں پہنچتے ہیں ایسے معنی پیدا ہو جاتے ہیں کہ جس کا اعتقاد رکھنا دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتا ہے جو آپ پر مخفی نہیں۔

ف : بات تو سمجھ میں آ رہی ہے مگر قاری صاحب کیا اس کا ثبوت قرآن وحدیث سے بھی ہے؟

استاذ : کیوں نہیں بھائی! بلکہ اصول اربعہ کتاب وسنت، قیاس واجماع امت چاروں سے اس کا ثبوت ہے، قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "ورتل القران ترتيلاً" اور ترتیل کی تفسیر میں کر چکا ہوں، سنت سے بھی اس کا ثبوت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ والی تفسیر تجوید الحروف ومعرفۃ الوقوف ہی سے علماء نے استنباط فرمایا ہے کہ" هذا دليل على وجوب تعلمه ومعرفته" یہ تفسیر تعلم ومعرفت وقف کیلئے دلیل ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "لقد عشنا برهة من دهرنا وإن احدنا ليؤتى الايمان قبل القران وتنزل السورة على النبي ﷺ فنتعلم حلالها وحرامها وامرها وزجرها وما ينبغي ان يوقف عنده منها" علماء نے لکھا ہے کہ "فهذا برهان على ان تعلمه اجماع من الصحابة رضي الله عنهم" اور سلف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صالحین سے متواتراً اس کا تعلم اور اس کی طرف خصوصی اعتنا ثابت ہے اور علماء فرماتے ہیں "إن معرفة الوقف تُظهِرُ مذهب اهل السنة من مذهب المعتزلة" جیسے مثلاً "وربك يخلق ما يشاء ويختار" والی آیت کریمہ میں ویختار پر وقف کرنا اہل سنت کے مسلک کی وضاحت کرتا ہے اسلئے کہ اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو اختیار نہیں ہے، نیز ابوداود شریف کی روایت میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں كان اذا قرأ قطع قرائته آية آية، يقول بسم الله الرحمن الرحيم ثم يقف ، الحمد لله رب العالمين ثم يقف الرحمن الرحيم ثم يقف" اس روایت کی بنیاد پر فواصل پر وقف سنت قرار دیا گیا ہے، اسی لئے نبی کریم ﷺ نے جب ایک شخص کو سنا کہ وہ "من يطع الله ورسوله فقد رشد ومن يعصهما" پر وقف کر رہا ہے تو اس کو آپ ﷺ نے "بئس خطيب القوم" کہہ کر زجر آمیز کلمات سے خطاب فرمایا "ومن يعص الله ورسوله فقد ضل وغوى" کہو، دیکھئے! یہاں کہنے والے کا اعتقاد بھی خراب نہیں تھا پھر بھی دربارِ رسالت سے تنبیہ ہو رہی ہے آخر کہاں تک بیان کیا جائے کبھی فرصت سے ملئے ان شاء اللہ تفصیل سے گفتگو کریں گے۔

اور برادرم یہی وجہ تھی کہ علماء کرام نے وقف کو اپنی تصنیف وتالیف کا مستقل موضوع بنایا اور وقوف قرانیہ پر مستقل تصانیف لکھیں چنانچہ ابوجعفر نحاس، ابن الانباری، علامہ ابوعمرو دانی، علامہ سجاوندی، ابن الجزری، علامہ اشمونی، شیخ زکریا انصاری وغیرہم حضرات کتبہائے وقف کے مشہور مصنفین ہیں۔

چنانچہ علامہ جزری کی "الاهتداء الى معرفة الوقوف والابتداء" اشمونی کی "منار الهدى فى بيان الوقف والابتداء" شیخ زکریا انصاری کی "المقصد" وغیرہ تصانیف ہیں، مجھے یاد پڑتا ہے تقریباً علامہ ہذلیؒ نے کامل میں لکھا ہے" الوقف حلية التلاوة وزينة القارى وبلاغ التالى وفهم المستمع وفخرالعالم وبه يعلم الفرق بين المعنين المختلفين

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والنقیضین المتنافیین والحکمین المتغائرین۔

ف : جزاکم اللہ! معذرت کے ساتھ مزید ایک مسئلہ کی وضاحت کی تکلیف دوں گا، نہ معلوم پھر کب ملاقات ہوتی ہے؟

استاذ : آپ کی محبت ہے تو ملاقات ہوتی رہے گی انشاءاللہ.... ہاں مگر کہئے!

ف : میں یہ عرض کر رہا تھا کہ کہ میرے ان سوالات کا یہ مطلب نہیں کہ میں نے آج تک قرآن پاک بغیر وقف ہی کے پڑھا ہے قرآن پاک تو میں بھی وقف کر کے ہی پڑھتا ہوں ان رموز کی رعایت کر کے جو قرآن پاک کے آخری صفحہ پر مرقوم ہوتے ہیں مگر اس کی ضرورت واہمیت تو واقعی حضرت کی گفتگو سے آج ہی اتنی کھل کر سامنے آئی، خیر! وہ بات یہ عرض کرنی ہے کہ تلاوت کرتے ہوئے بعض مقامات ایسے گذرے جہاں وقف کی دو متضاد علامتیں بنی ہوتی ہیں مثلاً ''من مرقدنا سکتہ ھذا'' میں علامت وقف اور سکتہ بنی ہوئی ہیں تو ایسے مواقع پر کیا کرنا چاہئے ؟

استاذ : اچھا سوال کیا آپ نے! وقت بہت کم رہ گیا ہے پھر بھی مختصراً اس کو یوں سمجھئے، آپ کو یہ تو معلوم ہی ہوگا کہ سکتہ بمنزلۂ وقف کے ہیں صرف سانس لینے نہ لینے کا فرق ہے۔

تو مراد اس سے سکتۂ معنوی ہے جو اوقاف کی طرح معنی ہی کی رعایت سے کیا جاتا ہے جیسے مثلاً ''من مرقدنا سکتہ ھذا'' میں ھذا کی خبر وہ بعد کا جملہ (صلہ) ما وعد الرحمن ہے، اس ھذا کا تعلق مرقدنا سے نہیں ہے سکتہ سے اسی معنی کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے، یا جیسے عوجاً قیماً میں امام حفصؒ کے نزدیک سکتہ ہے تو یہاں اسلئے سکتہ کیا جاتا ہے کہ کوئی ناواقف اس وہم میں مبتلا نہ ہو جائے کہ قیماً، عوجاً کی صفت ہے۔

اس پر ایک دلچسپ واقعہ یاد آرہا ہے، ابن ہشام کہتے ہیں کہ میں نے خود سنا کہ ایک نحوی قیماً کو عوجاً کی صفت بتا رہا تھا میں نے اس سے کہا کہ جس معنی میں کجی ہو اس کے درست اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مضبوط ہونے کے کیا معنی؟ کجی اور درستی میں منافات ہے کیا یہ دونوں ایک جگہ جمع ہو سکتی ہیں؟

پھر میں نے امام حفصؒ کیلئے رحمت کی دعا کی کیونکہ انہوں نے عوجاً پر سکتہ کر کے اس پر تنبیہ فرمادی کہ قیماً اس سے جدا ہے، یہاں ایک سوال یہ کیا جاسکتا ہے کہ منشاءِ وقف مابعد کا ما قبل سے انقطاع معنوی کو ثابت کرنا ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا اور یہ غرض بنسبت سکتہ کے وقف سے بدرجہ اتم حاصل ہو سکتی ہے اور اسی وجہ سے بعض قراء نے اس پر وقف کو راجح قرار دیا ہے میں اس میں کافی روز تک غور کرتا رہا اور بظاہر وقف والوں کی بات راجح معلوم ہوتی تھی مگر پھر معلوم ہوا کہ سکتہ والی بات راجح ہے اور دلیل اس کی یہ سمجھ میں آرہی ہے کہ تلاوت میں وصل اصل ہے اور یہاں علامتِ وقف بھی ہے تو دونوں میں تطبیق کی صورت سکتہ ہی کرنا ہے جو کہ من وجہ وصل ہے کہ اس میں انقطاع نفس نہیں، اور من وجہ وقف ہے کہ انقطاع صوت ہوتا ہے، برخلاف وقف کے کہ اس میں ایک ہی پہلو کی رعایت ہے، نیز سکتہ کی اولویت کو یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ مواضع سکتہ دراصل معنوی اعتبار سے دو متضاد تقاضوں کے اجتماع کا موقع ہوتا ہے، اول معنوی انقطاع جو مقتضی وقف ہوتا ہے، دوم معنوی اتصال جو مقتضی وصل ہوتا ہے مثلاً من مرقدنا هذا تو ''مرقدنا'' تک کا کلام ابتلاء عذاب اصحاب قبر کا ہے اور ''هذا ما وعد الرحمن'' یہ اللہ رب العزت کی طرف سے دیا گیا اس کا جواب ہے، معلوم ہوا کہ دو کلام الگ الگ متکلم کے ہیں، تو اب دو کلام کا مختلف ہونا اور پہلے متکلم کے کلام کا اختتام یہ مقتضی وقف ہے، جبکہ دوسرا کلام دراصل پہلے کلام میں کئے گئے سوال کا جواب ہے، اور سوال و جواب میں باہم ربط و تعلق ہوتا ہے جو مقتضی وصل ہے، اب قاری کیلئے یہ پیچیدگی ہے کہ ان میں کے کسی ایک پر عمل کرنا دوسرے سے صرف نظر کرنا ہے یا دوسرے کی عدم رعایت کا باعث ہے ایسے موقع پر سکتہ کرنا ہی پیچیدگی کا حل ہوتا ہے کہ سکتہ وقف و وصل کا مجموعہ ہوتا ہے لہذا ایسے موقع پر وقف کی بنسبت سکتہ ہی بہتر ہے البتہ اگر کسی نے علامت ''م'' کے تحت وقف کر لیا تو یہ بھی صحیح ہے اور وقف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں سکتہ واجبہ کے ترک کا جو وہم ہوتا ہے تو یہ صرف وہم ہے حقیقت نہیں کیونکہ نفس سکتہ کا وجود ہی موقوف علی الوصل ہوتا ہے لہذا واجب بھی وصل کرنے ہی سے ہوگا، اور وقف کرنے سے جب وجود ختم تو وجوب کہاں باقی؟

ف : آپ حضرات کی گفتگو سے مجھ کو بہت فائدہ ہوا آپ نے میرے لئے علم کا ایک نیا باب کھول دیا، آج آپ کی صحبت کی قیمت معلوم ہوئی۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

استاذ : یہ آپ کا حسن ظن اور اللہ تعالی کا فضل وکرم ہے اللہ اس کو باقی رکھے۔

ف : قاری صاحب! آپ کو معلوم ہے کہ میں بھی کچھ ٹوٹی پھوٹی عربی اور اردو لکھ پڑھ لیتا ہوں، اگر اس فن کی اہم کتابوں کی نشان دہی ہو جائے تو اپنے فارغ اوقات میں خود بھی دیکھتا رہوں۔

استاذ : ہاں بھئی! عربی اور اردو تو آپ کچھ کیا، بہت کچھ جانتے ہیں ضرور لیجئے قلم، اور نوٹ کیجئے!

(۱) علامہ دانی کی المکتفی فی الوقف والابتداء۔

(۲) ابن الانباری کی الایضاح فی الوقف والابتداء۔

(۳) علامہ اشمونی کی منار الھدی۔

(۴) اور اردو میں قاری اسماعیل امرتسری کی تفہیم الوقوف۔

(۵) قاری محب الدین صاحب کی جامع الوقف ومعرفۃ الوقوف۔

ف : جزاکم اللہ! السلام علیکم!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علامت وقف "لا" و "م"

علامات "لا" و "م" کے نام سے موسوم اس پر لطف علمی مکالمہ میں قران کریم میں لگی علامات وقف ووصل کی ضرورت، واضع، اوران کی شرعی حیثیت کو اجاگر کیا گیا ہے، پھراس کو بھی حل کیا گیا ہے کہ علامت "لا" سے مراد لا یجوز الوقف علیہ ہے یا جیسا کہ بعض ارباب فن کا خیال ہے کہ اس سے مراد تو لا یجوز الابتداء منہ ہے۔
اور علامت "م" سے مراد، اس کا حکم، نیز بظاہر محل وقف کے دو مساوی موقعوں میں کے ایک میں میم کا ہونا اور دوسرے میں نہ ہونے کی حکمت وغیرہ امور پر روشنی ڈالی گئی ہے

السلام علیکم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: اور فرمایئے قاری صاحب! کیا حال چال ہے؟ مزاج شریف، اہل وعیال خیر وعافیت سے ہیں؟

جواب: جی الحمدللہ سبھی عافیت سے ہیں، آپ بزرگوں کی دعائیں شامل حال ہیں۔

سوال: الحمدللہ! اللہ عزت وعافیت کے ساتھ تادیر آپ کا سایہ ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھیں،، کافی دنوں سے آپ کی ملاقات کا اشتیاق تھا، گذشتہ ملاقات میں چند مسائل سے متعلق گفتگو ہوئی تھی، کافی فائدہ ہوا بڑی مفید معلومات اور کئی کتابوں کا خلاصہ اور نچوڑ ایک مجلس میں مل گیا تھا، پھر چند سوالات لے کر آپ کو پریشان کرنے حاضر ہوا ہوں زحمت کے بدلے پیشگی معافی چاہتا ہوں۔

جواب: میں کیا اور میرا علم ہی کیا؟ مگر اللہ کا شکر ہے لکھتے پڑھتے ان مسائل سے کچھ دلچسپی ضرور ہوگئی ہے اس لئے جب کوئی مسائل فن سے متعلق گفتگو کرتا ہے تو بڑی خوشی ہوتی ہے اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس دور میں بھی مسائل تجوید سے متعلق دلچسپی رکھنے والے لوگ موجود ہیں الحمدللہ ثم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الحمد للہ! آپ کی ملاقات زحمت نہیں عین رحمت وراحت ہے میں اس پر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں، ایسی زحمت تو بار بار دیتے رہئے میں شکر گذار ہوں گا، جی ہاں! فرمائیے کیا سوالات ہیں؟

سوال: اس وقت علامات وقف کے متعلق یہ معلوم کرنا ہے کہ کیا یہ علامات رسول اکرم ﷺ سے ثابت ہیں؟ اگر ثابت ہیں تو ان کا ثبوت کہاں سے ہے؟ ان روایات وکتب کی نشان دہی فرمائیے، اور اگر نہیں تو پھر یہ کس زمانے کی ایجاد ہے؟ نیز ان کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: جی ہاں! یہ سوال اور لوگوں نے بھی پوچھا اور آج بھی بعضے حضرات اس کو بدعت تک قرار دیتے ہیں جیسا کہ پہلے بھی یہ مسئلہ بحث کا موضوع رہ چکا ہے، خیر تو آپ سے جواباً عرض ہے کہ علامات مذکورہ کا ثبوت رسول اکرم ﷺ سے نہیں ہے اور نہ صحابۂ کرامؓ سے، اور حقیقت یہ ہے کہ ان کو ان علامات کی ضرورت ہی نہیں تھی اسلئے کہ وہ حضرات خود اہل لسان تھے، نیز ان کو صحبت نبوی بھی میسر ہوئی جسکی برکت سے وہ قرآن مجید کے معانی ومفاہیم سے پوری واقفیت رکھتے تھے اور آپ جانتے ہوں گے کہ رموزِ مذکورہ معنی ومفہوم میں خلل سے حفاظت کیلئے ہیں، ظاہر بات ہے کہ ایسے لوگ جن کو قرآن مجید کے معانی اور تفاسیر وتفاصیل سے پوری واقفیت ہو ان کو ان رموز اوقاف کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

البتہ بعد میں جب اسلام عرب سے عجم میں پہونچا اور چونکہ یہ لوگ خود اہل لسان نہیں تھے اسلئے تلاوت قرآن کے وقت تجوید کے ساتھ ساتھ وقف وابتداء میں بھی ان حضرات سے بڑی غلطیاں واقع ہونے لگیں چنانچہ علماء امت کو فکر لاحق ہوا کہ ان حضرات کی اس باب میں رہنمائی ورہبری ہونی چاہئے جس سے یہ لوگ صحیح تلاوت کرسکیں، چنانچہ دوسری ہی صدی کے اوائل میں اس باب میں تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا چنانچہ بقول علامہ جزریؒ سب سے پہلے شیبہ بن نصاح متوفی ۱۳۰ھ نے "الوقف" نامی کتاب تصنیف فرمائی اور پھر یکے بعد دیگرے کتابوں کی تصنیف کا سلسلہ شروع ہوا اور امام حمزہؒ، امام نافعؒ، خلف، ابن الانباری، علامہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دانی وغیرہم حضرات نے علم وقف پر مستقل کتابیں لکھیں، ان کتابوں میں وقف کی عموماً چار اقسام بیان ہوئی ہیں تام، کافی، حسن، قبیح ، بعضوں نے اسمیں اضافہ کر کے اسکی آٹھ قسمیں بتائیں اور وہ اس طور پر کہ ان چاروں کی ایک ایک شبیہ بھی تجویز کی، پھر علامہ سجاوندی متوفی ۵۶۰ھ نے اسکی مزید تسہیل وتفصیل فرماتے ہوئے وقف کی پانچ اقسام بیان فرمائیں پھر ان کے رموز تجویز فرما کر قرآن مجید میں ان کے مواضع میں تحریر بھی فرمادیا تا کہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والا ہر فرد ان کی رعایت کے ساتھ تلاوت کرنے کا التزام کرے اور وقف وابتداء کی غلطی سے محفوظ رہے چاہے وہ تالی عالم ہو یا عامی ہو، اب رہی ان کی شرعی حیثیت تو ان کا حکم یہ ہے کہ یہ رموز اور ان پر وقف کرنا امور شرعیہ سے نہیں ہے لہذا ان رموز کی خلاف ورزی کرنے والا شرعاً قابل مواخذہ نہیں ہوگا، ہاں یہ بات ضرور ہے کہ ان رموز کا التزام کرنا "ورتل القرآن ترتیلا" میں دئے گئے امر بالترتیل کی بجا آوری میں معین ومددگار ثابت ہوگا نیز رموز کی رعایت کرنے سے تلاوت کا حسن بڑھ جاتا ہے اور معنی غیر مرادی کے ایہام سے حفاظت بھی ہوجاتی ہے معانی قرآن کی افہام وتفہیم میں بھی مدد ملتی ہے اور ان کے علاوہ دیگر بہت سے فوائد ہیں۔

سوال: جزاکم اللہ... آپ کے جوابات سے تشفی تو ہو رہی ہے اسلئے مزید کچھ علاماتِ وقف سے متعلق پوچھنے کو جی چاہ رہا ہے۔

جواب: ضرور! ضرور!

سوال: جناب قاری صاحب! پہلے تو یہ بتائیے کہ ان علامات اور رموز سے خاص طور پر "لا" کو کس غرض سے وضع کیا گیا؟ اور اس پر وقف کرنے نہ کرنے کا کیا حکم ہے؟ کیا اس پر ہر حال میں وقف کرنا ناجائز ہے؟

جواب: میرے محترم! علامت "لا" یہ لا یجوز الوقف علیه کا مخفف ہے اس کے موجد اور واضع اول علامہ ابوعبداللہ محمد ابن طیفور سجاوندی علیہ الرحمۃ ہیں انہوں نے اسکو ایسی جگہ وضع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرمایا ہے جہاں کلمۂ موقوف کو اپنے مابعد سے اعرابی اور معنوی دونوں قسم کا تعلق ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ تعلق کا مقتضاء وصل ہی ہوتا ہے نہ کہ وقف، نیز اگر اسکے مواقع کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ علامت ایسی جگہ ہوتی ہے جہاں وقف سے معنوی قباحت پیدا ہوتی ہے اب قباحت خواہ جس نوعیت کی ہو مثلاً ایک قباحت یہ ہے کہ اس وقف سے ایسے معنی کا توہم ہوتا ہے جو مرادِ خداوندی کے خلاف ہوں جیسے "فویل للمصلین" پر وقف کرنے سے توہم ہوتا ہے کہ مطلق مصلیوں کیلئے ہلاکت ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ ہلاکت "الذین هم عن صلوتهم ساهون الذین هم یراؤون ویمنعون الماعون" کیلئے بیان فرمائی ہے معلوم ہوا کہ جس نمازی کیلئے ہلاکت بیان ہو رہی ہے اس کی تفصیل ووضاحت تو بعد میں آرہی ہے مگر قاری نے بلا ضرورت بے محل وقف کر کے غلط معنی پیدا کر دیا اسی وہم سے صیانت کی غرض سے علامہ سجاوندیؒ نے بذریعہ (لا) لام الف وقف سے منع فرما دیا۔

اور بعض مرتبہ "لا" کے موقع میں وقف کرنے سے نفس وقف تو حسن ہوتا ہے یعنی کلام مفید اور بامعنی ہے مگر مابعد سے ابتداء غیر حسن ہوتی ہے مثلاً "قل العفو کذالك یبین الله لکم الآیات لعلکم تتفکرون" پر وقف کرنے سے کلام تو مفید رہتا ہے مگر مابعد والا کلام یعنی فی الدنیا والآخرة اپنی افادیت میں ماقبل کا محتاج ہونے کی وجہ سے کچھ غیر مفید اور بے معنی سا معلوم ہوتا ہے، دیکھئے! اگر "لعلکم تتفکرون" پر وقف کر دینے کے بعد "فی الدنیا والآخرة" سے ابتداء کی جائے تو بتایئے! صرف "فی الدنیا والآخرة" کا مفہوم کیا ہوگا؟ چونکہ "فی الدنیا والآخرة" کی افادیت ماقبل پر موقوف ہے اسلئے مابعد سے ابتداء مستحسن نہیں ہے بلکہ ماقبل سے اعادہ پسندیدہ ہے، اسی غرض سے علامہ سجاوندی علیہ الرحمۃ نے اس موقع پر "لا" لکھ کر وقف سے منع فرمایا کہ جب وقف ہی نہ ہوگا تو ابتداء کا مسئلہ ہی ختم ہو جائے گا۔ چنانچہ علامہ مرعشی لکھتے ہیں "ان الوقف قبل تمام الکلام لیس الا ترك ما استحب"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن اس جگہ یہ بات ذہن میں رہے کہ اس ''لا یجوز علیه الوقف'' کا مطلب شرعی عدم جواز نہیں ہے بلکہ عرف وقف وعربیت میں ایسی جگہ وقف کرنا جائز نہیں ہے لہذا مواقع '' لا'' میں وقف کرنا شرعا قابل مواخذہ نہ ہوگا جس کو علامہ جزریؒ فرماتے ہیں۔

ولیس فی القرآن من وقف وجب ☆ ولا حرام غیر ماله سبب

خلاصہ یہ کہ بغیر کسی عذر وضرورت کے ایسی جگہ میں وقف نہ کرنا چاہئے، ہاں اگر کوئی اضطراری صورت ہی درپیش ہو تو ممنوع بھی نہیں ہے کہ ''الضرورات تبیح المحظورات''۔

سوال: اچھا تو آپ کے جواب سے معلوم ہوا کہ ''لا'' سے مراد لا یجوز الوقف علیه ہے حالانکہ پرسوں ہی قاری وجاہت اللہ صاحب سے ملاقات ہوئی تھی وہ تو فرمارہے تھے کہ اس سے مراد لا یجوز الابتداء منہ ہے باقی وقف تو اس پر جائز ہے اور فرمارہے تھے کہ کتب فن میں اس کی صراحت موجود ہے کہ سجاوندی کے مقلدین سے جن کو اس اصطلاح کا علم نہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہاں وقف سے منع کیا گیا ہے اور یہاں وقف کرنا قبیح ہے چنانچہ وہ اضطرار کی حالت میں بھی اس جگہ وقف نہیں کرتے اور آگے یا پیچھے کسی کلمہ پر وقف کردیتے ہیں حالانکہ اس کا مطلب لا یجوز الابتداء منه ہے لا یجوز الوقف علیه ہرگز نہیں۔

جواب: آپ کے سوال پر غور کرنے سے یہ بات مفہوم ہورہی ہے کہ بعض مقلدین سجاوندی نے ان کی مراد سمجھنے میں غلطی کی اور اسی کے نتیجہ میں وہ ضرورت کے موقع پر بھی اس کو محل قبیح خیال کرتے ہوئے اس جگہ وقف نہیں کرتے حالانکہ اضطراراً وقف کرنا کوئی امر لا یجوز نہیں ہے بلکہ مابعد سے ابتداء ناجائز ہے، مگر سنئے! اول تو علامہ سجاوندی نے اپنی تصنیف لطیف ''علل الوقوف'' میں اس علامت لا کو لا یجوز الوقف علیه ہی کا مخفف قرار دیا ہے نہ کہ لا یجوز الابتداء منه کا، پھر اگر کوئی شخص کسی متکلم کی مراد سمجھنے میں غلطی کرتا ہے تو غلطی کی اصلاح کی جاتی ہے نہ کے اسکے کلام کو بدلا جاتا ہے، علامہ سجاوندی نے تو کہیں یہ نہیں کہا کہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اضطراری وقف بھی ممنوع ہے بلکہ آپ نے وقف اختیاری کو ممنوع کہا ہے اور پھر آپ خود غور فرمائیں کہ اگر اسکی مراد لا یجوز الابتداء منه بیان کی جائیگی تو کیا اس طرح مغالطہ کا امکان نہیں کہ ایسے مواقع میں وقف اختیاری کو جائز کہتے ہوئے فویل للمصلین جیسے مواقع پر بھی جواز وقف کے قائل ہو جائیں گے کہ ابتداء ممنوع ہے وقف کہاں ممنوع ہے؟ حالانکہ اس جگہ وقف اختیاری کے عدم جواز پر اتفاق ہے۔

اور غور فرمائیں کہ کیا لا یجوز الوقف علیه میں لا یجوز الابتداء منه داخل نہیں ہے؟ ضرور ہے، کیونکہ جہاں وقف صحیح ہوتا ہے وہاں مابعد سے ابتداء بھی جائز و صحیح ہوتی ہے اور جہاں وقف ناجائز وہاں مابعد سے ابتداء بھی ناجائز ہوتی ہے، اور رہا مسئلہ موقع اضطرار میں بھی وقف کے عدم جواز کے مغالطہ کا کہ "لا یجوز الوقف علیہ" یعنی کوئی بھی وقف خواہ اضطراری کیوں نہ ہو وہ بھی جائز نہیں تو اس اصطلاح کا یہ معنی ہرگز نہیں بلکہ وقف اضطراری تو کسی بھی جگہ جائز ہوتا ہے لہذا اصل مفہوم یہ ہے کہ وقف اختیاری جائز نہیں اور ویسے بھی کسی شی کا جواز و عدم جواز تو وہ احوال اختیاری سے متعلق ہوتا ہے نہ کہ اضطراری سے متعلق۔

سوال: ایک روایت میری نظر سے گذری ہے کہ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ایک مرتبہ نماز پڑھائی اور آپ نے پہلی رکعت میں هدیً للمتقین تک قراءت فرمائی اور رکوع فرمایا پھر دوسری رکعت میں ینفقون تک تلاوت فرما کر رکوع کیا اس سے آپ کا اس مقام پر یعنی للمتقین اور ینفقون پر وقف کرنا ثابت ہوتا ہے حالانکہ علامہ سجاوندی نے دونوں جگہوں پر علامت لا وضع فرمائی ہے اور وقف سے منع فرمایا ہے۔

جواب: صحیح فرمایا آپ نے یہ روایت دار قطنی (جلد اول، ص/۳۳۸) پر موجود ہے نیز صاحب درمنثور نے جلد ششم ص/۲۸۰ پر آیت کریمہ "فاقرؤا ما تیسر منه" کی تفسیر کرتے ہوئے مذکورہ روایت ذکر فرمائی ہے یہ روایت بیہقی کی سنن کبری میں بھی موجود ہے الفاظ اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ ہیں عن قیس بن ابی حازم قال صلیت خلف ابن عباسؓ بالبصرة فقرء فی اول رکعة بالحمد واول آیة من البقرة ثم قام فی الثانیة فقرء الحمد والآیة الثانیة من البقرة ثم رکع فلما انصرف اقبل علینا فقال ان الله تعالی یقول "فاقرء وا ماتیسر منه" اس روایت میں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ ابن عباسؓ نے نماز سے فراغت کے بعد لوگوں کو خطاب کرکے فرمایا کہ قال اللہ تعالیٰ "فاقرء وا ما تیسر منه" آپ اس سے لوگوں کو ما تیسر کی اقل مقدار بتلانا چاہتے ہیں اور کسی چیز کی تعلیم وتفہیم کی خاطر جو وقف کیا جائے وہ وقف اختیاری ہے جو درحقیقت ضرورت واضطرار کی ایک قسم ہے اور خود علامہ سجاوندی بھی ایسے مواقع ضرورت میں وقف کرنے سے منع نہیں کرتے لہٰذا اس ضرورت کے تحت کئے جانے والے وقف سے اختیار اور بلا ضرورت وقف کے جواز پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

سوال: جزاکم اللہ، آپ کی باتوں سے کئی عقدے حل ہوئے، کافی وقت ضائع کیا آپکا، معاف فرمائیے گا، مگر کہاں آپ سے جلد ملاقات ہوتی ہے کیا پتہ پھر کب ملاقات ہو؟ اسلئے چلتے چلتے ایک سوال اور کرلوں۔

جواب: نہیں کوئی بات نہیں، آپکی محبت ہے حسن ظن ہے، مجھے تو آپ کے سوالات سے بڑی خوشی ہوئی اور جو کچھ فرمانا چاہیں بے تکلف شوق سے ارشاد فرمائیں۔

سوال: جزاکم اللہ، جزاکم اللہ، آپ کی عنایت، خیر سوال یہ ہے کہ وقف لازم کی علامت میم ہے اور اس پر وقف کرنا ضروری ہوتا ہے اسلئے کہ وصل کرنے سے معنیٰ غیر مرادی کا وہم ہوتا ہے لیکن بعض مقامات ایسے ہیں کہ وہاں وقف لازم کی علامت موجود ہے حالانکہ بظاہر وہاں وقف کچھ اس قدر ضروری نہیں معلوم ہوتا، مثلاً قرآن مجید میں سب سے پہلا موقع جہاں علامت میم بنی ہوئی ہے وہ وما هم بمؤمنين ہے جس کے بعد يخادعون الله والی آیت ہے، بتلائیے! اگر یہاں وقف نہ کیا گیا تو کون سے معنیٰ غیر مرادی کا وہم ہو جائے گا؟ اسی طرح سورۂ مومنون

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں والذین هم علی صلوتهم یحافظون پر میم ہے جس کے بعد اولئك هم الوارثون الذین یرثون الفردوس هم فیها خلدون ہے اور سورۂ معارج میں والذین هم علی صلوتهم یحافظون پر نہیں ہے جس کے بعد اولئك فی جنت مکرمون ہے ان دونوں مقامات کا مضمون تقریباً یکساں ہے اس کے باوجود سورۂ مؤمنون میں سجاوندی نے ''میم'' وضع فرمائی ہے جبکہ سورۂ معارج میں علامت میم نہیں ہے آخر دونوں میں کیا فرق ہے؟

جواب: بھئی! آپ کے سوالات بھی بڑی گہرائی لئے ہوئے ہیں اس سے آپ کی دلچسپی کا اندازہ ہوتا ہے، مبارک ہو، بڑا اچھا سوال کیا آپ نے، سنئے! پہلے موقع میں جیسا کہ آپ نے فرمایا بظاہر کوئی معنوی خرابی نہیں آتی مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہاں بجائے وقف کے وصل کیا گیا تو یخادعون الله والا جملہ مؤمنین کی صفت معلوم ہوگا اور منافقین کا مؤمن مخلص ہونا اور ان سے خداع کی نفی لازم آئیگی اسلئے کہ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ وہ مؤمن مخادع نہیں ہیں بلکہ خالص مؤمن ہیں حالانکہ اللہ تعالی نے تو ان کے ایمان کی نفی کی اور ان کے مخادع ہونے کو ثابت فرمایا ہے جیسے کہا جائے وما هو برجل تو اس سے اسکی رجلیت کی نفی ہوئی اور اگر کہا جائے کہ وماهو برجل صالح تو رجلیت کا اثبات اور صلاح کی نفی ہوگی، یہ ہے معنیٰ غیر مرادی جس کا وہم وقف نہ کرنے سے ہوتا ہے اور رہا آپ کا دوسرا عقدہ تو اسکو حضرت قاری عبد الملک صاحبؒ یوں حل فرما رہے ہیں کہ سورۂ مؤمنون میں آگے اولئك هم الوارثون الذین یرثون الفردوس ہے اور معارج میں اولئك فی جنت مکرمون ہے اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ سورۂ مؤمنون میں اولئك کے بعد ضمیر مرفوع منفصل هم موجود ہے جو معارج میں نہیں ہے اور ضمیر منفصل سے کلام میں حصر پیدا ہوتا ہے اب اگر والذین هم علی صلوتهم یحافظون کو اولئك هم الوارثون سے وصل کر کے پڑھا جائے گا تو یہ وہم ہوگا کہ جو لوگ نمازوں کی پابندی کرتے ہیں بس وہی لوگ وارثین جنت الفردوس ہوں گے اور اس سے اوپر جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیگر اوصاف والے مؤمنین بیان ہوئے، وہ وہ وارثین جنت الفردوس نہیں ہوں گے، کلام کو اس وہم سے بچانے کیلئے یحافظون پر وقف لازم قرار دیا کہ ھم ضمیر کا مرجع صرف نمازوں کی پابندی کرنے والے مؤمنین ہی نہیں ہیں بلکہ مجموعی طور پر تمام مذکورہ بالا اوصاف والے مؤمنین مراد ہیں بخلاف معارج کے کہ وہاں وصل میں یہ وہم پیدا نہیں ہوتا کیوں کہ وہاں ھم ضمیر نہیں ہے صرف اولئك ہے جس کا مشار الیہ تمام مؤمنین مذکورہ بالا خود بخود ہو رہے ہیں۔

سوال: جزاکم اللہ جزاکم اللہ، جناب قاری صاحب آپ کے جوابات نے تو میرے سارے اعتراضات دھو دئے اور آپ کی گفتگو سے میرے سارے شکوک دور اور شبہات کافور ہو گئے، حق تعالی آپ کو خوب خوب جزائے خیر عطا فرمائیں اور آپ کے فیض کو عام و تام فرمائیں آمین یا رب العالمین۔

جواب: جناب قاری صاحب ! یہ صرف آپ کی محبت اور آپ کا حسن ظن ہے ورنہ کیا میں اور کیا میرے جوابات، من آنم کہ من دانم و من ہماں خاکم کہ ہستم، اور اگر یہ کچھ ہے تو یہ صرف حضرات اساتذۂ کرام کی نظر کرم اور ان کی توجہ فیض رقم کا ادنی کرشمہ ہے، حق تعالی انہیں خوب خوب جزائے خیر عطا فرمائیں اور میں آپ کا بھی شکر گذار ہوں کہ آپ نے میرے ناقص جوابات کو بغور سماعت فرمایا اور پھر اپنے اطمینان کا اظہار فرما کر حوصلہ افزائی فرمائی فجزاکم اللہ احسن الجزاء، ٹھیک ہے تو پھر چلتے ہیں، کافی وقت یہاں کھڑے کھڑے ہو چکا پھر کبھی ملیں گے، حق تعالی جلد ملاقات کرائیں۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تکبیر بین السورتین

تکبیر بین السورتین کے اس دلچسپ مکالمہ میں حقیقت تکبیر کا انکشاف کرتے ہوئے اس کا شان ورود، محل تکبیر، الفاظ تکبیر، حکم تکبیر اور روایۃ ثبوت جیسے اہم امور پر روشنی ڈالی گئی ہے، نیز ابن کثیر کے علاوہ دیگر قراء کیلئے اس تکبیر کے پڑھنے کا حکم بھی بیان کیا گیا ہے۔

سعید : السلام علیکم۔

حذیفہ : وعلیکم السلام۔

سعید : ایک مدت سے آپ کی آمد آمد کی خبریں سن رہے تھے بڑا اشتیاق تھا آپ سے ملاقات کا، فراغت کے بعد جب سے جدا ہوئے بعد المشرقین ہو گیا، اللہ کا شکر ہے کہ آج شرف زیارت عنایت فرمایا، اچھا تو بتلایئے وہاں سے کب تشریف لائے؟ کیا حال ہے؟

حذیفہ : بس آپ کرم فرماؤں کی دعاؤں سے زندہ سلامت ہوں، کیا بتلاؤں! وہ یادیں بھلائے نہیں بھولتیں ہم اس گلشن علمی میں زندگی کے خوش گوار ایام گذار رہے تھے وہ محفلیں وہ مجلسیں وہ علمی مذاکرے مسائل پر بحثیں کیا عرض کروں! جب یاد آتی ہے تو بے چین ہو جاتا ہوں پکار اٹھتا ہوں۔ یاد ماضی عذاب ہے یارب چھین لے مجھ سے حافظہ میرا

وہاں کے ماحول کو ان سب امور سے کیا نسبت؟ روزی روٹی ہی کی فکر میں لوگ بیدار ہوتے ہیں اور اسی میں سو جاتے ہیں یہ تو ہمارے اساتذۂ کرام نے دورانِ تعلیم پڑھنے لکھنے کا ذوق پیدا کیا اس کی برکت اور ان مخلصین کی توجہات کے نتیجہ میں اب بھی لکھنے پڑھنے کی طرف رغبت ہے اسی میں طبیعت خوش رہتی ہے ورنہ عام طور پر برا حال ہے! اچھا آپ اس وقت کیا کر رہے ہیں؟

سعید : میں تو جیسا کہ آپ کو معلوم ہے قراءت سبعہ عشرہ کی تکمیل کے بعد یہیں قریب ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مدرسہ میں شعبۂ قراءت وتجوید سے متعلق ہوگیا ہوں اور جو بن آتا ہے ٹوٹی پھوٹی خدمت کررہا ہوں۔

حذیفہ : اچھا ماشاءاللہ! آپ نے سبعہ عشرہ کی تکمیل فرمائی بہت اچھا کیا! اس دورِ قحط الرجال میں خصوصا اس فن میں آدمی ڈھونڈھے نہیں ملتے آپ نے بہت اچھے فن کا انتخاب کیا وہاں بھی خصوصاً رمضان المبارک میں مصر اور دیگر عرب ممالک سے بڑے بڑے قراء تشریف لاتے ہیں اور اپنی مسحور کن آوازوں میں مختلف قرائتوں میں تلاوت فرماتے ہیں، کیا بتلاؤں؟ مجمع جھوم جاتا ہے میں چونکہ خود کلام مجید کا دلدادہ ہوں بہت رغبت سے شرکت کرتا ہوں، بہت ہی لطف آتا ہے مگر بعض مقامات پر کچھ قراءت ان حضرات کی اس انداز سے ہوتی ہے کہ دل ودماغ میں کئی قسم کے سولات پیدا ہوتے ہیں اور بسا اوقات میں نے مقامی دوستوں سے اس کا حل طلب کیا مگر انہوں نے اس فن سے اپنی ناواقفی کا اظہار کرتے ہوئے آپ ہی کا حوالہ دیا، میں چونکہ آنے ہی والا تھا تو مجھے بھی یہی بہتر معلوم ہوا کہ خود ہی حاضر ہوکر معلوم کرلوں گا اور آج خوش قسمتی سے آپ ہی کی ملاقات اللہ تبارک وتعالی نے کرادی۔

سعید : یہ ان حضرات کا حسنِ ظن ہے اللہ تعالی اس کو حقیقت کردے باقی میں حاضر ہوں آپ جو فرمانا چاہیں فرمائیں ان شاءاللہ حل کرنے کی کوشش کروں گا۔

حذیفہ : مسائل تو بہت ہیں مگر خصوصیت کے ساتھ ایک بات جو ہم نے کبھی اپنے اساتذہ سے نہیں پڑھی، نہ کہیں لکھی دیکھی نہ قرآن ہی میں اس کو لکھا ہے پھر یہ لوگ اس کو کہاں سے پڑھتے ہیں؟ سمجھ میں نہیں آتا؟

سعید : ارے! ایسی کون سی بات ہے جس کو وہ حضرات پڑھتے ہیں مگر ہم نے نہ اس کو پڑھا نہ ہی کتابوں میں لکھا ہے نہ ہی قرآن میں موجود ہے عجیب بات ہے؟

حذیفہ : بات واقعی عجیب ہے، اور وہ یہ ہے کہ بعض آخری سورتوں میں بین السورتین وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تکبیر پڑھتے ہیں جو ایام تشریق میں پڑھی جاتی ہے، پتہ نہیں یہ کہاں سے ثابت ہے چاہئے تو یہ تھا کہ انہیں سے معلوم کر لیتا مگر کوئی موقع ہی نہیں مل سکا پھر وہ لوگ کہاں ان چیزوں کی طرف توجہ دیتے ہیں۔

وہ تو یہی کہہ دیتے ہیں کہ یہ بھی ثابت ہے وہ بھی ثابت ہے اور اساتذہ سے اس طرح پڑھا ہے اس لئے بھی ان سے پوچھنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔

سعید : خیر! یہ کوئی پریشان کن مسئلہ نہیں ہے کتب فن میں اس پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر چند باتیں عرض کروں گا شاید تسکینِ خاطر کا باعث ہو اور وہ یہ ہے کہ صاحب روح المعانی نے سورۂ والضحی کی تفسیر کرتے ہوئے اس سورۂ مبارکہ کے اسبابِ نزول کے تحت ذکر فرمایا ہے کہ علی اختلاف الاقوال بارہ، پندرہ اور چالیس روز تک سلسلۂ وحی منقطع رہا اور منجملہ اسبابِ انقطاع کے ایک سبب یہ بیان کیا ہے کہ امام ترمذیؒ روایت فرماتے ہیں.. عن جندب البجلیؓ قال کنت مع النبی ﷺ فی غار فدمیت أصبعه فقال النبی ﷺ هل أنت إلا أصبع دمیت وفی سبیل الله ما لقیت قال وأبطأ جبرئیل فقال المشرکون قد ودّع محمد فانزل الله تبارك وتعالی ما ودّعك ربك وما قلی ۔ هذا حدیث حسن صحیح۔ (ج ۲/۲، ص ۱۷۲/)

اسی طرح کا مضمون صحیحین اور نسائی شریف میں بھی موجود ہے مگر اس میں انگشت مبارک کے زخم کے بجائے صرف اشتکی کا لفظ موجود ہے نیز اس میں اس درد کی وجہ سے دو تین رات قیام لیل نہ فرمانے کا ذکر ہے اور اس میں مشرکین کے کلام کا ذکر نہیں ہے۔

ابن حاتم نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے اور اس میں اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ سلسلۂ وحی منقطع ہو گیا تو ایک عورت نے حضور اقدس ﷺ سے کہا "ما أری شیطانك إلا قد ترکك" (العیاذ باللہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی، بعض روایات میں اس عورت کے نام کی صراحت موجود ہے کہ وہ عورت امّ جمیل ابولہب کی بیوی تھی۔

نیز روح المعانی نے مفسرین کی ایک جماعت سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہود نے حضور اکرم ﷺ سے اصحاب کہف، روح، اور ذوالقرنین کے بارے میں سوالات کئے تو آپ ﷺ نے جواب دینے کا وعدہ فرمایا مگر ان شاء اللہ کہنا بھول گئے تو سلسلۂ وحی ایک مدت کیلئے منقطع ہو گیا اس پر کفار نے طعن و تشنیع کی تو یہ سورۃ نازل ہوئی۔

روایات اس سلسلہ میں متعدد موجود ہیں جس سے سورۃ کے مختلف شان نزول کی طرف اشارہ ملتا ہے مگر اصل مقصود تو تکبیر کا بیان ہے کہیں روایات کے انبار میں اصل مسئلہ ہی دب کر نہ رہ جائے اس لئے اب اصل مسئلہ سنئے!

(۱) وہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انتظارِ وحی کی تصدیق اور کفارِ عرب کی تکذیب کیلئے فرطِ مسرت میں اللہ اکبر کہا۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام مقامِ ابطح میں آپ ﷺ کے پاس اصلی صورت میں تشریف لائے اس سے متاثر ہو کر آپ نے تکبیر کہی۔

(۳) سورۂ ضحیٰ میں چند خاص نعمتوں کا ذکر ہے آپ ﷺ نے ان نعمتوں کی مسرت وخوشی میں تکبیر پڑھی۔

(۴) ختم کے وقت حق تعالیٰ کی عظمت بیان کرنے کیلئے تکبیر پڑھی۔

حذیفہ : بات تو آپ کی سمجھ میں آرہی ہے مگر اس سے تو صرف والضحیٰ میں تکبیر ثابت ہوئی نیز صرف حضور اکرم ﷺ کا تکبیر پڑھنا معلوم ہوتا ہے اور اب تو سب ہی قراء کرام نے پڑھنا شروع کر دیا اور اس کے علاوہ دوسری سورتوں میں بھی تکبیر پڑھنے لگے ہیں۔

سعید : جی ہاں! ذرا صبر سے کام لیجئے! میں اسی طرف آرہا ہوں اب تک کی گفتگو سے نفس تکبیر کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ثبوت نیز اس کی وجوہات مختلفہ معلوم ہوگئیں مزید اس پر صاحب روح المعانی رقمطراز ہیں "وندب التکبیر عند خاتمة هذه السورة الكريمة وكذا ما بعدها إلى آخر القرآن العظيم" اس کے بعد آپ نے ایک روایت بیان فرمائی کہ امام بزیؒ نے فرمایا قال سمعت عكرمة بن سليمان يقول قرأت على اسمٰعيل بن قسطنطين فلما بلغت والضحى قال كبر عند خاتمة كل سورة حتى تختم فإني قرأت على عبد الله بن كثير فلما بلغت والضحى قال كبر حتى تختم واخبره عبدالله بن كثير أنه قرأ على مجاهد فأمره بذلك وأخبره أن ابن عباس ﷺ أمره بذلك وأخبره أن النبي ﷺ أمره بذلك وكان ذلك منه عليه الصلوة والسلام فرحا بنزول الوحي بعد تأخره وبطئه حتى قيل ما قال وعلى ذلك عمل الناس اليوم والحمد لله رب العالمين (روح المعانی ص/۱۶۵)۔

معلوم ہوا کہ تکبیر پڑھنا سنت ہے جیسا کہ بزیؒ امام شافعیؒ سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ امام صاحب نے مجھے یہ بتایا کہ اگر تم اس کو ترک کردو گے تو نبی کریم ﷺ اور صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سنتوں میں سے ایک سنت کے تارک بن جاؤ گے۔ (عنایات ج/۳، ص/۴۸۷)۔

حضرت اقدس تھانویؒ تفسیر بیان القرآن میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ابطاءِ وحی کے بعد جو یہ سورۃ نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے خوش ہوکر فرمایا تھا، اور پھر شاید تناسب مضمون کی وجہ سے بقیہ سورتوں میں بھی تکبیر فرمائی ہو اور تناسب مضمون اس اعتبار سے ہے کہ الم نشرح سے لیکر سورۂ والناس تک کی تمام سورتوں میں سورۂ والضحی کی طرح نبی کریم ﷺ پر کئے جانے والے انعامات میں سے کسی نہ کسی انعام واحسان کا تذکرہ کیا گیا ہے جیسا کہ امام رازیؒ نے سورۂ کوثر کی تفسیر میں ہر سورت کے انعامات کو یکجا بیان فرمایا ہے اور حضرت تھانویؒ نے ہر سورۃ کی ابتداء میں ان انعامات کا ذکر فرمایا ہے معلوم ہوا کہ سورۂ والضحی کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرح تکبیر ہر سورۃ میں انعامات ربانی کی وجہ سے ہے۔

حذیفہ : ماشاءاللہ! اچھی تحقیق پیش فرمائی آپ نے اور کافی حد تک اطمینان بھی ہوا مگر ایک سوال آپ کی گفتگو سے پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ آپ نے روایات جو بیان کی اس میں صرف ابن کثیر کا نام مذکور ہے تو اور ائمہ سے بھی تکبیر کا ثبوت روایۃً ہے یا نہیں؟ اور اگر نہیں ہے تو کیا ان ائمہ کیلئے تکبیر پڑھ سکتے ہیں؟

سعید : معلوم ہوتا ہے کہ آپ بات برابر توجہ سے سن رہے ہیں جس کا اندازہ آپ کے سوال سے ہوتا ہے، اچھا سوال کیا آپ نے، تو سنئے! مختصراً مسئلہ اس طرح ہے کہ تکبیر کے بارے میں تین روایتیں ہیں (۱) عام اہل مکہ سے (۲) صرف ابن کثیر مکی کیلئے (۳) صاحب کامل علامہ ابوالقاسم ہذلی کی تصریح کے مطابق تمام قراء کیلئے ہے اور قرآن مجید کی تمام سورتوں میں ہے۔

یعنی مکہ میں تو تمام ہی روایات میں تکبیر مستعمل ہے نہ تو اہل مکہ اس کو ترک کرتے ہیں اور نہ ہی بزی کی روایت کے ساتھ اس کو خاص کرتے ہیں اور نہ کسی اور کی روایت کے ساتھ اور مکہ کے علاوہ دوسرے شہروں میں اس کو ابن کثیر ہی کیلئے پڑھا جاتا ہے اور تیسری روایت کا مفہوم تو واضح ہے۔

اس سلسلہ میں صاحب شرح سبعہ قاری محی الاسلام پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے ان روایات مختلفہ کے درمیان اچھی تطبیق دی ہے آپ فرماتے ہیں کہ اولی یہ ہے کہ روایۃ قراءت مکی کے سوا اور کسی روایت و قراءت میں تکبیر نہ پڑھے یعنی جب خاص طور پر التزام روایات کے ساتھ تلاوت ہو جیسا کہ شاگرد استاذ کے سامنے پڑھتا ہے تو صرف مکی ہی کی قراءت میں تکبیر پڑھے اس لئے کہ تکبیر ابن کثیر ہی سے نصاً مروی ہے البتہ اگر بلا التزام قراءت و روایت پڑھا جائے جس کو تلاوۃً پڑھنا کہتے ہیں تو متاخرین شیوخ کی اتباع میں جس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لئے چاہے تکبیر پڑھ سکتا ہے۔

حذیفہ : اچھا ایک اور مسئلہ تکبیر سے متعلق ذہن میں ہے وہ بھی لگے ہاتھ پوچھتا چلوں۔

سعید : ضرور ضرور ارشاد۔

حذیفہ : وہ یہ کہ آپ کی گفتگو سے اتنی بات معلوم ہوگئی کہ تکبیر سورۂ والضحی سے لیکر سورۂ والناس تک سب ہی سورتوں میں ہے جبکہ ایک روایت کے مطابق قرآن کریم کی سب ہی سورتوں میں ہے ٹھیک ہے نہ؟ (ج) جی! بالکل صحیح ! مگر دریافت طلب امر یہ ہے کہ تکبیر کہاں پڑھی جائے؟ سورۃ کی ابتداء میں یا ختم پر؟

سعید : جی ہاں! مسئلہ ذہن میں ضرور تھا مگر بیان سے رہ گیا، تو سنئے! شیخ عبدالفتاح قاضی اپنی کتاب " البدور الزاهرة " میں تحریر فرماتے ہیں کہ علماء کرام کا تکبیر کے موضع ابتداء وانتہاء میں اختلاف ہے ایک فریق کہتا ہے کہ تکبیر سورۂ ضحیٰ کے اول سے سورۂ ناس کے اول تک ہے یعنی تکبیر ان سب ہی سورتوں کی ابتداء میں پڑھی جائیگی۔

اور دوسرا فریق کہتا ہے کہ محلِ تکبیر سورۂ والضحی کا آخر ہے اس اعتبار سے سورۂ ناس کے بھی آخر میں تکبیر ہوگی۔

اور مبنی اس اختلاف کا یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی قراءت کے ختم پر تکبیر پڑھی اور پھر آپ ﷺ نے سورۂ ضحیٰ کی تلاوت فرمائی اب اختلاف اس میں ہوگیا کہ تکبیر قراءت جبرئیل کے ختم پر تھی یا آپ ﷺ کی اپنی قراءت کی ابتداء پر تھی، اب جو فریق آپ کی تکبیر کو حضرت جبرئیل کی قراءت کے خاتمہ پر مانتا ہے وہ تکبیر کے ہر سورۃ کے ختم پر ہونے کا قائل ہوا ہے اور جن کا خیال یہ ہے کہ یہ تکبیر آپ ﷺ کی قراءت کی ابتداء میں تھی ان کے نزدیک تکبیر ہر سورۃ کی ابتداء میں رہے گی۔

حذیفہ : الحمدللہ آپ کی باتوں سے اطمینان ہوا اور آپ نے ماشاءاللہ مسئلۂ تکبیر جو کہ واقعی غیر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

متعارف ہے اچھی طرح سمجھایا، اللہ کا شکر ہے کہ آپ سے ملاقات ہوگئی اور برسوں کی گنجلک دور ہوگئی۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔

سعید : میں کیا اور میری بساط کیا جو مسئلہ سمجھاؤں اگر بات آپ کے مطلب کی ہوگئی ہو تو اپنے اساتذہ کا فیض ہے، اللہ تعالیٰ ان کو جزاء خیر عطا فرمائے، ان شاء اللہ پھر ملاقات ہوگی۔

حذیفہ : ہاں! جاتے ہوئے ایک ملاقات ضرور کروں گا تاکہ فن سے متعلقہ کتب کے بارے میں آپ سے معلومات حاصل کروں۔

سعید : ضرور۔

حذیفہ : اچھا السلام علیکم۔

سعید : وعلیکم السلام۔

☆☆ تمت ☆☆

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

لجنۃ القراء کی اہم مطبوعات

{۱} فتح الرحمن فی شرح خلاصۃ البیان

{۲} القول الجمیل فی مدالتأذین والتکبیر

{۳} فن تجوید وقراءت مکالمات کے آئینہ میں (اضافہ شدہ)

{۴} رہبر تجوید

{۵} توضیح الوقف حاشیہ جامع الوقف

{۶} قرآن کریم اور خوش الحانی

{۷} توضیح المرام وکاشف الابھام

{۸} الفوائد المحسبیہ (اضافہ شدہ)

ملنے کا پتہ

LAJNAT-UL-QURRA

DARUL ULOOM FALAH-E-DARAIN
PO. TADKESHWAR TA. MANDWI
D. SURAT GUJARAT (INDIA)
98798 25967 - 98794 64947